

اسلامی بینکاری کی بنیادیں

ایک تعارف

الحسنیٰ مصطفیٰ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی حسین احمد قادری صاحب مدظلہ العالی

ترجمہ

مولانا محمد رفیع صاحب مدظلہ العالی

دوبہ اسلام آباد، پاکستان

مکتبۃ العارفین

پتہ: اسلام آباد، پاکستان

اسلامی بینکاری کی بنیادیں ایک تعارف

انگریزی تصنیف،

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی جیس، محمد تقی عثمانی عظیم

اردو ترجمہ
محکم دَرَاهِد

نشر: مکتبۃ العارفین

پتہ: جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد۔ فون: ۷۱۵۸۵۶۱

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	اسلامی بینکاری کی بنیادیں: ایک تعارف
مصنف	:	پیش (ر) مولانا مطلق محمد تقی عثمانی مدظلہ
ترجمہ	:	مولانا محمد زاہد صاحب
ناشر	:	نائب مجتہم پامو اسلام آباد پی فیصل آباد مکتبہ المعارف فیصل آباد۔ فون 041-8715856
سن اشاعت	:	رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ
تعداد	:	۱۱۰۰



عرض مترجم

چند تہذیب اور دنیاوی کاموں کی اسلامی نقطہ نظر سے مطالعہ ایک مستقل علم کی حیثیت حاصل کر رہا ہے، علم کی اس شاخ میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی کی تصنیف "معارج تجارت" نہیں ۱۹۹۸ء میں آپ کی اسلامی اصول پر ایک کتاب "An Introduction to Islamic Finance" نظر سے گذری، کتاب کے مطالعہ سے اندازہ ہوا کہ اس میں ذکر کردہ مباحات جتنے فنکارانہ اور سائنس پر مبنی اور انگریزی میں لکھے گئے مفید ہیں اس سے زیادہ علماء کرام دینی علوم کے طلبہ بالخصوص فقہاء کے شعبوں میں کام کرنے والوں کے لئے مفید ہیں لیکن ان حضرات کی اکثریت انگریزی زبان میں بے تحلف مطالعے پر قادر نہیں ہوتی، مثلاً یہاں کتاب کی افادیت کا دائرہ ان حضرات تک وسیع کرنے کے لئے اسے اردو کے قالب میں ڈھال دیا جائے، نظامِ خدایہ کام شروع کر دیا گیا ماب پوری پوری خدمتِ اسلامی اہل میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اس کام کے دوران سب سے زیادہ مشکل انگریزی اصطلاحات کے اردو متبادل تلاش یا منتخب کرنے میں پیش آئی، اس لئے کہ ہم نے اپنی معاشی و سیاسی صورتحال کی زندگی سے جس طرح اردو زبان کو بے دخل کیا ہوا ہے اس کی وجہ سے ان شعبوں میں لگے ہوئے اردو اصطلاحات حروف نہیں ہو سکیں، حتیٰ الامکان قافی فہم اصطلاحات منتخب کئے گئے ہیں اور توہین میں اصل انگریزی اصطلاحات بھی یاد کر دی گئی ہیں، قرآن میں ایک فرقہ بھی شامل کر دی گئی ہے، بعض مقامات حاشیے میں بھی اصطلاحات کی وضاحت کر دی گئی ہے۔

برہنہ کی کام میں کی کوئی نہ دتا ایک نظریہ اس ہے، خصوصاً اگر وہ اس ناچ جیسے ناقص ہاتھوں سے اہام پایا ہو، اسے ہے کہ کارکن ترے کی خامیوں سے مطلع فرمانے میں اہل سے کام نہیں لیں گے، بنی خدا اس حق کو پیش کرنا ہے اور قبول جائیں۔

فہرست

صفحہ نمبر	تفصیل	صفحہ نمبر	تفصیل
۴۲	مشارکہ کی مجلس	۹	نہیں لفظ
۴۲	مشارکہ کو ختم کرنا		چند بنیادی نکات
	کاروبار ختم کئے بغیر	۱۳	آسانی و راحت پر ایمان
۴۳	مشارکہ ختم کرنا		سرمایہ دار اور اسلامی
	مضاربہ	۱۵	معیشت میں بنیادی فرق
۴۹	مضاربہ کا کاروبار	۱۷	اہل حق پر جتنی کا کٹاؤ
۵۰	منافع کی تقسیم	۲۲	سرمایہ دار و حقیق
۵۲	مضاربہ کو ختم کرنا	۲۳	اسلامی تنظیموں کی موجودہ کارکردگی
۵۳	مشارکہ اور مضاربہ کا امتزاج		مشارکہ
	مشارکہ اور مضاربہ بطور	۲۶	تعارف
۵۵	طریقہ قبول	۳۰	مشارکہ کا تصور
۵۷	منصوبوں کی قبول	۳۴	مشارکہ کے بنیادی قواعد
	مشارکہ کو تسکات میں	۳۴	منافع کی تقسیم
۵۸	تبدیل کرنا	۳۵	فلاح کی شرح
۶۲	ایک عقد کی قبول	۳۷	انصاف میں شرکت
۶۳	روسی اخراجات کے لیے قبول	۳۸	سرمایہ کی ذمیت

صفحہ نمبر	تفصیل	صفحہ نمبر	تفصیل
۶۹	بنیادی قواعد	۶۹	صرف اجرائی مبالغہ میں شرکت
۱۰۵	ایک مؤجل دعوہ دہن کی ہدایت		عامہ پیدائشی نوادہ کی بنیاد پر جاری
۱۰۶	مراد	۷۱	مشارکہ کاؤت
۱۰۸	مراد بطور طریقہ قبول		مشارکہ کاؤت کے نام پر
	مراد قبول کی بنیاد پر	۷۸	اعترافات
۱۰۹	خصوصیات	۷۸	خدا کے کار
	مراد کے بارے میں	۸۰	ہدایت
۱۱۵	پندرہ مباحث	۸۳	کاروبار کی رازداری
	نوع اور نقد کے لیے		کلیات کا قطع میں شرکت
۱۱۵	ایک ایک قیمتیں مقرر کرنا	۸۴	آمدنی
۱۲۳	مردہ شرع سود کو معیار	۸۵	شرکت خالصہ
۱۲۶	خریداری کا وعدہ		شرکت خالصہ کی بنیاد پر
	قیمت مراد کے مقابلے	۸۸	پاس کاؤت
۱۳۳	میں سیکورٹی		خدمات (Services) کے
۱۳۷	مراد میں ضمانت	۹۲	کاروبار کے لیے شرکت خالصہ
۱۳۹	مردہ کی پر جرات	۹۵	عام جہات میں شرکت خالصہ
۱۳۹	متبادل تجویز		مراد
	مراد میں بدلہ دینے کی کوئی	۹۷	مراد
۱۳۹	مکمل نہیں		مردہ فردیت کے

صفحہ نمبر	تفصیل	صفحہ نمبر	تفصیل
-----------	-------	-----------	-------

وقت سے پہلے وراثتی کی وجہ سے قصاص کی صورت میں فراموشی

۱۷۸ کی ذمہ داری ۱۵۱ سے رعایت

۱۷۹ طویل الیغادیز میں کامل ۱۵۳ مردہ میں مالک کا حساب

۱۷۹ تعمیر کر لے ۱۵۶ مردہ کسی چیز پر ہو سکتا ہے

۱۸۰ کر لے کی وراثتی میں تاخیر کی ۱۵۶ مردہ میں وراثتی کو ری

۱۸۲ دہ سے جڑا ۱۵۷ شیعہ دل کرنا

۱۸۲ یز کو ختم کرنا ۱۵۷ مردہ کو بیکور شیخ میں

۱۸۵ انیسے کی انشورنس ۱۵۷ تبدیلی کرنا

۱۸۵ انیسے کی باقی ماندہ قیمت ۱۵۷ مردہ کے استعمال میں

۱۸۸ (Sub-Lease) ضمنی اجارہ ۱۵۹ چند بنیادی لفظیں

۱۸۹ یز کا انتقال ۱۶۲ خلاصہ

۱۹۰ اجارہ کے اسکاٹ چاری کرنا ۱۶۲ اجارہ

۱۹۳ ہیڈ یز (Head-Lease) ۱۶۶ اجارہ

۱۶۹ یزنگ (اجارہ) کے بنیادی قواعد ۱۶۹ کرانے کا تعین

۱۹۵ سلم کا معنی ۱۶۳ اجارہ بطور طریقہ قبول

۲۰۱ سلم بطور طریقہ قبول ۱۶۵ فریقین میں تلف تعلقات

۲۰۳ حوازی سلم کے چند قواعد ۱۶۵ ملکیت کی وجہ سے ہونے

۲۰۶ اسحق ۱۶۷ والے اخراجات

صفحہ نمبر	تفصیل	صفحہ نمبر	تفصیل
۲۳۵	بیحد المال	۲۰۷	اصطلاح اور اہارہ میں فرق
۲۳۶	خلعت (شرائعت)	۲۰۸	قراہی کا وقت
۲۳۸	تکرر مستغرق فی الدین	۲۰۹	اصطلاح بطور طریقہ معمول
	نظام کے مالک کی حدود		اسلامی سرمایہ کاری فنڈ
۲۳۹	ذمہ داری		اسلامی سرمایہ کاری فنڈ کے
	اسلامی بینکوں کی کارکردگی	۲۱۲	مصلحت شرعی اصول
۲۴۳	ایک حقیقت پسندانہ جائزہ	۲۱۳	انکمینی فنڈ (Equity Fund)
۲۵۵	فرہنگ (GLOSSARY)		شیر ذمہ سرمایہ کاری
		۲۱۶	کے لئے شرط
		۲۲۱	فنڈ کی انتظامیہ کا معیار
		۲۲۳	اہارہ فنڈ
		۲۲۵	اشیاء کا فنڈ
		۲۲۶	مردمہ فنڈ
		۲۲۷	الغیر الدین
		۲۲۸	تقویٰ اسلامی فنڈ
			محدود ذمہ داری کا تصور
		۲۳۰	محدود ذمہ داری کا تصور
		۲۳۳	وقف

بسم الله الرحمن الرحيم

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمین، والصلوة والسلام علی رسولہ الکریم وعلی
آلہ وصحبہ اجمعین، وعلی کل من تبعہم باحسان الی یوم الدین۔ امابعد:
گزشتہ چند عشروں سے مسلمان اپنی زندگیوں کی اسلامی اصولوں کی بنیاد
پر تعمیر نو کی کوشش کر رہے ہیں، مسلمان یہ بات شدت سے محسوس کر رہے ہیں
کہ گزشتہ چند صدیوں سے مغرب کے سیاسی اور معاشی تسلط نے انہیں خاص طور
پر ملتی۔ معاشی (Socio Economic) شعبے میں خدائی ہدایت پر عمل سے
محروم کر رکھا ہے، اس لئے سیاسی آزادی حاصل کرنے کے بعد مسلم عوام اپنے
اسلامی تشخص کے ادیانہ کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ وہ اپنی زندگیوں کو اسلامی
تعلیمات کے مطابق منظم کر سکیں۔

معاشی شعبے میں مالیاتی لوگوں کو اسلامی شریعت کے مطابق جانے کیلئے
ان میں اصلاح کرنا ان مسلمانوں کے لئے سب سے بڑا چیلنج تھا، ایک ایسے ماحول
میں جہاں پورا کاپورا مالیاتی نظام ہی سود پر مبنی ہو، غیر سودی بنیادوں پر مالیاتی
لوگوں کی تشکیل ایک بڑا کٹھن کام تھا۔

جو لوگ شریعت کے اصولوں اور اس کے معاشی فلسفے سے پوری طرح
واقف نہیں ہیں وہ بعض اوقات یہ خیال کرتے ہیں کہ جنگوں اور مالیاتی لوگوں

سے سود کا خاتمہ انہیں تہداتی سے زیادہ خیراتی طور سے بنادے گا جن کا مقصد بغیر کسی منافع کے توبہی خدمات (Financial Services) مہیا کرنا ہوگا۔

ظاہر ہے کہ یہ مفروضہ بالکل لفظ ہے 'شریعت کی رو سے ایک محدود دائرے کے علاوہ غیر سودی قرضے عام حالات میں تہداتی معاہدوں کے لئے نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کی خیراتی سرگرمیوں کیلئے ہوتے ہیں' جہاں تک تہداتی بنیاد پر سرمایہ کی فراہمی (Commercial Financing) کا تعلق ہے تو اس مقصد کیلئے اسلامی شریعت کا اپنا ایک مستقل سینٹ اپ ہے۔ اس میں بنیادی اصول یہ ہے کہ جو شخص دوسرے کو رقم دے رہا ہے اسے پہلے یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ وہ دوسرے فریق کی محض مدد کرنا چاہتا ہے یا اس کے منافع میں شریک ہونا چاہتا ہے اگر وہ صرف مفروضہ کی مدد کرنا چاہتا ہے تو اسے کسی بھی اضافی رقم کے دعوے سے دستبردار ہونا ہوگا اس کا اصل سرمایہ محفوظ اور محفوظ رہے گا (یعنی اسے اصل سرمایہ لینے کا ہر حال اختتام ہوگا تو وہ دوسرے فریق کو خسارہ ہی کیوں نہ ہو) لیکن اصل سرمائے سے زائد کسی منافع کا اسے اختتام نہیں ہوگا۔ البتہ اگر وہ دوسرے کو رقم اس لئے مہیا کرتا ہے کہ وہ حاصل ہونے والے منافع میں بھی شریک ہو تو وہ حقیقتاً حاصل ہونے والے منافع کے پہلے سے طے شدہ تناسب حصہ کا مطالبہ کر سکتا ہے لیکن اگر اسے اس میں کوئی غلطی ہو جائے تو اس میں بھی اسے شریک ہونا ہوگا۔

لہذا یہ بات واضح ہو چکی کہ توبہی سرگرمیوں سے سود کے خاتمہ کا یہ مطلب نہیں کہ سرمایہ مہیا کرنے والا (Financier) کوئی نفع نہیں کما سکتا اگر سرمایہ کی فراہمی کاروباری مقاصد کیلئے ہے تو نفع اور نقصان میں شراکت کے اصول پر یہ مقصود حاصل کیا جاسکتا ہے جس کیلئے اسلام کے تہداتی قوانین میں

شرائع ہی سے متصادک اور مضاد بہ مفروضہ کیے گئے ہیں۔

تاہم کچھ ایسے ٹیکسٹس بھی ہیں جنہیں متصادک اور مضاد بہ کسی وجہ سے قابل عمل نہیں ہیں۔ ایسے ٹیکسٹس کیلئے مباحثہ علماء نے بعض دوسرے ذرائع بھی تجویز کیے ہیں جنہیں فائننسنگ کے مقاصد کیلئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ جیسے مردود، اہلاد، سلم اور اسھل۔

گزشتہ دو فقرہوں سے فائننسنگ کے طریقے اسلامی بینکوں اور اسلامی باہمی فنڈوں میں استعمال ہو رہے ہیں۔ لیکن یہ ذرائع عمل طور پر سود کے قائم مقام نہیں ہیں اور یہ فرض کرنا غلط ہوگا کہ انہیں بھی بالکل اسی طریقہ سے استعمال کیا جاسکتا ہے جیسے سود۔ بلکہ ان ذرائع کے اپنے اصول، اپنا فلسفہ اور اپنی شرائط ہیں۔ جن کے بغیر انہیں شریعت کی رو سے طریقہ ہائے قبولی (Modes of Financing) کے طور پر استعمال کرنا درست نہیں ہوگا اس لیے ان ذرائع کے باہمی تصور اور حلقہ تعلقات سے باہمی اسلامی فائننسنگ کو سود پر مبنی روایتی نظام کے ساتھ غلط سمجھ کر لے کا باعث بن سکتی ہے۔

یہ کتاب میرے مختلف مضامین کا مجموعہ ہے، جن کا مقصد اسلامی فائننسنگ کے اصول اور قواعد و ضوابط کے بارے میں باہمی معلومات پیدا کرنا ہے۔ خاص طور پر فائننسنگ کے ان طریقوں کے بارے میں جو اسلامی بینکوں اور غیر مصرفی قبولی فنڈوں (Non Banking Financial Institutions) میں زیر استعمال ہیں۔ میں نے ان ذرائع قبولی کی قدر میں موجود باہمی اصولوں، ان ذرائع کے شرعی نقطہ نظر سے قابل قبول ہونے کے لئے ضروری شرائط اور ان کے عملی اطلاق کے طریقوں کی وضاحت کی کو تلاش کی ہے اور ان ذرائع کے اطلاق میں پیش آنے والی عملی مشکلات اور شریعت کی روایتی میں ان کے محکمہ حل

پر بحث کی ہے۔

دنیا کے مختلف حصوں میں متعدد اسلامی بینکوں میں شریعہ مگر ان بورڈز کا ممبر یا مینیجر ہونے کی حیثیت سے سرے سامنے ان کے طریق کار کے تحت ملے سے کمزور پہلو آئے جس کا بغیر ہی سبب شریعت کے متعلق اصول اور قواعد کا واضح دور آگ نہ ہونا ہے اس تجربے نے موجودہ کتاب کار میں کی خدمت میں پیش کرنے کی ضرورت کا احساس پیدا کیا جس میں میں نے متعلقہ موضوعات پر عام فہم اور سادہ انداز میں بحث کی ہے جسے عام قاری جس کو اسلامی قوانین کے اصولوں کا گہرائی سے مطالعہ کرنے کا موقع نہیں ملتا سہا سہی سمجھ سکتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ یہ حقیر کی کوشش اسلامک فائننس کے اصول اور اسلامی اور روایتی پتھری میں فرق سمجھنے میں سہولت فراہم کرے گی اللہ تعالیٰ اسے قبول فرما کر اپنی دشمنی کا اور یہ اور قارئین کیلئے نافع بنائے۔

دعائے خیر! لا ایلہ الا اللہ۔

محمد تقی عثمانی

کراچی

۳/۳/۱۹۸۳ھ

29/06/1998

چند بنیادی نکات

اسلامی طریقہ ہائے تموئن (Modes of Financing) پر تفصیلی بحث کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بنیادی اصولوں کے متعلق چند نکاتوں کی وضاحت کر دی جائے جو اسلامی طریقہ حیات میں پورے معاشی سیت اپ کو کنٹرول کرتے ہیں۔

۱۔ آسانی ہدایت پر ایمان :-

سب سے اہم اصول لین حقہ جس کے کرو تمام اسلامی قصودات کنو ستنے ہیں یہ ہے کہ یہ کائنات صرف اور صرف ایک خدا کی پیدا کردہ اور اس کے حقودت میں ہے اس نے انسان کو پیدا کیا اور زمین پر اسے اپنا نائب مقرر تاکہ وہ اس کے احکامات کی تعمیل کے واسطے مخصوص مقاصد کو پورا کرے اللہ تعالیٰ کے یہ احکامات عہدات یا چند خدا ہی رسوم تک محدود نہیں ہیں بلکہ ہدای زندگی کے تقریباً ہر پہلو کے ایک بہت بڑے حصے پر حاوی ہیں ان احکامات میں نہ قوانین جوی تعصبات طے کی گئی ہیں کہ انسانی سرگرمیاں ایک تنگ دائرے میں محدود ہو کر رہ جائیں اور انسانی سوچ کا کوئی کردار باقی نہ رہے اور نہ ہی یہ احکامات استنے مختصر اور مبہم ہیں کہ زندگی کا ہر شعبہ انسانی علم اور خواہش کے رحم و کرم پر رہ جائے ان دونوں اختلاؤں سے دور رہتے ہوئے اسلام نے انسانی زندگی کو کنٹرول کرنے کیلئے ایک حوالہ سوچ پیش کی ہے ایک طرف تو اس نے انسانی سرگرمیاں کا ایک بہت بڑا حصہ انسان کے اپنے عقلی فیصلوں پر چھوڑ دیا ہے جہاں وہ اپنی سوچ مصلحت اور حقانیت کے تجزیہ کی بنیاد پر خود فیصلے کر سکتا ہے (۱) دوسری

(۱) اسلام میں اسے سہادت کا جزو نہ ہوتا ہے اس میں انسان کسی بھی پہلو کو اختیار کرنے یا

۱۔ اسلام نے انسانی سرگرمیوں کو ایسے اصولوں کے ایک مجموعہ کے ماتحت کر دیا ہے جو ہمیشہ کیلئے کامل عمل ہیں اور انسانی تخلیقات پر مبنی مصلحت کی سطحی دہلیوں کی بنیاد پر ان کی خلاف ورزی نہیں کی جاسکتی۔

لہذا ان احکامات کے اس انداز کے پیچھے یہ حقیقت کار فرما ہے کہ انسانی عمل اپنی بے پناہ صلاحیتوں کے باوجود سچائی تک رسائی کی لامحدود طاقت کا دعویٰ نہیں کر سکتی اس کی کارکردگی کی بھی آخر کار ایک حد ہے جس سے آگے یہ اچھی طرح کام نہیں کر سکتی یا لطیفوں کا ٹھکانہ ہو جاتی ہے انسانی زندگی کے بہت سے مقامات ہیں جہاں عمل اور خواہشات موانع نہ ہو جاتے ہیں اور عقلی دلائل کے ہمیں میں غیر صحت مند وجہات و جذبات انسان کو گمراہ کر کے غیر تعمیری اور غلط فیصلے کرا لیتے ہیں ماضی کے تمام وہ نظریات جنہیں آج غلط اور مغالطہ آمیز قرار دیا جاتا ہے ان کے بارے میں اپنے اپنے وقت میں عقلی دلائل پر مبنی ہونے کا دعویٰ کیا جاتا تھا لیکن صدیوں بعد ان کے غلط ہونے کا انکشاف ہوا اور انہیں عالمی سطح پر مستحکم خیر اور ظور قرار دیا گیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ خود عمل کے پیدا کرنے والے نے اسے جو دائرہ کار سونپا ہے وہ لامحدود نہیں ہے بلکہ ایسے مقامات بھی ہیں جہاں انسانی عمل پر سے طور پر رول فہائی نہیں کر سکتی یا کم از کم اس میں غلط پندیری کے امکانات ضرور ہوتے ہیں انہی مقامات پر خالق کائنات اللہ جل جلالہ نے اپنے پیغمبروں پر وحی نازل کر کے انسانوں کو رول فہائی اور ہدایت عطا فرمائی ہے اس لئے ہر مسلمان کا یہ بات عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل کر کے جو ہمیں ہدایات دی ہیں ان پر ظاہر اور باطن (in letter and spirit) عمل ہونا چاہیے اور کسی کی عقلی بحث یا ذہنی طوائش کی بنیاد

ہر انہیں فکر انداز یا ان کی خلاف ورزی نہیں کی جا سکتی لہذا تمام انسانی سرگرمیاں ان امکانات میں کے ماتحت ہونی چاہئیں اور ان میں چنان کر وہ حدود و حدود کے اندر رہتے ہوئے ہی عمل ہو نا چاہیے۔ دوسرے مذاہب کے برخلاف اسلام چند عمومی اخلاقی تہذیبات، چند رسوم یا چند عبادات تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ ہر شعبہ حیات کے متعلق تعلیمات و ہدایات پر مشتمل ہے جن میں سلامتی، معاشی شعبے بھی شامل ہیں۔ اللہ کے بندوں سے صرف عبادات میں ہی حکم بہام نے کا مطالبہ نہیں ہے بلکہ اپنی معاشی سرگرمیوں میں بھی اس کی فرما برداری ضروری ہے اگرچہ یہ چند ظاہری فوائد کی قیمت پر ہی ہو۔ اس لئے کہ یہ ظاہری فوائد معاشرے کے اجتماعی مفاد کے خلاف ہوں گے۔

۲۔ سرمایہ دارانہ اور اسلامی معیشت میں بنیادی فرق :

اسلام معاشی کی قانون (طلب و سود) اور ملکیت کا قانونی کا منکر نہیں ہے، حتیٰ کہ ذاتی منافع کا محرک بھی ایک معقول حد تک قابل قبول ہے، ذاتی ملکیت کی بھی اسلام میں بالکل نفی نہیں کی گئی، اس کے باوجود اسلامی اور سرمایہ دارانہ معیشتوں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ لادین سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں ذاتی ملکیت اور ذاتی منافع کے محرک کو معاشی فیصلے کرنے کی سبب نگاہت اور لا محدود اختیارات دے دینے کے ہیں اور ان کی قانونی کو کسی قسم کی دینی تعلیمات کے ذریعے کنٹرول نہیں کیا گیا، اگر کسی کچھ پابندیاں ہیں بھی سنی تو وہ خود انسانوں کی عائد کردہ ہیں جن میں جمہوری قانون سازی کے ذریعے تبدیلی کے امکانات ہوتے ہیں اور یہ جمہوری ادارے انسان سے بالاتر کسی اتھارٹی کو قبول نہیں کرتے، اس صورت حال نے بہت سی ایسی سرگرمیوں کی گنجائش پیدا کر دی ہے جو

معاشرے میں جمہوری پیدا کرنے کا باعث بنتی ہیں۔ سود، تجارت اور سٹ ہڈی دولت کو چند ہاتھوں میں سرنگھڑ کرنے کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ غیر اخلاقی اور سحر اثریام و خدایات کی پیروی کے ذریعے جسے کبانے کی خاطر غیر صحت مند انسانی جذبات کو استعمال کیا جاتا ہے، تلخ کمانے کا یہ نظام بند پ اباد و دلیاں پیدا کرتا ہے جن سے منڈی کی قوتیں (طلب اور رسد) باقو جامد و مقلوب ہو جاتی ہیں یا کم از کم ان کے فطری اور قدرتی عمل میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ لہذا سرمایہ دارانہ نظام جو منڈی کی قوتوں پر مبنی ہونے کا دعویدار ہے عملاً طلب اور رسد کو اپنے فطری طریقہ کار سے روکتا ہے اس لئے کہ طلب اور رسد کی یہ طاقتیں اجارہ داری کی میں بلکہ مکمل مسابقت کی فضا میں صحیح کام کرتی ہیں۔ سیکرٹری کنٹرول قوم میں ہا لوکات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی خاص سماجی سرگرمی کے بارے میں اس بات کا پورا احساس موجود ہوتا ہے کہ یہ معاشرے کے اجتماعی مفاد میں نہیں ہے بلکہ بھی اسے مکمل اس وجہ سے جاری رہنے دیا جاتا ہے کہ وہ ایسے ہائر طبقے کے مفاد کے خلاف ہے جسے اکثریت کی بنیاد پر متفقہ میں تسلط حاصل ہے۔ چونکہ جمہوری حکومت سے ہلا کر کسی بھی اقتدار کی کا مکمل طور پر انکار کر دیا گیا ہے اور "TRUST" "IN GOD" کے اصول کو (جو ہر امر کی ذمہ داری پر لکھا ہوا ہوتا ہے) سماجی معاشی شے سے بالکل بے دخل کر دیا گیا ہے اس لئے کوئی مسلمہ آجہلی دایت موجود نہیں جو معاشی سرگرمیوں کو کنٹرول کر سکے۔

اس صورت حال سے پیدا ہونے والی خرابیوں کو روکنے کی اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں ہے کہ خدائی اقتدار کی کو تسلیم کر کے اس کے احکامات کی اطاعت کی جائے اور انہیں ایسی مطلق سچائی اور مافوق انسان دلیات کے طور پر قبول کیا جائے جن پر ہر حالت میں ہر قیمت پر عمل کیا جانا ضروری ہو۔ بس یہی بات ہے

جو اسلام کرتا ہے۔ ذاتی ملکیت "ذاتی نفع کا محرک" اور ملکیت کی قوتوں کو تسلیم کرنے کے بعد اسلام نے سماجی سرگرمیوں پر خاص خدائی پابندیاں عائد کر دی ہیں۔ یہ پابندیاں چونکہ غلط فہمی کی طرف سے لگائی گئی ہیں جن کا علم لا محدود ہے اس لئے انہیں کسی انسانی اختیار کے ذریعے ہٹایا نہیں جاسکتا رہا، قدرہ ذمہ اندوزی، بچاؤ اشیاء اور خدمات کا لین دین، جو چیز اپنے پاس ہے انہیں اس کی (Short Sale) کی ممانعت یہ سب غلط فہمیوں کی چند مثالیں ہیں، یہ سب پابندیاں مل جل کر مصیبت پر ایک مجموعی اثر مرتب کرتی ہیں جس کے نتیجے میں سماجی قوتوں، دولت کی منصفانہ تقسیم اور سماجی سرگرمیوں کے مواقع ملنے میں سہولت وجود میں آتی ہیں۔

۳۔ اثاثوں پر مبنی فنانسنگ

(Asset -0 Backed Financing)

اسلامی فنانسنگ کی چند اہم ترین خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ حقیقی اثاثوں پر مبنی فنانسنگ ہے، فنانسنگ کا روایتی سرمایہ دارانہ تصور یہ ہے کہ بجٹ اور مالیاتی ادارے صرف زر (Money) یا زر کی دستاویزات (Monetary Papers) کا لین دین کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ دنیا کے اکثر ملکوں میں بینکوں اور مالیاتی اداروں کو اشیاء کی تجارت کرنے اور کاروباری سٹاک رکھنے کی اجازت نہیں ہوتی، جبکہ اسلام زر (Money) کو مخصوص صورتوں کے علاوہ کاروباری سواہر تسلیم نہیں کرتا، زر (نقد) کی اپنی ذاتی اور داخلی افادیت نہیں ہوتی، یہ صرف آؤ چؤل (Medium of Exchange) ہے اور اس کی ہر لگائی

اسی کرنسی کی دوسری اکائی کے سو فیصد برابر ہے۔ (۱) نقد اس کی اکائیوں کے آپس کے بدلے کے ذریعے نفع کمانے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، نفع اسی صورت میں کھایا جاسکتا ہے جبکہ زر کے عوض ایسی چیز کی خرید و فروخت کی جائے جس کی ذاتی افادیت بھی ہو یا مختلف کرنسیوں کا آپس میں بدلہ کیا جائے (مثلاً پاکستانی روپے کا بدلہ امریکی ڈالر کے ساتھ کیا جائے) ایک ہی قسم کی کرنسی اس کی نمائندگی کرنے والے کاغذات (جیسے باطو وغیرہ) کا لین دین کر کے حاصل کیا جائے والا نفع سود اور حرام ہے، اس لئے روایتی مالیاتی لوگوں کے برعکس اسلام میں فائنانسنگ ہیئت غیر نقد (Illiquid) اثاثوں پر مبنی ہوتی ہے جس سے حقیقی اثاثے اور سامان تجارت (Inventories) وجود میں آتے ہیں۔

شریعت میں فائنانسنگ کے اصل اور مثالی ذرائع مثلاً زر اور مفید پھل ہیں۔ جب ایک سرمایہ سیما کرنے والا (Financier) فن و ذرائع کی بنیاد پر سرمایہ شامل کرتا ہے تو یہ لازمی ہوتا ہے کہ اس سرمایہ کو ذاتی لگاؤ ہے، دیکھنے والے اثاثوں میں منتقل کیا جائے۔ نفع انہیں حقیقی اثاثوں کی فروختگی سے حاصل کیا جائے گا۔

اسلم اور اقتصاد پر مبنی فائنانسنگ سے بھی حقیقی اثاثے وجود میں آتے ہیں، اسلم کی صورت میں فائنانسٹر (سرمایہ فراہم کرنے والا) حقیقی اشیاء حاصل کرتا ہے جنہیں مارکیٹ میں بیچ کر وہ نفع حاصل کر سکتا ہے، اقتصاد کی صورت میں فائنانسنگ کچھ حقیقی اثاثے پیدا کرنے (Manufacturing) ہی کی بدولت مؤثر ہوتی ہے، جس کے سلسلے میں فائنانسٹر منافع حاصل کرتا ہے۔

(۱) مثلاً ایک پاکستانی روپیہ دوسرے پاکستانی روپے کے سو فیصد برابر سمجھا جائے گا مثلاً اس میں ایک نامہ دس روپے والا یا ایک انگریزی پونڈ یا دس روپے والا ایک سال کے بعد۔

تمولی اجارہ (Financial Lease) اور مرادھ کے بارے میں آگے متعلقہ ابواب میں یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ یہ اصل میں فائنانسنگ کے طریقے نہیں ہیں البتہ بعض ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے انہیں نئی شکل دی گئی ہے جس سے انہیں بعض شرطوں کے ساتھ طریقہء تمویل (Mode of Financing) کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے 'جہاں مشارک' مفاد پر 'مسلم اور ائمہ' بعض وجوہ کی بنیاد پر قابل عمل نہ ہوں۔

مرادھ اور اجارہ (لیزنگ) والے فائنانسنگ کے طریقوں پر عموماً یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ان کا انکری نتیجہ سودی قرضے سے مختلف نہیں ہوتا یہ اعتراض ایک حد تک درست بھی ہے 'لیکن وجہ ہے کہ اسلامی بینکوں اور مالیاتی اداروں کے شریعہ الیہ دائری اور آراء اس نکتے پر متفق ہیں کہ یہ فائنانسنگ کے مثالی طریقے نہیں ہیں اس لئے انہیں صرف ضرورت کے مواقع پر ہی استعمال کرنا چاہیے اور وہ انکی شریعت کی طرف سے مقرر کردہ شرائط کا پورا پورا احسان رکھتے ہوئے اس سب کے باوجود مرادھ اور اجارہ بھی مکمل طور پر انہوں پر ہی فائنانسنگ کے طریقے ہیں اور ان طریقوں پر کی جانے والی فائنانسنگ سودی فائنانسنگ سے درج ذیل وجوہ کی بنیاد پر واضح طور پر مختلف ہو جاتی ہے۔

(۱) فائنانسنگ کے روایتی طریقے میں قبولی کا (فائنانسٹر) اپنے گاہک (Client) کو سودی قرضے کی بنیاد پر رقم دیتا ہے اس کے بعد اس کو اس بات سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا ہے کہ گاہک (Client) اور رقم کیسے استعمال کرتا ہے اس کے برخلاف مرادھ کی صورت میں فائنانسٹر اپنے گاہک کو رقم فراہم ہی نہیں کرتا بلکہ اس کی بجائے وہ بذات خود وہ چیز (Commodity) خریدتا ہے جس کی کماحقہ کو ضرورت ہوتی ہے (بعد میں وہ گاہک کو زیادہ قیمت کا کر بوجھ بچھ دیتا ہے) چونکہ

مردہ کا یہ معاملہ اس وقت تک مکمل ہو جاتا نہیں ہے جب تک گلاب (Chem) یہ یقین دہانی نہ کر لے کہ وہ اس چیز کو خریدنا چاہتا ہے اس لئے مردہ اس وقت تک نہیں ہی نہیں جب تک کہ فائناکٹر اپنے ہاں کامل فروخت اشیاء وجود میں نہ لائے۔ اس طرح مردہ کی پشت پر بیٹھ چھٹی لگائے موجود ہوں گے۔

(۲) روایتی فائناکس سسٹم میں کسی بھی نفع آور مقصد کے لئے قرضہ جاری کیا جاسکتا ہے۔ ایک جو اجازت اپنے جوئے کے کاروبار کو ترقی دینے کے لئے تک سے قرضہ حاصل کر سکتا ہے۔ قرضہ میگزین یا عریاں نہیں بنائے دلی کمپنی بھی اسی طرح کسی تک کا اچھا گلاب بن سکتی ہے جیسے گھر بنانے والا۔ یوں روایتی فائناکس خدائی اور دینی پابندیوں میں حقیقت نہیں ہے۔ لیکن اسلامی تک اور مالیاتی ادارے (مردہ اور اہلہ کے طریقے استعمال کرنے کی صورت میں بھی) ان سرگرمیوں کی نوعیت سے واقف نہیں رہ سکتے جن کے لئے فائناکس کی سولہ درکار ہے۔ یہ کسی بھی ایسے مقصد کے لئے مردہ نہیں کر سکتے جو فریادناہ عز یا معاشرے کی اخلاقی صحت کے لئے نقصان دہ ہے۔

(۳) مردہ کے گچھ ہونے کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ جس چیز (Commodity) پر مردہ ہو رہا ہے وہ فائناکٹر نے خریدی ہو (چاہے کچھ دیر کے لئے ہی ہو اس کی ملکیت اور قبضہ میں آگئی ہو) جس کا مطلب یہ ہوا کہ فائناکٹر اس چیز کو بیچنے سے پہلے اس کا رسک قبول کرتا ہے۔ فائناکٹر کو ملنے والا نفع اسی رسک (عربان) کا صلہ ہے اس طرح کا کوئی رسک سودی قرضہ میں نہیں ہو سکتا۔

(۴) سودی قرضہ میں 'مقرضہ' نے جو رقم واپس کرنی ہوتی ہے وہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھتی رہتی ہے۔ اس کے برعکس مردہ میں طریقین کے درمیان جس قیمت پر ایک مرتبہ اتفاق ہو گیا ہے وہ متعین ہوتی اور رہتی ہے۔

نہذا اگر خریدار (بیک کلائنٹ) بروقت ادائیگی نہیں کر سکتا تب بھی بیچنے والا (بیک)
اس تاخیر کی وجہ سے زیادہ قیمت کا مطالبہ نہیں کر سکتا اس لئے کہ شریعت میں
نقد پر گزرنے والے وقت کی قیمت کا تصور نہیں ہے۔

(۵) لیزنگ میں بھی فائنانسنگ کی پیش کش ایک قابل استعمال اثاثے کے
ذریعے کی جاتی ہے جو پر اپنی ابدیہ (لیز) کے طور پر دی گئی ہے وہ لیز کے پورے
عرصہ میں موجر (فائنانسر) کے طمان (رہسک) میں رہے گی اس لئے ابدیہ پر دی
گئی یہ چیز اگر استعمال کرنے والے کی تصدی یا غفلت کے بغیر چاہ ہو جاتی ہے تو
فائنانسر اور موجر (ابدیہ پر دینے والا) یہ نقصان برداشت کرے گا۔

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اسلامی طریقہ کار میں ہر
فائنانسنگ حقیقی اثاثے وجود میں لاتی ہے۔ حتیٰ کہ یہ بات مرادھو لور لیزنگ پر بھی
اس حقیقت کے باوجود صادق آتی ہے کہ انیس فائنانسنگ کا مثالی طریقہ نہیں سمجھا
گیا اور ان پر مومنا سہنے آخری نتیجہ کے اعتبار سے سودی قرضوں کے قریب ہونے
کا اعتراض کیا جاتا ہے۔ دوسری طرف یہ بات معلوم ہی ہے کہ سود پر مبنی
فائنانسنگ لازمی طور پر حقیقی اثاثے پیدا نہیں کرتی اس لئے جنکوں اور مالیاتی
انروں کی طرف سے جاری کیے جانے والے قرضوں کے نتیجے میں دار کی جو رسد
(Supply) وجود میں آتی ہے وہ معاشرے میں پیدا ہونے والی حقیقی اشیاء اور
خدمات کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتی (بلکہ اس سے بڑھ جاتی ہے) اس لئے کہ یہ
قرضے مصنوعی دار پیدا کرتے ہیں (۱) جس کی وجہ سے اسی مقدار میں حقیقی اثاثے
پیدا ہونے بغیر دار کی رسد بڑھ جاتی ہے بلکہ بعض مواقع تک مٹا بڑھ جاتی

(۱) اس کی جگہ تفصیل ملاحظہ فرمائیے: اسلام اور جدید معیشت، ادارت مس ۱۳۳۳-۱۳۵۵ھ

ہے اور کی رسد اور حقیقی کمائیوں کی پیداوار میں یہ فرق افرطاً زید پیدا کرتا ہے اس میں اضافہ کرتا ہے۔ اسلامی نظام میں چونکہ قاتلہنگ کی پشت پر اٹھتے ہوئے ہی ہیں اس لئے اس کے بالفاظی آنے والی اشیاء و خدمات کے ساتھ ہمیشہ اس کی مطابقت بھی ہوتی ہے۔

۳۔ سرمایہ اور تنظیم (Capital and Entrepreneur)

سرمایہ و دولت نظریہ کے مطابق سرمایہ (Capital) اور آجر (Entrepreneur) دو الگ الگ عوامل ہیں اول الذکر سود حاصل کرتا ہے جبکہ سافر الذکر نفع کا مستحق ہوتا ہے سود فراہمی سرمایہ کا حصین قائم ہے جبکہ نفع صرف اسی صورت میں حاصل ہوتا ہے جبکہ زمین، محنت اور سرمایہ کو ان کا حصین قائم، (نکان) اجرت اور سود کی شکل میں مارنے کے بعد بکھائی جائے۔

اس کے برعکس اسلام سرمایہ اور آجر کو دو الگ الگ عوامل پیداوار حلیم میں کرتا ہے وہ شخص جو کسی کاروباری ادارے میں (نقد شکل میں) سرمایہ شامل کرتا ہے وہ ادارے کا ریسک بھی ضرور لیتا ہے اس لئے وہ حقیقی نفع کے ایک تناسب حصہ کا حق دار ہے اس طرح کاروبار کے ریسک کی حد تک سرمایہ اپنے اندر آجر ہونے کا ضمیمہ بھی رکھتا ہے اس لئے وہ سود کی شکل میں ایک حصین قائم حاصل کرنے کی بجائے نفع حاصل کرتا ہے۔ جتنا کاروبار کا نفع زیادہ ہوگا اتنا ہی سرمایہ کا فائدہ (Return) بھی بڑھ جائے گا۔ اس طرح سے معاشرے میں ہونے والی کاروباری سرگرمیوں کے واسطے حاصل ہونے والے منافع تمام ان لوگوں میں منصفانہ طور پر تقسیم ہو جاتے ہیں جو کاروبار میں اپنا سرمایہ شامل کرتے ہیں طولیہ سرمایہ نکٹائی کم کیاں نہ ہو۔ جدید طریق عمل کے مطابق چونکہ یک اور مالیاتی

لوہے ہی ہیں جو اپنے ہاں جمع شدہ لوگوں کی لافوں میں سے کاروباری سرگرمیوں کیلئے سرمایہ فراہم کرتے ہیں۔ اس لئے معاشرے میں حاصل ہونے والے حقیقی نتائج کا ہمارا عام کھانا دلوں (Depositors) کی طرف ایک منصفانہ تقاسب کے ساتھ ہونا چاہیے جس سے دولت ایک وسیع دائرے میں تقسیم ہوگی اور اس کے چند ہاتھوں کے اندر لوہاروں میں رکھنا پڑے گی۔

(۵) اسلامی بینکوں کی موجودہ کارکردگی :

اسلامی تحریکی نظام کے خلاف بعض لوگات یہ دلیل دی جاتی ہے کہ گزشتہ تین عشروں سے جو اسلامی بینک اور مالیاتی ادارے کام کر رہے ہیں وہ معاشی سین اپ میں حتیٰ کہ صرف ٹاکنسک کے میدان میں بھی کوئی واضح نظر آنے والی تبدیلی نہیں لائے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی بنکاری کے ذریعہ سرمایہ "تقسیم دولت میں انصاف" (Distributive Justice) کے بلند بانگ دعوے مبالغہ آمیز ہیں۔

لیکن یہ تنقید حقیقت پرندہ نہیں ہے، اس لئے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس تنقید میں اس حقیقت کو غور نہیں رکھا گیا کہ اسلامی بینکوں کا روایتی بینکوں کے ساتھ تقاسب دیکھا جائے تو اسلامی بینک سمندر میں ایک قطرہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے اس لئے ان کے بارے میں یہ خیال نہیں کیا جاسکتا کہ وہ مختصر سے عرصے میں معیشت کے اندر کوئی انقلاب برپا کر دیں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ اسلامی ادارے ابھی بچپن کی عمر سے گزر رہے ہیں انہیں بہت ساری مجبوریوں کے اندر کام کرنا ہوتا ہے اس لئے ان میں سے بعض تو اپنے تمام وسائلوں میں شریعت کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کے قابل

نہیں ہوتے اس لئے ان میں طے پانے والے ہر ہر معاملے اور معاملے کو شریعت کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔

تیسری بات یہ ہے کہ اسلامی بینکوں اور مالیاتی اداروں کو عموماً منجھتوں کی شکوحتوں، ٹیکسوں اور قانون کے نظام اور مرکزی بینکوں کا تعاون حاصل نہیں ہوتا ایسی صورت حال میں انہیں حاجت یا ضرورت کی بنیاد پر بعض خاص رعایتیں اور رخصتیں دی جاتی ہیں جو شریعت کے اصل اور مثالی قواعد پر مبنی نہیں ہوتیں۔

ایک عملی ضابطہ حیات ہونے کے باطنے اسلام میں احکام کے دو سیٹ ہیں پہلا شریعت کے مثالی اہداف پر مبنی ہے جس پر معمول کے حالات میں عمل کیا جاسکتا ہے دوسرا بعض رعایتوں اور سہولتوں پر مبنی ہے جو غیر معمولی حالات میں دی جاتی ہیں اصل اسلامی نظام قواعد الذکر اصولوں پر ہی مبنی ہے جبکہ تاخر الذکر ایک رخصت ہے جسے ضرورت کے موقع پر استعمال کیا جاسکتا ہے لیکن اس سے اسلامی نظام کی اصل تصویر سامنے نہیں آتی۔

مجموعوں اور پانچوں میں رہنے کی وجہ سے عموماً اسلامی بینک دوسرے قسم کے احکام پر انحصار کرتے ہیں اس لئے ان کی سرگرمیاں ان کے عمل کے محدود دائرے میں بھی کوئی واضح تبدیلی نہیں لاسکتیں۔ البتہ اگرچہ رائج بینک سسٹم مثالی اور اسلامی قواعد پر مبنی ہو تو یقیناً معیشت پر اس کے نمایاں اثرات مرتب ہوں گے۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ ذمہ فکر کتاب چونکہ موجودہ دور کے مالیاتی اداروں کے بارے میں رائج کتاب کی حیثیت رکھتی ہے اس لئے اس میں دونوں طرح کے اسلامی احکامات کو ذمہ بحث لایا گیا ہے شروع شروع میں ناچائیک کے

مثلی اسلامی اصولوں پر تفصیلی مکتبہ کی مکتبی ہے، بعد میں ان مکتبہ سے بہتر مکتبہ نکلنے پر بحث کی گئی ہے، جنہیں عبوری دور میں استعمال کیا جاسکتا ہے، جہاں اسلامی لوگوں سے موجود قانونی اور مالیاتی سسٹم کے دہانہ میں کام کر رہے ہیں، ان مکتبہ نکلنے کے بارے میں بھی شریعت کے واضح اصول موجود ہیں، اور ان کا بڑا مقصد سہولت کا، ترجیح دینا، عمل اختیار کر کے مکمل کھلا حرام سے بچنا ہے، اس سے اگرچہ صحیح اسلامی نظام قائم کرنے کے بنیادی مقصد میں زیادہ مدد نہیں ملے گی لیکن یہ راہ عمل صرف حرام سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے انجام بد سے محفوظ رہنے میں ضرور مدد دے گا، جو کہ ایک مسلمان کے لئے بذات خود بڑا محبوب مقصد ہے، اگرچہ یہ فرد کی سطح پر ہی ہو۔ مزید برآں اس سے معاشرے کو مکمل اسلامی نظام قائم کرنے کے مثالی ہدف کی طرف توجہ دہانہ میں بھی مدد ملے گی، اس کتاب کا مطالعہ اسلامی شریعت کی اس حکیم کی روشنی ہی میں کیا جانا چاہیے۔

تعارف

”مشدک“ اصل میں عربی زبان کا لفظ ہے جس کا لغوی معنی شریک ہوا (حصہ دار بننا) ہے۔ کاروبار اور تجارت کے سیاق و سباق میں اس سے مراد ایک ایسا مشترک کاروبار ہوتا ہے جس میں سب حصہ دار مشترک کاروباری مسم کے نفع یا نقصان میں شریک ہوتے ہیں۔ یہ سود پر مبنی قمویل کا ایک مثالی متبادل ہے جس کے دولت کی پیدائش اور تقسیم دونوں پر دور رس اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جدید سرمایہ دارانہ معیشت میں سود واحد ذریعہ ہے جسے ہر قسم کی قمویل (فنانس) سرمایہ کے لئے بے دھڑک استعمال کیا جاتا ہے، اسلام میں سود چونکہ حرام ہے اس لئے اسے کسی قسم کی قمویل (Financing) کیلئے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے اسلامی اصولوں پر مبنی معیشت میں مشدک بڑا جائداد کر دار لدا کر سکتا ہے۔

سودی نظام میں فائنا نسر (قمویل کار) کی طرف سے دیے جانے والے قرضہ پر دائرہ واپس کی جانے والی مقدار پہلے سے طے کر لی جاتی ہے قطع نظر اس سے کہ قرضہ لینے والے کو نفع ہوتا ہے یا نقصان، جبکہ مشدک میں واپس کی جانے والی رقم کی شرح پہلے سے طے نہیں کی جاسکتی بلکہ اس میں منافع مشترک کاروباری مسم میں حاصل ہونے والے حقیقی نفع پر مبنی ہوتا ہے۔ سودی قرضہ میں سرمایہ فراہم کرنے والا (فائنا نسر) کبھی بھی نقصان نہیں اٹھاتا، جبکہ مشدک میں فائنا نسر کو نقصان بھی ہو سکتا ہے جبکہ مشترک کاروباری مسم اپنے ثمرات ظاہر کرنے میں ناکام رہے۔ اسلام نے سود کو غیر متعلقہ طریقہ قرار دیا ہے اس لئے کہ اس کا

نتیجہ قرض دینے اور لینے والے دونوں کے لئے باہمی فائدہ کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ اگر مقروض کو کاروبار میں نسرہ ہو جاتا ہے تو قرض دینے والے کی طرف سے تحصیل زیادتی کی شرح کے ساتھ واپسی کا مطالبہ باہمی فائدہ کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ اگر قرض لینے والا بہت بڑا نفع کما لیتا ہے تو نفع کا معمولی سا حصہ قرض دینے والے کو دے کر باقی سب اپنے پاس رکھ لینا باہمی فائدہ کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

جدید معاشی نظام میں بینک ہی ہیں جو ٹکڈزٹ ہو لڈرز کی رقوم سے صنعت کاروں اور کاروباروں کو قرضے فراہم کرتے ہیں۔ اگر کسی صنعت کار کے پاس اپنے مصرف دس ملین ہیں تو وہ ٹکڈزٹ سے نوے ملین حاصل کرے گا اور اس سے ایک بہت بڑا نفع بخلی پر ایکٹ شروع کر دے گا۔ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ پر ایکٹ کا نوے فیصد حصہ عام کھانا داروں کی رقوم سے وجود میں آیا ہے اور صرف دس فیصد اس کے اپنے سرمایہ سے۔ اگر اس پر ایکٹ میں بہت بڑا نفع حاصل ہوتا ہے تب بھی اس کا پچھوٹا سا حصہ (مثلاً چودہ یا پندرہ فیصد) ٹکڈزٹ کے ذریعے عام کھانا داروں تک جائے گا۔ جبکہ باقی سارا کاروبار کا نفع صنعت کار کو حاصل ہو گا۔ جس کا پر ایکٹ میں اپنا حصہ دس فیصد سے زائد نہیں تھا۔ پھر یہ چودہ یا پندرہ فیصد نفع بھی صنعت کار واپس لے لیتا ہے۔ اس لئے کہ شرح سود کو وہ اپنی پیدوار کی لاگت میں شمار کرتا ہے (جس سے مصنوعات کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں)۔ آخری نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کاروبار کا سارا کاروبار کا نفع ان لوگوں کو چلا جاتا ہے جن کا اپنا سرمایہ نکل سرمایہ کے دس فیصد سے زائد نہیں تھا۔ جبکہ جو عوام نوے فیصد سرمایہ کاری کے مالک تھے انہیں تحصیل شرح کے ساتھ سود کے علاوہ کچھ نہیں ملا اور یہ بھی مصنوعات کی قیمت بڑھا کر ان سے واپس لے لیا جاتا ہے۔ اس کے برخلاف اگر غیر معمولی صورت حال میں صنعت کار واپس لے لیا جائے تو اس کا اپنا نقصان دس فیصد سے زائد

نہیں ہو گا جبکہ باقی نوے فیصد عسارہ مکمل طور پر بینک کو اور بعض حالات میں کھانا
داروں کو اخلاء چارے لگ اس طرح سے شرح سود اس نظام تقسیم دولت کی
باجواز یوں کا اصل سبب ہے جس میں مستقل طور پر امیر کی حمایت میں اور غریب
کے مفادات کے خلاف رجحان پیدا جاتا ہے۔

اس کے برعکس اسلام میں سرمایہ فراہم کرنے والے کیلئے ایک بہت
واضح اصول موجود ہے وہ یہ کہ سرمایہ فراہم کرنے والے کو ہزاری طور پر یہ فیصلہ
کرنا ہو گا کہ وہ انسانی ضروری کی بنیاد پر مقرض کی مدد کرنے کیلئے قرضہ فراہم کر
رہا ہے یا سرمایہ لینے والے کے منافع میں شامل ہونا چاہتا ہے۔ اگر یہ صرف
مقرض کی مدد کرنا چاہتا ہے تو اسے اپنے اپنے ہوئے قرضہ کی اصل مقدار سے
ذائد کسی مطالبہ سے بچنا چاہیے۔ اس لئے کہ اس کا مقصد ہی اس کی مدد کرنا ہے
لیکن اگر وہ سرمایہ لینے والے کے نفع میں شریک ہونا چاہتا ہے تو یہ ضروری ہو گا کہ
اس کے نقصان میں بھی شریک ہو "لذا امثلہ" کہ میں فائدا خیر کا منافع نکار دہر کے
ذریعے حاصل ہونے والے حقیقی نفع سے دولت ہوتا ہے نکار دہر میں نفع جتنا زیادہ
ہو گا فائدا خیر کے منافع کی شرح بھی اتنی ہی بڑھ جائے گی۔ اگر نکار دہر بہت زیادہ
نفع کما لیتا ہے تو ایسا نہیں ہو سکا کہ وہ سارا سدا صنعت کاری بلا شرکت غیر سے
سنبھال لے بلکہ بینک کے کھاتہ دار ہونے کی حیثیت سے عام لوگ بھی اس میں
حصہ دار ہوں گے۔ اس طرح مسئلہ کہ میں ایک ایسا رجحان پیدا جاتا ہے جو صرف
امیر کی بجائے عام لوگوں کی حمایت میں ہے۔

یہ ہے وہ بنیادی غلط فہمی سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ اسلام مسئلہ کہ کو
سودی قرضوں (Finance) کے متبادل کے طور پر کیوں توجہ کرتا ہے 'بے شک
مسئلہ کہ کو ایک عمومی طریقہ قرضوں کے طور پر مکمل طور پر اٹھانے میں بہت سی

معلیٰ مشکلات بھی ہیں بعض لوگ اسے یہ خیال بھی کیا جاتا ہے کہ مشدک ایک قدیم طریقہ و قول ہے جو سچ و قد معطلوں کی نسبت نئی ضرورتوں کا ساتھ نہیں دے سکتا لیکن اس خیال کا منشا مشدک کے شرعی اصولوں سے کمالہ واقفیت نہ ہونا ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے مشدک کی کوئی نئی شکل یا متعین طریقہ و کار مقرر ہی نہیں کیا بلکہ اس نے چند عمومی اصول بتائے ہیں جن میں مختلف معلیٰ شکلوں اور طریقہ ہائے کار کی گنجائش ہے۔ مشدک کی کسی نئی شکل یا طریقہ و کار کو محض اس بنیاد پر مسترد نہیں کیا جاسکتا کہ ماضی میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ درحقیقت مشدک کی ہر نئی شکل شریعت کی نظر میں کامل قبول ہے جب تک کہ وہ قرآن و سنت اور اجماع امت کے خلاف نہ ہو۔ اس لئے یہ ضروری نہیں کہ مشدک کو اپنی روایتی اور قدیم شکل میں ہی اپنایا جائے۔

اس باب میں مشدک کے بنیادی اصولوں پر اور ان طریقوں پر بحث کی گئی ہے جن کے ذریعے جدید کاروبار اور تجارت میں ان اصولوں کو نافذ کیا جاسکتا ہے۔ اس بحث کا مقصد بنیادی قواعد کی خلاف ورزی سے بچتے ہوئے مشدک کو جدید طریقہ و قول کے طور پر متعارف کرانا ہے۔ مشدک کا اختلاف اسلامی فقہ کی کتابوں اور ان بنیادی مشکلات کے حوالہ سے کر لیا گیا ہے جو جدید صورت احوال میں اس کی معلیٰ حلیہ میں پیش آسکتی ہیں۔ امید ہے کہ یہ مختصر بحث مسلمان فقہاء اور ماہرین معیشت کیلئے سوچ کے لئے افق کھولے گی اور صحیح اسلامی معیشت نافذ کرنے میں مددگار ہوگی۔

مشارکہ کا تصور

”مشارکہ“ ایک ایسی اصطلاح ہے جس کا اسلامی طریقہ پائے قبولی (Modes of Financing) کے ساتھ وفاق میں بکثرت حوالہ آتا رہتا ہے۔ اس اصطلاح کا مراد یہ مفہوم ”شریکہ“ کی اصطلاح سے دراصل یہ ہے جو عام طور پر اسلامی فقہ کی کتابوں میں استعمال ہوتی ہے۔ ان دونوں کے بغیر ہی تصور کو ظاہر کرنے کیلئے شروع ہی میں یہ مناسب ہے کہ دونوں اصطلاحوں کی اس اہمیت سے بھرنا کر دی جائے کہ یہ ایک دوسرے سے ممتاز ہو سکیں۔

اسلامی فقہ میں ”شریکہ“ کا معنی ہے ”حصہ دار بنانا“ فقہ میں اس کی دو قسمیں کی جاتی ہیں۔

(۱) شریکۃ المک: اس کا معنی ہے کہ دو یا زیادہ مخلصوں کی ایک ہی چیز میں مشترکہ ملکیت ہو۔ ”شریکہ“ کی یہ قسم دو مختلف طریقوں سے وجود میں آتی ہے، پہلی تو یہ شرکت مختلف طریقوں (شرکاء) کے اپنے اختیار سے عمل میں آتی ہے، مثال کے طور پر دو شخص مل کر کوئی سامان خریدتے ہیں۔ یہ سامان مشترکہ طور پر دونوں کی ملکیت میں ہو گا اور اس سامان کی چیز کے حوالے سے ان دونوں کے درمیان جو تعلق قائم ہوا ہے یہ ”شریکۃ المک“ کہلاتا ہے۔ یہاں پر ان دونوں کے درمیان یہ تعلق دونوں کی اپنی مرضی سے وجود میں آیا ہے اس لئے کہ ان دونوں نے خود اسے مشترکہ طور پر خریدنے کی راہ منتخب کی ہے۔

دوسری قسم یہ ہے جس میں ایسی بھی جاتی ہیں جن میں شرکاء کے کسی عمل کے بغیر ہی شرکت خود بخود عمل میں آجاتی ہے مثلاً کسی شخص کے مرنے کے بعد اس

کی ساری کی ساری ملوک چیزیں اس کی موت کے نتیجے میں طود بطور اس کے وارثوں کی مشترکہ ملکیت میں آجاتی ہیں۔

(۲) شركة العقد: یہ شرکت کی دوسری قسم ہے اس سے مراد ہے "دہ شرکت (Partnership) ہے جو باہمی معاہدہ سے عمل میں آنے انحصار کی خاطر ہم اس کا ترجمہ Joint Commercial Enterprise (مشترکہ کاروباری ادارہ) کر سکتے ہیں۔

شریکہ عقد کی آگے باتیں نہیں ہیں۔

(۱) شرکت الاموال: جس میں شرکاء مشترکہ کاروبار میں اپنا اپنا کچھ سرمایہ لگاتے ہیں۔

(۲) شرکت الاعمال: جس میں شرکاء مشترکہ طور پر گاہکوں کو چند خدمات مہیا کرنے کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں اور جن سے وصول ہونے والی فیس (اجرت) انہیں میں پہلے سے طے شدہ تناسب سے تقسیم ہو جاتی ہے۔ مثلاً دو آدمی اس بات پر اتفاق کر لیتے ہیں کہ وہ اپنے گاہکوں کو خیالی کی خدمات فراہم کریں گے اور یہ شرط بھی طے کر لیتے ہیں کہ اس طرح حاصل ہونے والی اجرتیں ایک مشترکہ کھاتے میں جمع ہوتی رہیں گی اور دونوں کے درمیان تقسیم کی جائیں گی قطع نظر اس سے کہ دونوں شرکاء کا کیا ہوا کام حقیقتاً کتنا ہے یہ شرکت الاعمال کھانے کی اسے شرکت انتھیل "شرکت تصانیع اور شرکت الادیان بھی کہ دیا جاتا ہے۔

(۳) شرکت لھجہ کی تیسری قسم شرکت المرحۃ ہے اس شرکت میں شرکاء کسی قسم کی بھی سرمایہ کاری نہیں کرتے وہ بس اعانتی کرتے ہیں کہ اشیاء تجارت ادھار قیمت پر خرید کر غلط قیمت پر بیچ دیتے ہیں جو نفع حاصل ہوتا ہے وہ

پہلے سے ملے شدہ تناسب سے تقسیم کر لیا جاتا ہے۔

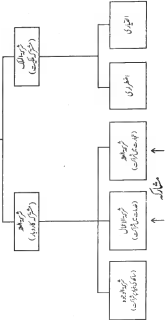
شرکت کی ان تینوں صورتوں کو اسلامی فقہ کی اصطلاح میں ”شریکہ“ کہا جاتا ہے جبکہ ”مشارکہ“ کی اصطلاح فقہ کی کتابوں میں نہیں ملتی۔ یہ اصطلاح ان حضرات نے آج کل متعارف کرائی ہے جنہوں نے اسلامی طریقہ ہائے تمویل پر لکھا ہے اور یہ اصطلاح عموماً ”شریکہ“ کی اس خاص قسم تک محدود ہوتی ہے جسے شریکہ لامعامل کہا جاتا ہے جہاں دو یا زیادہ افراد کی مشترکہ کاروباری مہم میں اپنا اپنا سرمایہ لگاتے ہیں۔ تاہم بعض اوقات یہ اصطلاح (مشارکہ) شریکہ لامعامل کو بھی شامل ہوتی ہے جبکہ شرکت خدمات (Services) کے کاروبار میں وجود میں آئے۔

مذکورہ مکتلو سے یہ بات واضح ہو چکی ”شریکہ“ کی اصطلاح ”مشارکہ“ کے اس مضموم سے دستاویزی رکھتی ہے جس کے لئے یہ لفظ (مشارکہ) آج کل استعمال ہو رہا ہے۔ مشارکہ کا مضموم شریکہ لامعامل تک ہی محدود ہے جبکہ شریکہ کا لفظ سبھی ملکیت اور شرکت دہری کی ساری صورتوں کو شامل ہے۔ جدول نمبر ۱ سے شریکہ کی مختلف قسمیں اور جدید اصطلاح میں مشارکہ کو لانے والی قسمیں معلوم ہو جائیں گی۔

چونکہ مشارکہ عہد سے موضوع بحث سے زیادہ متعلق ہے اور مشارکہ تقریباً شریکہ لامعامل ہی کا مترادف ہے اس لئے اب ہم اپنی مکتلو اسی پر مرکوز کرتے ہوئے شروع شروع میں شرکت کی اس قسم کے روایتی تصور کی تشریح کریں گے اس کے بعد جدید فائدہ مند کے تصور میں اس کے عملی اضمحلال کے بارے میں مختصر بات کریں گے۔

جدول نمبر 9 :

شرکت



مشارکہ کے بنیادی قواعد

۱۔ مشارکہ یا شریک کا سوا ایک ایسا تعلق ہے جو حقیقت فریقوں کے ہاں بھی معاہدے سے قائم ہوتا ہے اس لئے یہ بات بتانے کی ضرورت نہیں کہ کسی عقد کے صحیح ہونے کیلئے جو لوازم ہوتے ہیں ان کا یہاں پلایا جانا بھی ضروری ہے مثال کے طور پر دونوں پارٹیوں میں عقد کرنے کی اہلیت بھی ہو (ان میں سے کوئی بمشکل وغیرہ نہ ہو) یہ عقد کسی دہاؤ، دھوکہ دہی اور غلط عیاقی کے بغیر فریقین کی آزاد و مرضی سے مکمل ہونا چاہئے، وغیرہ وغیرہ البتہ کچھ ایسے لوازم بھی ہیں جو "مشارکہ" کے معاہدے کے ساتھ ہی خاص ہیں ان پر یہاں مختصر اور روشنی ڈالی جاتی ہے۔

منافع کی تقسیم :

۲۔ شرکاء میں تقسیم ہونے والے منافع کی شرح معاہدے کے پانچ اصول ہونے کے وقت طے ہو جاتی ہے اگر اس طرح شرح منافع طے نہ کی گئی تو عقد شرعاً درست نہیں ہوگا۔

۳۔ ہر شریک کے نفع کی شرح کاروبار میں حقیقتاً ہونے والے نفع کی نسبت سے طے ہوئی چاہیے اس کی طرف سے کی جانے والی سرمایہ کاری کی نسبت سے نہیں یہ جائز نہیں ہے کہ کسی شریک کیلئے کوئی نگی بندھی عقد مقرر کر لی جائے یا نفع کی ایک شرح طے کر لی جائے جو اس کی طرف سے لگائے گئے سرمائے سے منسلک ہو (یعنی کسی شریک کے بدلے میں یہ طے کرنے کی بجائے کہ حقیقی منافع کا انحصار لگایا جائے کر لینا کہ وہ اپنی لگائی ہوئی رقم کا انحصار لگایا جائے نہیں

ہے)

لہذا اگر صرف "بور" تب "ایک شرکت کرتے ہیں" اور یہ طے کر لیا جاتا ہے کہ "مطلب" ماہانہ دس ہزار روپیہ نفع میں سے اپنے حصہ کے طور پر لے گا اور باقی باقی سدا نفع "تب" کا ہو گا تو یہ شرکت شرعاً صحیح نہیں ہوگی اسی طرح اگر اس بات پر اتفاق کر لیا جاتا ہے کہ "الف" اپنی سرمایہ کاری کا چندہ فیصد بطور منافع وصول کرے گا تو بھی یہ عقد صحیح نہیں ہوگا۔ نفع تقسیم کرنے کی صحیح بنیاد یہ ہے کہ کاروبار کو حاصل ہونے والے حقیقی نفع کا فیصد طے کیا جائے۔

اگر کسی شرکت کے لئے کوئی کمی بندھی رقم یا اس کی سرمایہ کاری کا تحمین فیصدی حصہ طے کیا جاتا ہے تو معاہدے میں اس بات کی بھی اچھی طرح تصریح ہونی چاہیے کہ یہ مدت کے اختتام پر ہونے والے آخری حساب کتاب کے تابع ہو گا اس طرح سے اس کا مطلب یہ ہو گا کہ کوئی بھی حصہ دار اپنی حقیقی رقم نکلائے گا اس کے ساتھ جزوی طور پر منفعی (Payment on Account) (۱) والا معاملہ کیا جائے گا اور اسے اس حقیقی نفع میں ایڈجسٹ کر لیا جائے گا جس کا وہ مدت کے اختتام پر مستحق ہو گا اگر کاروبار میں کوئی نفع ہوا ہی نہیں یا توقع اور اندازے سے کم ہوا ہے تو اس شریک نے جو رقم نکلائی ہے وہ واپس کرنا ہوگی۔

نفع کی شرح :

۴۔ کیا یہ ضروری ہے کہ ہر شریک کیلئے طے کیا جانے والے نفع کا تناسب اس

(۱) یعنی کسی مابین ہوا قرضے یا مالیت کی جزوی فراہمی جس میں حصہ یہ ہوتا ہے کہ کام مکمل ہونے پر باقی قرضوں کے مطابق فراہمی کر دی جائے گی (محترم)

کی طرف سے لگائے گئے سرمایہ کے تناسب کے مطابق ہو؟ اس سوال کے بارے میں مسلم فقہاء کے مختلف نقطہ ہائے نظر ہیں۔

امام مالک اور امام شافعی کے مذاہب کے مطابق ”مشدک“ کے صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہر شریک اپنی سرمایہ کاری کے تناسب کے ہائیکل مطابق ہی نفع حاصل کرے۔ لفظ ”ادار“ ”لف“ کی طرف سے لگایا گیا سرمایہ کل سرمایہ کا چالیس فیصد ہے تو وہ کل نفع کا بھی چالیس فیصد ہی لے گا ہر ایسا معاہدہ جس کی رو سے وہ چالیس فیصد سے کم یا اس سے زیادہ نفع کا مستحق بنتا ہے مشدک کو شرعاً غیر صحیح بتا دے گا۔

اس کے برعکس امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ نفع کا تناسب سرمایہ کاری کے تناسب سے مختلف ہو سکتا ہے مگر یہ بات حصہ داروں کے درمیان آزاد مرضی سے طے پا جانے لگتا ہے جائز ہے کہ جس کی سرمایہ کاری چالیس فیصد ہے وہ ساٹھ یا ستر فیصد نفع لے لے جبکہ ساٹھ فیصد سرمایہ کاری والا نفع کا تیس یا چالیس فیصد لے گا۔

تیسرا نقطہ و نظر وہ ہے جو امام ابو حنیفہ کی طرف سے پیش کیا گیا ہے جسے پہلے ذکر کر دہ دو نقطہ ہائے نظر کے درمیان ایک متوسط راہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ عام حالات میں تو نفع کا تناسب سرمایہ کاری کے تناسب سے مختلف ہو سکتا ہے لیکن اگر کوئی شریک معاہدے میں یہ صریح شرط لگا دیتا ہے کہ وہ ”مشدک“ کے لئے کوئی کام نہیں کرے گا اور مشدک کی پوری مدت کے دوران وہ غیر عامل حصہ دار (Sleeping Partner) رہے گا تو نفع میں اس

کے حصے کا تناسب اس کی سرمایہ کاری کے تناسب سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔^(۱)
نقصان میں شرکت :

لیکن نقصان کی صورت میں تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ ہر شریک اپنی سرمایہ کاری کی نسبت ہی سے نقصان برداشت کرے گا۔ لہذا اگر ایک حصہ دہنے والے چالیس فیصد سرمایہ لگایا ہے تو اسے لازماً خدا سے کا بھی چالیس فیصد ہی برداشت کرنا ہو گا۔ اس سے کم یا زیادہ نہیں اس کے خلاف معاہدے میں جو شرط بھی لگائی جائے گی اس سے معاہدہ غیر صحیح ہو جائے گا۔^(۲) اس اصول پر (کہ نقصان سرمایہ کاری کی نسبت سے برداشت کرنا ہو گا) فقہاء کا اجماع ہے۔^(۳)

لہذا امام شافعی کے نزدیک ہر شریک کا نفع یا نقصان دونوں میں حصہ اس کی سرمایہ کاری کے تناسب کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ لیکن امام ابو حنیفہ اور امام احمد کے نزدیک نفع کی نسبت تو شرکاء کے درمیان طے شدہ معاہدے کے مطابق سرمایہ کاری کے تناسب سے مختلف ہو سکتی ہے لیکن نقصان حصہ دہندوں میں سے ہر ایک کی سرمایہ کاری کے تناسب سے تقسیم ہونا چاہیے۔ یہ اصول ایک مشہور فقہی قول (Maxim) میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

”الربح علی ما اصطلاحا علیہ والوضیعة علی قدر المال۔“

”نفع فریقین میں طے پانے والی نسبت پر مبنی ہو گا اور خسارہ دہندگان کے مطابق۔“

(۱) الکامل فی تاریخ اصلاح ج ۹ ص ۱۶۲، ۱۶۳

(۲) ابن تیمیہ کے قول ج ۲ ص ۱۶۳ (۱۶۴) میں محدث دوسری (۱۶۴) کا قول اور امام مالک ج ۱ ص ۱۶۳

۱۶۳ میں ابن تیمیہ کے قول ج ۲ ص ۱۶۳ (۱۶۴) میں محدث دوسری (۱۶۴) کا قول اور امام مالک ج ۱ ص ۱۶۳

(۳) ابن تیمیہ ج ۲ ص ۱۶۳، ۱۶۴

سرمایہ کی نوعیت

اکثر فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ ہر حصہ دہر کی طرف سے لگایا جائے والا سرمایہ سیال (Liquid) شکل میں ہونا چاہیے جس کا مطلب یہ ہوا کہ مشترک کا معاہدہ زر (Money) میں ہونا چاہیے تاہم اس مسئلے میں فقہاء کے مختلف نقطہ ہائے نظر موجود ہیں۔

(۱) لام مالک کے نزدیک سرمایہ کا نقد شکل میں ہونا مشترک کے صحیح ہونے کے لئے شرط نہیں ہے۔ اس لئے یہ جائز ہے کہ کوئی شریک مشترک میں اپنا حصہ اشیاء کی شکل میں ڈالے لیکن اس صورت میں اس شریک کے حصے کا قصص جدرخ معاہدہ کو بدکیٹ ریٹ کے مطابق قیمت لگا کر کیا جائے گا۔ بعض ضلی فقہاء نے بھی اسی نقطہ نظر کو اختیار کیا ہے۔

(۲) لام ابو حنیفہ اور لام احمد کے نزدیک غیر نقد اشیاء کی شکل میں کوئی حصہ قابل قبول نہیں ہے۔ ان کا یہ مذہب دو دلیلوں پر مبنی ہے۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ ہر شریک کی اشیاء دوسرے کی اشیاء سے بیحد ممتاز اور منفک ہوتی ہیں مثال کے طور پر "تلف" نے ایک سوڑ کار کاروبار میں شریک کی ہے اور "ب" بھی ایک سوڑ کار کاروبار میں شریک کرنے کیلئے لے آتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کی کار اس کی انفرادی اور ذاتی ملکیت ہے۔ اب اگر "تلف" کی کار (کاروبار میں شامل ہونے کے بعد) بیچ دی جاتی ہے تو بیچ کے تمام حقوق "تلف" ہی کی طرف منسوب نہیں گئے۔ "ب" کو اس کی قیمت میں سے کسی حصے کے مطالبہ کا حق نہیں ہے۔

لذا چونکہ ہر شریک کی ملکیت دوسرے سے الگ ہے اس لئے کوئی شرکت وجود میں نہیں آئے گی اس کے برعکس اگر ہر ایک کی طرف سے لگایا گیا سرمایہ نقد کی شکل میں ہے تو ہر حصہ دار کا حصہ دوسرے سے الگ نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ ہر ایک کا اپنا قابل تقسیم حصہ ہو گا اس لئے نقد کے بارے میں یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ ایک مشترکہ حوض (Common Pool) تشکیل دے جس سے شرکت وجود میں آسکے۔ (۱)

یہ صورت دوسری دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مشارکہ کے معاہدہ میں بعض ایسے حالات بھی پیدا ہو جاتے ہیں جبکہ لگا ہوا سرمایہ تمام حصہ داروں میں دوبارہ تقسیم کرنا پڑ جاتا ہے اگر لگایا ہوا سرمایہ غیر نقد اشیاء کی شکل میں ہو گا تو دوبارہ تقسیم ممکن نہ ہوگی اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ ان اشیاء کو اسی وقت بچا جائے۔ اب اگر سرمایہ ان اشیاء کی قیمت کی بنیاد پر واپس کیا جاتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ (بعض اشیاء کی قیمتیں) بڑھ چکی ہوں تو یہ امکان موجود ہے کہ ایک شریک کاروبار کا پورا منفعہ لے جائے اور دوسرے شریک کے لئے کچھ بھی نہ بچے اس لئے کہ قیمت انہی اشیاء کی بڑھی ہے جو اس نے شریک کی قیمتیں اس کے برعکس اگر ان اشیاء کی قیمتیں گر جاتی ہیں تو یہ امکان موجود ہے کہ ایک شریک اپنی سرمایہ بھاری واپس لینے کے علاوہ دوسرے شریک کی اصل قیمت کا کچھ حاصل کر لے۔ (۲)

(۳) نام خاص لے نہ کرہ بالا دونوں گروہ کے درمیان میں ایک حتمی حلقہ نظر اختیار کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اشیاء دو قسم کی ہوتی ہیں۔

(۱) اگامی: تاریخ مصالیح ص ۶۰ ص ۵۹

(۲) ایضاً: اگامی ص ۵۴ ص ۵۵

۱۔ ذوات الامثال 'یعنی وہ اشیاء جو اگر ہلاک ہو جائیں تو ان کا جہان ایسی چیز کے ساتھ دیا جائے گا جو معیار اور مقدمہ میں ہلاک ہونے والی تھی ہے ' جیسے گندم ' پال و غیرہ۔ اگر سو کھو گندم ضائع ہو جائے تو آسانی سے اسی معیار کی سو کھو گندم دی جاسکتی ہے۔

۲۔ ذوات الغیر 'یعنی وہ اشیاء جن کے ہلاک ہونے کی صورت میں اسی جیسی اشیاء کے ساتھ جہان لوٹ کر دیا جائے گا ' جیسے حیوانات ' مثال کے طور پر بکریوں کا ہر فرد اپنی الگ خصوصیات رکھتا ہے جو دوسرے میں نہیں پائی جاتیں اس لئے اگر کوئی شخص کسی کی بکریاں ہلاک کر دیتا ہے تو اسی جیسی بکریاں دے کر جہان لوٹیں کیا جاسکتا ہے اس کی جگہ ان بکریوں کی قیمت لوٹ کر دے گی۔

ب لام شافعی فرماتے ہیں کہ پہلی قسم کی اشیاء (یعنی ذوات الامثال) کو مسترد کر میں کسی حصہ کے طور پر شامل کیا جاسکتا ہے جبکہ دوسری قسم کی اشیاء (یعنی ذوات الغیر) شیر کیٹل کا حصہ نہیں بن سکتیں۔

ذوات الامثال اور ذوات الغیر میں اس فرق کے ذریعے لام شافعی نے غیر نقد اشیاء کے ذریعے شراکت پر دوسرے اعتراض کا حل پیش کر دیا ہے جو لام احمد کی طرف سے اٹھایا گیا تھا اس لئے کہ ذوات الامثال کی صورت میں سرمایہ کی دوبارہ تقسیم اس طرح کی جاسکتی ہے کہ ہر شریک کو اسی طرح کی اشیاء لوٹ دی جائیں جو اس نے کاروبار میں لگائی تھیں۔ تاہم پہلے اعتراض کا ابھی تک لام شافعی کی طرف سے کوئی جواب نہیں دیا گیا۔

اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے لام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ وہ اشیاء جو

ذات الامثال میں داخل ہیں وہ مشترک سرمایہ کا حصہ اس صورت میں بن سکتی ہیں جبکہ ہر حصہ دار کی طرف سے لگائی گئی اشیاء کو آپس میں اس طرح ملایا جائے کہ ہر شریک کی اشیاء دوسرے سے ممتاز نہ ہو سکیں۔

حاصل یہ کہ اگر کوئی شریک کسی مشترک میں غیر نقد اشیاء کو شامل کر کے حصہ لینا چاہتا ہے تو لام مالیت کے مذہب کے مطابق وہ بغیر کسی رکاوٹ کے ایسا کر سکتا ہے اور مشترک میں اس کے حصہ کی تعین مشترک وجود میں آنے کی بدولت کوئی اشیاء کی مراد بازاری قیمت کی بنیاد پر کی جائے گی لام شافقی کے نزدیک ایسا صرف اس صورت میں کیا جاسکتا ہے جبکہ وہ غیر نقد چیز ذات الامثال میں سے ہو۔

لام ابو حنیفہ کے مذہب کے مطابق اگر وہ چیز ذات الامثال میں سے ہے تو ایسا صرف اس صورت میں کیا جاسکتا ہے جبکہ تمام شرکاء کی اشیاء آپس میں غلط ملط کر لی جائیں۔ اور اگر وہ غیر نقد اشیاء ذات انقسم میں سے ہوں تو وہ شراکت میں شامل سرمایہ کا حصہ نہیں بن سکتیں۔

ظاہر لام مالیت کا غلط فہم زیادہ سبب اور معقول معلوم ہوتا ہے اور یہ جدید کاروبار کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے اس لئے اس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ مذکورہ بالا بحث سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ مشترک میں لگایا جانے والا سرمایہ نقد شکل میں بھی ہو سکتا ہے اور غیر نقد اشیاء کی شکل میں بھی دوسری صورت میں غیر نقد اشیاء کی بازاری قیمت کے ذریعے اس المال میں اس شریک

(۱) اسلامی ج ۱ ص ۵۵

(۲) فتاویٰ احمدیہ ج ۱ ص ۵۵

کے حصہ کا تعین کیا جائے گا۔

مشادکہ کی منجمنت :

مشادکہ کا عام اصول یہ ہے کہ ہر شریک کو اس کے انتظام (Manage-ment) میں حصہ لینے اور اس کے لئے کام کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ ہر شریک اس شرط پر بھی اتفاق کر سکتے ہیں کہ منجمنت ان میں سے ایک شریک کے ذمہ ہوگی اور باقی شرکاء میں سے کوئی بھی مشادکہ کے لئے کام نہیں کرے گا۔ لیکن اس صورت میں غیر حامل شریک (Sleeping partner) اپنی سرمایہ کاری کی حد تک ہی نفع کا مستحق ہوگا اور اس کے لئے خاص کی مٹی نفع کی نسبت اس کی سرمایہ کاری کی نسبت سے زائد نہیں ہوگی جیسا کہ پہلے اس پر گفتگو ہو چکی ہے۔

اگر سارے شرکاء مشادکہ کا وہابی سم کے لئے کام کرنے پر اتفاق کرتے ہیں تو اس کا وہابی کے تمام معاملات میں ہر شریک دوسروں کا دیکھ بھال جائے گا اور کا وہابی کے تمام حالات میں ان میں کوئی شریک جو کام بھی کرے گا اس کے ہارے میں یہ تصور کیا جائے گا کہ دوسروں نے بھی اس کی سٹوری دی ہے۔

مشادکہ کو ختم کرنا :

مندرجہ ذیل حالات میں سے کسی بھی حالت میں مشادکہ ختم تصور کیا جائے گا۔

(۱) ہر شریک کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی بھی وقت دوسرے شریک کو فوس دے کر مشادکہ ختم کر دے 'ایسے فوس کے ذریعے مشادکہ ختم تصور کیا جائے گا۔

اس صورت میں اگر مشادکہ کے سارے اہل نقد شکل میں ہیں تو

انہیں شرکاء کے درمیان ان کے حصوں کے مطابق تقسیم کر لیا جائے گا لیکن اگر اثاثہ جات سیال شکل میں نہیں ہیں تو شرکاء دو باتوں میں سے کسی پر اتفاق کر سکتے ہیں یا تو اثاثہ جات کی تصفیہ کر لیں (یعنی بیچ کر نقد میں تبدیل کر لیں) یا انہیں اسی حالت میں تقسیم کر لیں اگر اس معاملے پر شرکاء کے درمیان اختلاف موجود ہو یعنی بعض تصفیہ (Liquidation) چاہتے ہوں اور بعض خود اثاثہ جات کو غیر نقد شکل میں تقسیم کرنا چاہتے ہوں تو مؤخر الذکر (اثاثہ جات کی اسی حالت میں تقسیم) کو ترجیح دی جائے گی اس لئے کہ مشاہدہ کے اختتام کے بعد تمام اثاثہ جات حصہ داروں کی مشترکہ ملکیت ہیں اور کسی چیز پر مشترکہ ملکیت رکھنے والوں میں سے ہر ایک کو تقسیم یا اپنا حصہ الگ کرنے کے مطالبے کا حق حاصل ہوتا ہے اور کوئی بھی اسے تصفیہ (Liquidation) پر مجبور نہیں کر سکتا تاہم اگر اثاثہ جات ایسے ہیں کہ انہیں تقسیم کر کے ان کے حصے الگ الگ نہیں کیے جاسکتے جیسے مشینری تو ان اثاثہ جات کو بیچ کر وصول ہونے والی رقم کو تقسیم کر لیا جائے گا۔

(۲) اگر مشاہدہ کی مدت کے دوران شرکاء میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو مرے والے کے ساتھ مشاہدہ کا معاہدہ ختم ہو جائے گا اس صورت میں اس کے وارثوں کو اختیار ہوگا چاہیں تو مرے والے کا حصہ واپس لے لیں اور اگر چاہیں تو مشاہدہ کے اس معاہدہ کو جاری رکھیں۔ (۳)

(۳) اگر شرکاء میں سے کوئی بخون ہو جائے یا کسی اور وجہ سے جہاد فی سبیل اللہ

(۱) انیسویں صدی کے وسط میں ۱۳۳۰ھ

(۲) حوالہ مذکور

کرنے کا اہل نہ رہے تو مشارک ختم ہو جائے گا۔
 کاروبار ختم کیے بغیر مشارک ختم کرنا :

اگر شرکاء میں سے کوئی ایک مشارک ختم کرنا چاہے جبکہ دوسرا شریک یا
 باقی شرکاء کاروبار جاری رکھنا چاہیں تو باہمی معاہدے سے یہ مقصد حاصل کیا جاسکتا
 ہے۔ نئے شرکاء کاروبار جاری رکھنا چاہتے ہیں وہ اس شریک کا حصہ خرید سکتے ہیں جو
 اپنی شراکت ختم کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے کہ ایک شریک کے ساتھ مشارک ختم
 ہونے کا عملیہ مطلب نہیں ہے کہ یہ مشارک دوسرے شرکاء کے ساتھ بھی ختم
 ہو جائے گا۔

اس صورت میں مشارک پھوڑنے والے شریک کے حصہ کی قیمت کا
 تعین باہمی رضامندی سے ہونا ضروری ہے۔ اگر اس حصے کی قیمت کے تعین میں
 اختلاف ہو اور شرکاء کے درمیان کوئی حتمی قیمت طے نہ پائے تو مشارک
 پھوڑنے والا حصہ در خود ان اجازتوں کو تقسیم کر کے دوسرے شرکاء سے علیحدہ
 ہو سکتا ہے یا ٹیکو پلٹیشن یعنی اجازتوں کو بیچ کر نقد میں تبدیل کر کے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا شرکاء عقد مشارکہ میں داخل ہوتے
 وقت اس شرط پر متفق ہو سکتے ہیں کہ ٹیکو پلٹیشن یا کاروبار کی تقسیم اس وقت تک
 عمل میں نہیں لائی جائے گی جب تک کہ تمام شرکاء یا ان کی اکثریت ایسا کرنا نہ
 چاہے اور یہ کہ تنہا حصہ دار جو شراکت سے علیحدہ ہونا چاہتا ہے اسے اپنا حصہ
 دوسروں کو بیچنا چاہے گا اور دوسرے حصہ داروں کو کاروبار کی تقسیم یا ٹیکو پلٹیشن

پر مجبور نہیں کرے گا۔

اسلامی فقہ کی کتابیں اس سوال پر عموماً خاموش نظر آتی ہیں، تاہم ظاہر یہی ہے کہ شرعی نقطہ نظر سے اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ شرکاء مشدک کے بالکل آغاز میں اس طرح کی شرط پر اتفاق کر لیں۔ بعض ضعیفی لقضاء نے اس طرح کرنے کی صراحتاً اجازت دی ہے۔ (۱)

یہ شرط جدید صورت حال میں خاص طور پر قرین انصاف معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ آج کل اکثر حالات میں کاروبار کی اہمیت اپنی کامیابی کیلئے تسلسل کا تقاضا کرتی ہے اور صرف ایک شریک کی خواہش پر ٹیکویٹیشن یا تقسیم کاروبار سے دوسرے شرکاء کو ناقابل برداشت نقصان ہو سکتا ہے۔

مگر ایک بھاری رقم کے ساتھ ایک کاروبار شروع کیا جاتا ہے اور یہ رقم کسی طویل المیعاد منصوبے میں لگا دی جاتی ہے اور حصہ داران میں سے ایک شخص منصوبے کے اہم طوریت میں ہی ٹیکویٹیشن کا تقاضا کرتا ہے تو اس صورت میں اسے بلاوجہ ٹیکویٹیشن یا تقسیم کا اختیار دینا دوسرے شرکاء کے مفادات کیلئے اسی طرح سخت نقصان دہ ہو گا جس طرح کہ معاشرے کی معاشی نشوونما کے لئے اس لئے اس طرح کی شرط قرین انصاف معلوم ہوتی ہے اور اس کی تائید ایک اصول سے بھی ہوتی ہے جسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک معروف حدیث میں بیان فرمایا ہے۔

المسلمون على شروطهم إلا شرطاً أحل حراماً أو حرم حلالاً.

”مسلمانوں کے معاملے ان کی آپس میں طے شدہ شرطوں

کے مطابق ہی ہوتے ہیں 'سوائے ایسی شرما کے جو "حلال کو حرام یا حرام کو حلال کرے"

اب تک "شریعتی سوال" یا "مشاورہ" پر اس کے اصل اور قدیم مضمون کے مطابق گفتگو کی گئی ہے۔ اب ہم اس پر زبانی میں ہیں کہ چار ایسے مسائل پر بحث کریں جن کا تعلق موجودہ حالت میں مشدک کے ان اصولوں پر بطور جائز طریقہ قبولی عمل درآمد کے ساتھ ہے۔ لیکن یہ بات موقد کے زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے کہ ان تعلیقی مسائل پر گفتگو "مضد بہ" (Mudarbah) کا تعارف کرانے کے بعد کی جائے جو نفع میں شرکت کی ایک اور شکل اور ایک مثالی طریقہ قبولی ہے۔ چونکہ مشدک اور مضد بہ دونوں میں قبولی کے اصول ایک جیسے ہی ہیں اور ان کے عملی اختلاقی سے متعلق مسائل باہم تعلق رکھتے ہیں اسلئے یہ زیادہ مفید ہو گا کہ ان تعلیقی مسائل پر روشنی ڈالنے سے پہلے مضد بہ کے تصور پر بحث کر لی جائے۔

مضاربہ

MUDARABAH

”مضاربہ“ شراکت کی ایک خاص شکل ہے جس میں ایک شریک دوسرے کو کاروبار میں لگانے کیلئے رقم فراہم کرتا ہے سرمایہ کاری پہلے شخص کی طرف سے کی جاتی ہے اور اسے ”رب المال“ کہا جاتا ہے جبکہ کاروبار کا انتظام والھرام (Management) اور عمل کی ذمہ داری دوسرے فریق کے ساتھ خاص ہے جسے ”مضارب“ کہا جاتا ہے۔

مشاور کہ اور مضارب میں فرق درج ذیل نکات میں مختصر آبیان کیا جاسکتا

ہے۔

(۱) مشاور کہ میں سرمایہ دونوں طرف سے فراہم کیا جاتا ہے جبکہ مضارب

میں سرمایہ لگانا صرف رب المال کی ذمہ داری ہے۔

(۲) مشاور کہ میں تمام شرکاء کاروبار کیلئے کام کر سکتے اور اس کے انتظام

والھرام (Management) میں حصہ لے سکتے ہیں جبکہ مضاربہ میں رب المال

منجنت میں حصہ لینے کا کوئی حق نہیں رکھتا بلکہ اسے صرف مضارب ہی انجام

دے گا۔

(۳) مشاور کہ میں تمام شرکاء اپنی سرمایہ کاری کے تناسب کی حد تک نقصان

میں شریک ہوتے ہیں جبکہ مضاربہ میں اگر کوئی خسارہ ہو تو وہ صرف رب المال کو

برداشت کرنا ہو گا اس لئے کہ مضاربہ تو کوئی سرمایہ ہی نہیں لگاتا اس کا نقصان

اس حقیقت تک محدود رہے گا کہ اس کی صحت و اچھاں مکی اور اسے اس کے عمل کا

مضاربہ کی صورت اس سے مختلف ہے 'مضاربہ' میں خریدی ہوئی ماری اشیاء صرف رب المال کی ملکیت ہیں 'اور مضارب صرف اسی صورت میں منافع میں سے اپنا حصہ حاصل کر سکتا ہے جبکہ وہ انہیں بیع پر بیچ دے 'لہذا وہ خود اپنے بہت میں اپنے حصے کا دعویٰ کرنے کا حق نہیں رکھتا 'اگرچہ ان کی قیمت بڑھ گئی ہو' (۱)

مضاربہ کا کاروبار :

رب المال 'مضارب کیلئے خاص کاروبار متعین بھی کر سکتا ہے' اس صورت میں مضارب رقم صرف اسی کاروبار میں لگانے کا 'اس کو المضاربہ مطلقہ' کہا جاتا ہے 'لیکن اگر وہ مضارب کو آزاد چھوڑ دیتا ہے کہ جو کاروبار وہ چاہے کرے تو اسے یہ اختیار ہو گا کہ جس کاروبار کو وہ مناسب سمجھے اس میں وہ رقم لگا دے 'اس کو المضاربہ المطلقہ کہا جاتا ہے (یعنی غیر مشروط مضاربہ)۔

ایک رب المال ایک ہی عقد میں ایک سے زائد افراد کے ساتھ بھی مضاربہ کا معاملہ طے کر سکتا ہے 'جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ یہ رقم 'کلف' طور 'ب' دونوں کو (مشترکہ طور پر) پیش کر سکتا ہے 'لہذا ان دونوں میں سے ہر ایک اس کیلئے بطور مضارب کام کر سکتا ہے اور مضاربہ کا سرمایہ دونوں مشترکہ طور پر

(۱) جامع بھل فتاویٰ کا حصہ نظریہ ہے کہ سرمایہ میں کوئی بھی طبعی اضافہ مضارب اور رب المال میں باہمی تقسیم نتائج تصور کیا جائے گا مگر سرمایہ نگاری کی عقل میں تعاون میں بھل نگاریوں سے بچے جس لیے تو وہی بچوں کو نتائج شمار کیا جائے گا اور فریقین میں طے شدہ تناسب سے تقسیم کیا جائے گا لہذا حصہ ہو : انہوی : زوجہ صفحہ ۱۸ ج ۵ ص ۱۶۵) لیکن یہ فتاویٰ اکثریت کا عقد نظر نہیں ہے۔

استعمال کریں گے اور مضارب کا حصہ ان دونوں کے درمیان طے شدہ تناسب سے تقسیم کیا جائے گا۔ اس صورت میں دونوں مضارب کاروبار ایسے چلائیں گے جیسا کہ دونوں انہیں میں شریک ہوں۔

مضارب 'طوا' ایک ہو یا زیادہ، ہر وہ کام کر سکتے ہیں جو کہ عموماً اس طرح کے کاروبار میں کیا جاتا ہے، لیکن اگر وہ ایسا غیر معمولی کام کرنا چاہتے ہیں جو تاجروں کے عام معمول اور عادت سے بہت کر ہو تو یہ کام رب المال کی صریح اجازت کے بغیر نہیں کیا جاسکتا۔

منافع کی تقسیم :

مضارب کے صحیح ہونے کیلئے یہ ضروری ہے کہ فریقین 'ہاتھ' شروع میں 'حقیقی منافع' کے خاص تناسب پر متفق ہوں جس کے مطابق رب المال اور مضارب میں سے ہر ایک منافع کا مستحق ہو گا۔ شریعت نے منافع کی کوئی حد نہیں نسبت بیان نہیں کی بلکہ اسے فریقین کی باہمی رضامندی پر چھوڑ دیا گیا ہے، وہ نفع میں برابر نسبت کے ساتھ بھی شریک ہو سکتے ہیں اور رب المال اور مضارب کیلئے الگ الگ نسبت بھی ممکن کی جاسکتی ہے، تاہم وہ کسی فریق کیلئے رقم کی بندھی مقدار خاص نہیں کر سکتے، اسی طرح وہ کسی فریق کا نفع رب المال کے کسی تناسب جسے کے ساتھ بھی ممکن نہیں کر سکتے، مثال کے طور پر اگر رب المال ایک لاکھ روپے ہے تو وہ اس شرط پر اتفاق نہیں کر سکتے کہ کل منافع میں سے دس جزو روپے مضارب کے ہوں گے اور نہ ہی وہ یہ طے کر سکتے ہیں کہ (مثلاً) اس المال

کا میں فیصد رب المال کو دیا جائے گا اہل وہ یہ طے کر سکتے ہیں کہ حقیقی نفع کا چالیس فیصد مضارب کو ملے گا اور ساٹھ فیصد رب المال کو یا اس کے برعکس۔

یہ بھی جائز ہے کہ مختلف حالات میں نفع کی مختلف نسبتیں طے کر لی جائیں مثلاً رب المال مضارب سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر تم گندم کا کاروبار کر گئے تو جسیں کل نفع کا چھاس فیصد ملے گا اور اگر آٹے کا کاروبار کر گئے تو کل منافع کا تینتالیس فیصد۔ اسی طرح وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر تم اپنے شہر میں کاروبار کر گئے تو تم نفع کے تیس فیصد کے مستحق ہو گے اور اگر تم کسی دوسرے شہر میں کاروبار کر گئے تو نفع میں سے تہد احد چھاس فیصد ہو گا۔

نفع کے ملنے شروع مناسب لمحے کے علاوہ مضارب مضارب کے لئے کچھ محے اپنے کام پر کسی قسم کی تنخواہ نہیں دے سکتا۔ (۱) حرمی نہیں کر سکتا۔ (۲) تمام لغوی مصائب اگر اس نقطے پر متعلق ہیں البتہ لامحدود دوسرے مضارب کو اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ وہ مضارب اکاؤنٹ سے صرف یہ وہ خوراک کے اخراجات وصول کر لے۔ (۳) قصاصہ حنفیہ کے نزدیک مضارب کو یہ حق صرف اس صورت میں حاصل ہو گا جبکہ وہ اپنے شہر سے باہر کسی کاروباری سفر پر ہو اس صورت میں وہ ذاتی قیام و طعام وغیرہ کے اخراجات حاصل کر سکتا ہے اپنے شہر میں ہونے کی صورت میں وہ کسی دوسرے الاؤنس کا مستحق نہیں ہو گا۔ (۴)

اگر کاروبار کو بعض معاملات میں نقصان ہو اور بعض میں نفع تو پہلے اس نفع سے نقصان کو چڑا دیا جائے گا پھر بھی اگر کچھ بچ جائے تو اسے ملے گا۔

(۱) تاریخ فہرست ج ۵ ص ۹۹

(۲) سرمنشی المصنف ج ۲ ص ۱۳۹-۱۴۰

(۳) ابن قدامہ المغنی ج ۵ ص ۱۸۹

(۴) انکساری تاریخ فہرست ج ۶ ص ۱۰۹

تکاسب سے فریقین میں تقسیم کیا جائے گا۔

مضاربہ کو ختم کرنا :

مضاربہ کا عقد فریقین میں سے کوئی بھی کسی بھی وقت ختم کر سکتا ہے۔ شرط صرف یہی ہے کہ دوسرے فریق کو اس کی باقاعدہ اطلاع کر دی جائے۔ اگر مضاربہ کے تمام اجزاء جات نقد شکل میں ہیں اور اس لعل پر کچھ نفع بھی نکلا جا چکا ہے تو انہیں فریقین میں نفع کے طے شدہ تناسب کے مطابق تقسیم کر لیا جائے۔ لیکن اگر مضاربہ کے اجزاء جات نقد شکل میں نہیں ہیں تو مضاربہ کو موقع دیا جائے گا کہ وہ ان اجزاء کو بیچ کر نقد میں تبدیل کرے تاکہ حقیقی نفع کا تقسیم ہو سکے۔

مسلم فقہاء کے اس سوال کے بارے میں مختلف نقطہ ہائے نظر ہیں کہ کیا مضاربہ ایک حتمی مدت کے لئے معاثر ہو سکتا ہے کہ اس مدت کے گزرنے پر مضاربہ خود بخود ختم ہو جائے۔ حنفی اور حنبلی مکاتب فکر کے مطابق مضاربہ کو ایک خاص مدت کے اندر محدود کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً ایک سال، چھ ماہ وغیرہ۔ جس کے بعد مضاربہ بغیر کسی کوشش کے ختم ہو جائے گا۔ اس کے برعکس مالکی اور شافعی فقہاء کا نقطہ نظر یہ ہے کہ مضاربہ کو خاص مدت کے اندر محدود نہیں کیا جاسکتا۔

بہر حال اس اختلاف کا حقیقی مضاربہ کی مدت کی آخری اور زیادہ سے زیادہ حد کے ساتھ ہے۔ کیا فریقین کی طرف سے مضاربہ کی کم سے کم مدت بھی طے کی جاسکتی

(۱) ابن قدامہ ج ۵ ص ۱۶۸

(۲) المغنی ج ۱ ص ۱۰۹

(۳) حوالہ ج ۱ ص ۱۰۹، ج ۲ ص ۱۰۹، ابن قدامہ، المغنی ج ۵ ص ۱۸۵، ابن قدامہ ج ۵ ص ۱۸۵

ج ۲ ص ۱۳۳

ہے جس سے پہلے مضد پر کو فتح نہ کیا جائے ؟ اسلامی فقہ کی کتابوں میں اس سوال کا سرخ جواب نہیں ملتا لیکن ایک ضابطہ جو عوامیادوں ذکر کیا جاتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کی کوئی مدت نہیں کی جا سکتی اور ہر فریق کو جب وہ چاہے معاہدہ فتح کرنے کا اختیار ہے۔

فریقین کا مضد پر فتح کرنے کا یہ غیر محدود اختیار موجودہ حالات میں بعض مشکلات پیدا کر سکتا ہے اس لئے کہ آج کل اکثر کاروباری نہیں اپنے ثمرات دکھانے کے لئے کچھ وقت کی محتاج ہوتی ہیں انہیں چاہیے اور مستقل مزاجی دلی کوششیں درکار ہوتی ہیں اس لئے اگر رب المال کاروباری سم کے بالکل شروع ہی میں مضد پر فتح کر دیتا ہے تو یہ بات اس منصوبے کے لئے بڑی مشکل کا باعث ہوگی۔ خاص طور پر مضد پر پہلے شدید دھچکا ہوگا جو کہ اپنی تمام کوششوں کے باوجود کچھ کما نہیں سکے گا۔ اس لئے اگر عقد مضد پر میں داخل ہوتے وقت ہی فریقین اس بات پر متفق ہو جاتے ہیں کہ کوئی فریق بھی ایک مسجد مدت کے اندر چند مخصوص حالات کے علاوہ مضد پر کو فتح نہیں کرے گا تو یہ بات بظاہر شریعت کے کسی اصول کے خلاف معلوم نہیں ہوتی بالخصوص اس حدیث کی روشنی میں جس کا پہلے بھی حوالہ دیا جا چکا ہے جس میں یہ آتا ہے کہ :

المسلمون على شروطهم إلا شرطا أحل حراما أو حرم حلالا

”مسلمانوں کے وہ یہاں طے شدہ شرطوں کو رد قرار نہ رکھا جائے

گا سوائے ان شرطوں کے جو کسی حرام کی اجازت دیدیں یا کسی

حلال کو حرام کر دیں۔“

مشاد کہ اور مضاربہ کا اجتماع :

عام حالات میں یہی تصور کیا جاتا ہے کہ مضارب نے مضاربہ میں کوئی سرمایہ نہیں لگایا وہ صرف منجھٹ کا ذریعہ ہے بلکہ سرمایہ سدا رہ مال کی طرف سے ہوتا ہے لیکن ایسی صورت حال بھی ہو سکتی ہے کہ مضارب بھی اپنا ہکم سرمایہ مضاربہ کے کاروبار میں لگاتا چاہے اس صورت حال میں مشاد کہ اور مضاربہ وہ عقد انکسے ہو جائیں گے۔ مثلاً A کو ایک لاکھ روپے مضاربہ کے طور پر دیتا ہے اور AB کی رضامندی سے چاس ہزار اپنی جیب سے شامل کر لیتا ہے اس طرح کی شراکت کے ساتھ مشاد کہ اور مضاربہ کے اجتماع والا معاملہ کیا جائے گا یہاں مضارب اپنے لئے بطور شریک نفع کا خاص فیصدی حصہ متعین کر سکتا ہے اسی کے ساتھ ساتھ وہ بطور مضارب اپنی منجھٹ اور عمل کی وجہ سے نفع کا ایک اور فیصدی حصہ متعین کر سکتا ہے لہٰذا کوہ مثال میں متافع کی تعین کی بنیاد یہ ہوگی کہ B حقیقی نفع کا ایک حوالیہ حصہ اپنی سرمایہ کاری کی وجہ سے حاصل کرے گا باقی ماندہ دو حوالیہ نفع دونوں میں برابر تقسیم ہوگا لیکن (اس حصے کی تقسیم میں) فریقین کسی کو نسبت پر بھی حلق ہو سکتے ہیں شرط صرف یہ ہے کہ غیر مال شریک (Sleeping Partner) اپنے سرمائے کے تناسب سے زیادہ حاصل نہیں کر سکتا لہٰذا کوہ مثال میں A اپنے لئے کل نفع کے دو حوالیہ سے زیادہ حصہ نہیں کر سکتا اس لئے کہ اس نے جو سرمایہ لگایا ہے وہ کل سرمائے کے دو حوالیہ سے زیادہ نہیں ہے۔

مشارکہ اور مضاربہ بطور طریقہ تمویل

گزشتہ باب میں مشارکہ اور مضاربہ کے قدیم تصور اور ان سے متعلق شرعی احکام کی تشریح کی گئی ہے۔ اب اس پر بحث کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جدید صنعت و تجارت میں ان دو ذریعوں کو تمویل (Financing) کی غرض سے کیسے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

مشارکہ اور مضاربہ کا تصور اسلامی فقہ کی کتابوں میں اس خیال پر مبنی ہے کہ یہ دونوں عقد ایسی مشترکہ کاروباری مسم شروع کرنے کیلئے ہیں جہاں دونوں فریق بالکل شروع شروع میں کاروبار میں شامل ہوتے ہیں اور بالکل آخر تک جبکہ تمام اثاثہ جات کو عقد میں تبدیل کر لیا جاتا ہے 'شریک' رہتے ہیں۔ اسلامی فقہ کی قدیم کتابوں میں بالمشکل ہی ایسے جدید کاروبار کا تصور مل سکتا ہے جس میں شرکاء کاروبار کے حتمی پر کسی بھی طرح اثر انداز ہونے بغیر شریک ہوتے اور ملک ہوتے رہیں۔ ظاہر ہے کہ اسلامی فقہ کی قدیم کتابیں ایسے ماحول میں لکھی گئی ہیں جہاں بڑی سطح کی کاروباری کمپنی مروج نہیں تھیں اور کاروباری سرگرمیاں اس طرح چھپے نہیں تھیں جس طرح کہ آج ہیں 'اس لئے ان معمرات نے اس طرح کے جدید کاروبار کے سوال پر اپنی توجہ مرکوز نہیں کی۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مشارکہ اور مضاربہ کو جدید کاروبار کی تمویل کیلئے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ مشارکہ اور مضاربہ کا تصور چند بنیادی اصولوں پر مبنی ہے جن اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے ان پر عمل کی تفصیلات زمانے کے بدلنے سے بدل سکتی ہیں۔ تحصیل میں جانے سے پہلے ہمیں ان بنیادی اصولوں پر

ایک نظر ذیل میں چاہیے۔

(۱) مشدک اور مضدہ کے ذریعے قبول رقم بطور قرض دینے کے ہم معی نہیں ہے بلکہ مشدک کی صورت میں اس قبول کا مطلب ہے اپنی قبول (لگائے ہوئے سرمائے) کے حساب سے اس کا رد ہار کے اٹھ جات میں شریک ہو۔

(۲) سرمایہ کار / قبول کار کو اپنی قبول کی حد تک کاروبار کو ہونے والے نقصان میں بھی لازماً شریک ہونا ہوگا۔

(۳) شرکاء کو یہ آزادی حاصل ہے کہ وہ باہمی رضامندی سے اپنے میں سے ہر ایک کیلئے نفع کی جو نسبت چاہیں مقرر کر سکتے ہیں تاہم جو شریک صرف بخود کو کاروبار کے لئے کام کرنے کی ذمہ داری سے الگ کر لیتا ہے وہ اپنی سرمایہ کاری کے حساب سے ذائد شرح منافع کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

(۴) مضدہ ہر ایک کو اپنی سرمایہ کاری کے حساب سے برداشت کرنا ہوگا۔ ان عمومی اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اب ہم یہ دیکھنے پر پہنچے ہیں کہ مشدک اور مضدہ کو قبول کے مختلف شعبوں میں کیسے استعمال کیا جاسکتا

منصوبوں کی تمویل

(Project Financing)

منصوبوں کی تمویل (Project Financing) کے لئے مشارک اور مفاد بہ کا قدیم تصور بڑی آسانی سے اختیار کیا جاسکتا ہے۔ اگر تمویل کار (Financier) مکمل منصوبے میں سرمایہ کاری کرتا چاہتا ہے تو مفاد بہ عمل میں لایا جائے گا، اگر سرمایہ دونوں طرف سے لگایا جاتا ہے تو مشارک کی صورت اختیار کی جاسکتی ہے، اس صورت میں اگر جینٹ ایک پابندی کی ذمہ داری ہے جبکہ سرمایہ دونوں طرف سے لگایا گیا ہے تو پہلے ذکر کردہ قواعد کے مطابق مشارک اور مفاد بہ کا اجتماع عمل میں آئے گا۔

چونکہ مشارک اور مفاد بہ منصوبے کے باہل شروع ہی سے متاثر ہوں گے اس لئے سرمایے کی قیمت کے تعین کا مسئلہ بھی پیش نہیں آئے گا، اسی طرح عام معیاری معیاروں (Accounting Standards) کے مطابق منافع کی تقسیم بھی مشکل نہیں ہوگی۔ تاہم اگر تمویل کار (Financier) مشارک سے لگتا چاہتا ہے اور دوسرا فریق کاروبار کو جاری رکھنا چاہتا ہے تو متاخر الذکر پہلے فریق کا حصہ ایک باہمی طے شدہ قیمت پر خرید سکتا ہے، اس طریقے سے تمویل کار اپنی لگائی ہوئی رقم مع منافع واپس لے سکتا ہے، اگر کاروبار میں کچھ منافع ہوا ہو اس کے حصے کی قیمت کا تعین کس بلکہ پر کیا جائے گا اس پر بحث بعد میں کی جائے گی (دور تک) کیپٹل کی تمویل پر بحث کرتے وقت۔

دوسری طرف تاہم (جس نے تمویل حاصل کی تھی) اپنا منصوبہ جاری

ہو سکتا ہے۔ غولواپی ملکیت میں دعوہ یا پچھلے قبولی کار کا حصہ کسی اور شخص کو بیچ کر جو کہ سابقہ قبولی کار کا قائم مقام ہوگا۔

چونکہ قبولی ادارے (Financial Institution) عموماً زیادہ تر سے کچھ خاص منصوبے میں حصہ دار نہیں رہتا چاہتے اس لئے جیسا کہ ابھی کہا گیا وہ اپنا حصہ منصوبے کے دوسرے شرکاء کو بیچ سکتے ہیں اگر منصوبے میں سیال سرمایہ یعنی نقد رقم کی کمی کی وجہ سے یہ حصہ یکمشت بیچنا ممکن نہ ہو تو قبولی کار کا حصہ چھوٹے بٹنوں میں تقسیم کر کے ہر بٹن کو مناسب وقتوں کے بعد بیچا جاسکتا ہے۔ جب ایک بٹن تک جائے تو اس حد تک قبولی کار (Financier) کا منصوبے میں حصہ کم ہو جائے گا اور جب تمام بٹن فروخت ہو جائیں گے تو قبولی کار منصوبے سے مکمل طور پر باہر نکل آئے گا۔

مشارکہ کو قسقات میں تبدیل کرنا :

(Securitization of Musharakah)

مشارکہ ایک ایسا طریقہ قبولی ہے جس کو بآسانی تبدیل کر دیا جاسکتا ہے (یعنی قابلِ چلور و ستورج لے میں ڈھکا جاسکتا ہے) خاص طور پر بڑے بڑے منصوبوں میں جہاں رقم کی بہت بڑی مقدار درکار ہوتی ہے جو محدود تعداد میں لوگ کاروبار میں شریک نہیں کر سکتے ہر رقم والے کو ایک "مشارکہ سٹریٹجیکٹ" دیا جاسکتا ہے جس کے اس مشارکہ کے اثاثوں میں اس کے مناسب حصے کی نمائندگی کرتا ہے اور جب مددی اور غیر نقد اثاثے حاصل کر کے کاروباری منصوبہ شروع ہو جائے گا تو ان "مشارکہ سٹریٹجیکٹس" کو قابلِ چلور و ستورج کی حیثیت حاصل ہو جائے گی اور انہیں عالمی بازار (IM) میں خرید و فروش کیا جاسکے گا لیکن

ان سرٹیفیکیٹس کا کاروبار اس وقت جائز نہیں ہو گا جب کہ مثلاً کے تمام ادا شدہ سہیل فنل میں ہوں (یعنی نقد رقم وایب اصول و قوم دوسروں کو دینے ہوئے قرضوں کی رقم)۔

اس نکتے کو اچھی طرح سمجھنے کیلئے یہ بات ذہن میں رہنا ضروری ہے کہ مثلاً کے میں ہر ماہ کا قرض دینے سے مختلف ہے کسی قرض کی شدت کے طور پر جاری کیے جانے والے پانچ کا بلور قرض کی گئی رقم سے کیے جانے والے کاروبار سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے بلکہ صرف اس قرض کی نمائندگی کرتا ہے جو حالی کی طرف ہر حالت میں لوٹتا ہو گا اور عموماً سود کے ساتھ لوٹتا ہوتا ہے اس کے برعکس مثلاً کے سرٹیفیکیٹ منصوبے کے اثاثوں میں حالی کی برآمدات مناسب ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے۔ اگر مشترکہ منصوبے کے تمام اثاثہ ہات سہیل فنل میں ہیں تو سرٹیفیکیٹ منصوبے کی ملکیت رقم کی خاص نسبت کی نمائندگی کرے گا۔ مثلاً کے طور پر ایک سو سرٹیفیکیٹ جاری کیے گئے جن میں سے ہر ایک کی مالیت ایک ملین روپے ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ منصوبے کی کل مالیت سو ملین روپے ہے اگر اس رقم سے کوئی چیز نہیں خریدی گئی تو ہر سرٹیفیکیٹ ایک ملین روپے کی نمائندگی کرے گا اس صورت میں ہر سرٹیفیکیٹ صرف نقص ہونی اصل رقم (ایک ملین مثلاً) پر ہی چھا جاسکتا ہے اس لئے کہ اگر ایک سرٹیفیکیٹ ایک ملین سے زائد پر چھا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ایک ملین روپے ایک ملین روپے سے زائد پر بیچے جا رہے ہیں۔ جس کی شریعت میں اجازت نہیں ہے اس لئے کہ جب روپے کے بدلے میں روپے کی بیچ ہو رہی ہو تو دونوں طرف سے

(۱) یعنی وہ ادارہ جس کی طرف سے شہادت نامہ جاری ہو رہا ہو اور دیگر مالیاتی اور تجارتی کی جاری کنندہ کے طور پر شہادت نامہ جاری کیے جا رہے ہوں۔

روپیہ برابر ہونا ضروری ہے۔ کسی بھی طرف سے دی گئی زیادہ مقدار رہا ہو گی۔

لیکن جب اشتراک شدہ رقم غیر سیال اثاثوں مثلاً زمین، ملنگ مشینری، خام مال اور فرنیچر وغیرہ کی خریداری میں لگادی گئی تو مثلاً کہ سرٹیفیکیٹ ان اثاثوں میں سرٹیفیکیٹ ہالڈر کی مناسب ملکیت کی نمائندگی کرے گا۔ لہذا مذکورہ مثال میں ایک سرٹیفیکیٹ ان اثاثوں کے سودیں (1/100) حصے کی نمائندگی کرے گا۔ اس صورت میں شرعا اس سرٹیفیکیٹ کو جاری پادار میں فریقین کے درمیان طے شدہ کسی بھی قیمت پر بیچا جائے گا۔ یہ قیمت اسے (Face Value) سے زائد بھی ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ یہاں جس چیز کی خرید و فروخت ہو رہی ہے وہ حسی اور مادی اثاثوں کا ایک حصہ ہے۔ صرف زر نہیں ہے۔ لہذا اس سرٹیفیکیٹ کو کسی بھی دوسرے سامان کی طرح سمجھا جاسکتا ہے جسے قطعاً نقصان پہنچا جاسکتا ہے۔

اکثر حالات میں منصوبے کے اجائزے سیال اور غیر سیال اثاثہ جات کا مجموعہ ہوتے ہیں۔ ایسا اس وقت ہوتا ہے کہ جبکہ عامل شریک (Working Part) اشتراک شدہ سرمائے کے ایک حصے کو جاری اثاثوں یا خام مال میں تبدیل کر چکا ہو، جبکہ باقی رقم ابھی سیال شکل میں ہو۔ یا رقم کو غیر سیال اثاثوں میں تبدیل کرنے کے بعد ان میں سے چند اثاثوں کو بیچ کر کچھ رقم حاصل کی جا چکی ہو۔ بعض صورتوں میں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ان اثاثوں کی فروخت کی وجہ سے ان کی قیمت گاہکوں کے ذمے لوحال ہو لیکن اسے ابھی وصول نہ کیا گیا ہو۔ اس کامل وصول رقم کے ساتھ دینے والے کی وجہ سے سیال رقم والا ہی معاملہ کیا جائے گا۔ ایسی صورت میں جبکہ منصوبے کے اجائزے سیال اور غیر سیال (نقد اور غیر نقد) کا مجموعہ ہوں تو اس کے حکم شرعی کے بارے میں سوال ابھرنا ہے کہ ایسے منصوبے کے مسئلہ کہ

سروالینٹیکس کا کردار کیا جاسکتا ہے یا نہیں اس مسئلے پر معاصر فقہاء کے مختلف
نقطہ نظر ہیں۔ قدیم شافعی کتب فکر کے مطابق اس طرح کے سر بیضیت کو بچا نہیں
جاسکتا اس کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جہاں سیال اور غیر سیال اناٹوں کا مجموعہ ہو وہاں اس
وقت تک بچ نہیں ہو سکتی جب تک کہ کردار کے غیر سیال حصے کو الگ کر کے
اس کی مستقل حیثیت کی جائے۔ ۱۱

قد حلی کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جہاں سیال اور غیر سیال اناٹوں کا مجموعہ ہو
تو اسے بچا جاسکتا ہے بشرطیکہ قیمت مجموعی اناٹوں میں شامل سیال اناٹوں کی مالیت
سے زائد نہ ہو اس صورت میں یہ سمجھا جائے گا کہ ذرہ کی بچ اس کے برابر ذرہ کے
ہلے میں ہوتی ہے اور زائد رقم کاروبار کی حکمت میں موجود غیر سیال اناٹوں کی
قیمت ہے۔

فرض کیجئے مسئلہ کہ پراجیکٹ چائیس فیصد غیر سیال اناٹوں یعنی
مشینری وغیرہ اشیاء وغیرہ اور ساتھ فیصد سیال اناٹوں یعنی کیش اور قابل
وصول مالیت پر مشتمل ہے اب سو روپے فیس واپس دلا پھر کہ سر بیضیت ساتھ
روپے کے سیال اور چائیس روپے کے غیر سیال اناٹوں کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس
سر بیضیت کو ساتھ روپے سے زائد کسی بھی قیمت پر بچا جاسکتا ہے اس کو اگر
110 روپے میں بچا گیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا ساتھ روپے ان ساتھ روپوں
کے ہلے میں ہیں جن پر یہ سر بیضیت مشتمل ہے اور باقی چائیس روپے غیر سیال
اناٹوں کے حساب حصے کے ہلے میں ہیں۔ لیکن اس بات کی قطعاً ہدایت نہیں

(۱) یہ نقطہ نظر اسلامی فقہ کی قدیم کتابوں میں وہاں کے محققین کے سرواں کا حصہ ہے۔

حق ہے نفل کے خارج پر حد نہ ہو۔ فقہی اسلام المجلد ۵ ص ۲۳

ہے کہ یہ سودیہیچکھت ساتھ روپے یا اس سے کم پر بچا جائے اس لئے کہ اس صورت میں ایسا نہیں ہو سکے گا کہ باقی اچھ جات کو الگ کر کے ساتھ روپے ساتھ روپے کے مقابلے میں آجائیں (اس لئے کہ غیر سیال اثاثوں کے مقابلے میں ان ساتھ روپوں کا کچھ حصہ تو لازماً آئے گا)۔

فقد متنی کے مطابق مجموعی اچھ جات میں غیر سیال اثاثوں کا کوئی خاص کاسب سٹھیں نہیں ہے لہذا اگر غیر سیال اثاثے مجموعی اثاثوں میں پچاس فیصد سے کم بھی ہیں تب بھی نہ کوہ قاحہ سے کے مطابق اس کی خرید و فروخت جائز ہوگی۔

تامیم بہت سے معاصر فقہاء جن میں قاضی کتب فکر سے تعلق رکھتے والے بھی ہیں مجموعی اثاثوں کے ان پر قس کی خرید و فروخت کی اہلیت اس صورت میں دیتے ہیں جبکہ کاروبار کے غیر سیال اثاثے پچاس فیصد سے زائد ہوں۔ لہذا مشرک سر ایچکھت کے تام فقیہی مکاب فکر کے ہاں کابل قول کاروبار کیلئے یہ ضروری ہے کہ مشرک کا مجموعہ (Portfolio) پچاس فیصد سے زائد بالیت کے غیر سیال اثاثوں پر مشتمل ہو لیکن اگر صرف فقد متنی پر عمل کرنا ہو تو یہ کاروبار اس صورت میں بھی جائز ہے جبکہ غیر سیال اثاثے پچاس فیصد سے کم ہوں لیکن یہ غیر سیال اثاثے اچھے کم نہ ہوں کہ بالکل ہی نا قابل ذکر ہوں۔

ایک عقد کی تمویل :

(Financing of Single Transaction)

مشرک کو ضرور مفہوم ہے ایک ہی معاہدے کی تمویل کیلئے لہذا آسانی کے ساتھ استعمال ہو سکتے ہیں لہذا نے تاجروں کی روزمرہ کی ضروریات پوری کرنے

کے علاوہ انہیں سپورٹ اور ایکسپورٹ کی قوتیں کے لئے بھی کام میں لایا جاسکتا ہے۔ ایک درآمد کنندہ (Importer) صرف درآمد کے ایک معاہدے کی مثال کہ یا مفاد پر کی بنیاد پر قوتیں کیلئے کسی قوتیں کار (Financier) کے پاس جاسکتا ہے۔ جبکہ بھی ان دو قدرتیوں (مثلاً کہ اور مفاد پر) کو درآمد کی قوتیں (Import Financing) کیلئے استعمال کر سکتا ہے۔ اگر ایل سی بیو مد جن کے کھولی گئی ہے (۱) تو مفاد پر کی صورت اختیار کی جاسکتی ہے اور اگر ایل سی کسی مد جن پر کھولی گئی ہے تو مفاد پر یا مفاد پر اور مفاد پر کا مجموعہ قابل عمل ہوگا (۲) درآمد شدہ اشیاء گودی سے پھڑپھڑانے کے بعد ان کی فروخت سے حاصل ہونے والی رقم درآمد کنندہ اور قوتیں کار میں پہلے سے طے شدہ تناسب سے تقسیم کر لی جائے۔

اس صورت میں درآمد شدہ اشیاء قوتیں کار کے لگائے سرمایہ کے تناسب سے اس کی ملکیت میں رہیں گی اس مفاد پر کو ایک طے شدہ مدت تک محدود بھی کیا جاسکتا ہے کہ اگر اس معیہ مدت کے اندر یہ اشیاء فروخت نہ ہوئیں تو درآمد کنندہ خود قوتیں کار کا حصہ خرید کر اکیلا ہی ان اشیاء کا مالک بن جائے گا۔ لیکن اس صورت میں بیع بازاری قیمت کے مطابق ہونی چاہیے یا ایسی قیمت پر جو بیع

(۱) یعنی درآمد کنندہ اور دوسرے ملک کے درآمد کنندہ کے درمیان جو بیع کا معاملہ طے پڑا ہے اس کی رقمی فراہمی کے لئے (حرجم)

(۲) یعنی ایل سی کو لئے وقت درآمد کنندہ نے تک کو کوئی فراہمی نہیں کی (حرجم)

(۳) یعنی ایل سی زیادہ مد جن پر ہونے کی صورت میں قیمت کی عمل فراہمی تک یا قوتیں کار کی طرف سے جاری ہے سپورٹ صرف خرید کر آگے بچے کا کام کر رہا ہے اس لئے یہ مفاد پر ہو گا کہ قوتیں کرنے والا رب قابل تصور اگر کچھ مد جن پر ایل سی کھولی گئی ہے تو درآمد شدہ اشیاء کی رقم سپورٹ لے لیا کی ہے کچھ قوتیں کار لے اس لئے ان اشیاء میں یہ اس تناسب سے شریک ہو جائیگی کہ اگر عمل کی آمد داری صرف سپورٹ پر ہے تو یہ شریک بھی ہے اور مفاد پر بھی (حرجم)

کے دن فریقین میں طے پائی ہو۔ مثلاً کہ میں داخل ہونے وقت جو قیمت طے کر لی گئی ہے اس پر چھاد درست نہیں، اگر قیمت پہلے ہی طے ہو چکی ہے تو قمویل کار اپنے کلائنٹ درآمد کنندہ کو اس کی خریداری پر مجبور نہیں کر سکتا۔

اسی طرح درآمد کی قمویل (Export Financing) کی صورت میں بھی مثلاً کہ بہت آسان ہو گا وہ قیمت جس پر یہ اشیاء درآمد کی جائیں گی وہ پہلے ہی چوری طرح معلوم ہے اور قمویل کار (Financier) مواقع منافع کا بڑی آسانی سے اندازہ لگا سکتا ہے۔ یہ مثلاً کہ یا مفادہ کی بنیاد پر قمویل کر سکتا ہے اور انکمپورٹ مل کی مالیت میں پہلے سے طے شدہ فیصدی تناسب سے شریک ہو سکتا ہے۔ خود کو درآمد کنندہ کی کسی لاپرواہی کی وجہ سے ہونے والے نقصان سے محفوظ رکھنے کے لئے قمویل کرنے والا یہ شرط لگا سکتا ہے کہ ایل سی کی شرائط کے بالکل مطابق اشیاء روانہ کرنا درآمد کنندہ کی ذمہ داری ہوگی، اگر ایل سی کے ساتھ کسی قسم کا اختلاف پیدا کیا تو اس کا ذمہ دار صرف درآمد کنندہ ہو گا۔ اور اس طرح کے فرق کی وجہ سے ہونے والے نقصان سے قمویل کار محفوظ ہو گا۔ اس لئے کہ یہ نقصان درآمد کنندہ کی غفلت کی وجہ سے ہوا ہے، لیکن درآمد کنندہ کے ساتھ شریک ہونے کے باطن قمویل کار کو ہر ایسا نقصان برداشت کرنا ہو گا جو کہ درآمد کنندہ کی غفلت یا بے ضابطگی کے علاوہ کسی وجہ سے ہوا ہو۔

رواں اخراجات کے لئے قمویل :

(Financing of the working capital)

اگر ایک چابی کاروبار کے رواں اخراجات (Working Capital) کیلئے

(۱) درآمد اور درآمدی قمویل کے بارے میں مزید تفصیل ملاحظہ ہو : اسلام آباد چھادہ معیشت

تحويل کی ضرورت ہو تو مشاک کہ کاروبار میں اصولی طریقوں سے استعمال ہو سکتا ہے۔

۱۔ جاری کاروبار کے کل سرمائے کی باہمی رضامندی سے قیمت لگائی جائے۔
 مشاک کے قدیم تصور پر محکم کرتے ہوئے یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ تمام مالک کے مذہب کے مطابق یہ ضروری نہیں ہے کہ مشاک کا سرمایہ نقد کی شکل ہی میں شامل کیا جائے۔ غیر سیال اثاثے بھی قیمت کا ضمیمہ کر کے مشاک کا حصہ بن سکتے ہیں۔ اس نکتہ نظر کو مدنظر رکھنا چاہئے کہ اس طرح سے کاروبار کی کل قیمت کو اس شخص کی سرمایہ کاری سمجھا جائے گا جو تحويل چاہتا ہے، جبکہ تحويل کار کی طرف سے دی گئی رقم کو سرمایہ کاری میں اس کا حصہ تصور کیا جائے گا۔ مشاک ایک محدود مدت مثلاً ایک سال کے عرصے میں یا کم و بیش کیلئے بھی متاثر ہو سکتا ہے دونوں فریقین فلاح کا ضمیمہ نقدی حصے کر لیں گے جو کہ تحويل کرنے والے کو دیا جائے گا۔ یہ حصہ اس کی سرمایہ کاری کے تناسب سے دائرہ ضمیمہ میں ہونا چاہیے اس لئے کہ یہ کاروبار کیلئے کام نہیں کرے گا۔ مدت کے اختتام پر تمام سیال اور غیر سیال اثاثہ جات کی دوبارہ قیمت لگائی جائے گی اور فلاح اس قیمت کی بنیاد پر تقسیم کیا جائے گا۔

اگرچہ قدیم تصور کے مطابق فلاح کا ضمیمہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ کاروبار کے تمام اثاثہ جات کو سیال نہ بنایا جائے لیکن انہوں کی قیمت کے ضمیمہ کو باہمی رضامندی سے معقول اور قدرتی تخصیص (سیال مین) تصور کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ شریعت میں اس طرح کرنے کے خلاف ممانعت کا کوئی خاص حکم نہیں ہے اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ مافی شریک (Working Partner) نے کاروبار کے اثاثوں میں تحويل کنندہ کے حصہ کو خریدا ہے اور

اس کے حصے کے ضمن کا تھیں کاروبار کے اثاثوں کی قیمت لگا کر کیا گیا ہے جس میں مندرجہ کی شرطوں کے مطابق اس کیلئے حصص کی گئی نفع کی شرح کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے۔

مثال کے طور پر "A" کے کاروبار کی کل مالیت 30 یوٹس ہے B حریہ 20 یوٹس کی قبول کر رہا ہے جس سے مجموعی مالیت 50 یوٹس بن جاتی ہے جن میں 40% B کی طرف سے شریک کیے گئے ہیں اور 60% A کے ہیں۔ فریقین میں یہ طے پایا ہے کہ B حقیقی نفع کا 20% لے گا مدت کے اختتام پر کاروبار کی کل مالیت 100 یوٹس تک پہنچی ہوگی ہے اب اگر A کا حصہ حریہ 2 ہے تو اسے چاہیے کہ B کو 40 یوٹس لوار کرے اس لئے کہ وہ کاروبار کے 40% حصے کا مالک ہے لیکن اس مقصد کے لئے کہ نفع کی طے شدہ نسبت اس کے حصے کی قیمت میں عکس ہو قیمت لگانے کا ہر سوا مختلف ہو گا کاروبار کی قیمت میں کوئی بھی اضافہ فریقین میں 20% اور 80% کی نسبت سے تقسیم ہو گا اس لئے کہ یہ نسبت صحابہ میں نفع کی تقسیم کے لئے طے ہو گئی تھی۔

چونکہ کاروبار کی قیمت میں اضافہ 50 یوٹس کا ہوا ہے اس لئے یہ 50 یوٹس 20-40 کی نسبت سے تقسیم ہوں گے جس کا مطلب یہ ہو گا کہ B کو 10 یوٹس نفع حاصل ہوا ہے یہ دس یوٹس اس کے اصل 20 یوٹس میں اضافی کر لئے جائیں گے اور اس کے حصے کی قیمت 30 یوٹس ہوں گے۔

غدرے کی صورت میں اثاثوں کی قیمت میں کوئی بھی کمی کی سرمایہ کاری کی نسبت کے بالکل مطابق تقسیم ہوگی یعنی 40 اور 60 کی نسبت ہے۔ لہذا مذکورہ بالا مثال میں اگر کاروبار کی قیمت میں 10 یوٹس کی کمی ہو گئی جس سے 40 یوٹس باقی رہ گئے تو ہر یوٹس کا غدرہ B برداشت کرے گا (جو کہ کل)

فائدے کا 40% ہے) یہ چار پوائنٹ اس کے اصل 20 پوائنٹس سے کم کر لئے جائیں گے اور اس کے جیسے کی قیمت سولہ پوائنٹ متعین کی جائے گی۔ جدول نمبر ۴ (اس پر) سے اس کار موسے کی حریہ وضاحت ہو جائے گی۔

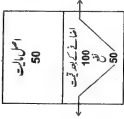
کاروبار

B

حصہ 20 (40%)
نفع میں سے شدہ خرچ 20%

نفع میں 10 حصہ B
10
اصل حصہ 20
20
مجموعی حصہ 30

↑
حصے کی قیمت



■

جدول نمبر 2:

▲
حصہ 30 (80%)
نفع میں سے شدہ خرچ 80%

نفع میں 40 حصہ A (80%)
40
اصل حصہ 30
30

مجموعی حصہ 70
70
↑
حصے کی قیمت

۲۔ صرف اجمالی منافع میں شرکت :

مذکورہ بالا طریق کار کے مطابق مشادک کی بنیاد پر قبول ایسے کاروبار میں مشادک ہو سکتی ہے جس میں جامد اثاثہ ہوتے (Fixed Assets) زیادہ ہوں^(۱) خاص طور پر ایک روہی صنعتی ادارے میں اس لئے ان تمام اثاثوں کی قیمت کا نامور وقت گزرنے کے ساتھ ان کی قیمت میں کمی بیشی کا تعین کرنا کاروبار کے لحاظ نظر سے مشکلات پیدا کر سکتا ہے۔ کاروبار کا باعث بن سکتا ہے ایسی صورت میں مشادک پر ایک اور طریقے سے عمل کیا جاسکتا ہے۔

ایسی صورتوں میں بنیاد، مشکلات یا واسطہ اخراجات کا حساب لگانے میں بڑی آئی ہیں، جسے مشیر کی قیمت میں کمی کی بجائے دیکھیں، وغیرہ اس مشکل کے حل کے لئے طریقہ اس بات پر مشتمل ہو سکتے ہیں کہ مالی منافع (Net Profit) کی بجائے اجمالی منافع (Gross Profit) کا عمل تقسیم ہوگا جس کا مطلب یہ ہوگا کہ تمام واسطہ اخراجات صنعت کار و خاکارانہ طور پر برداشت کرے گا اور صرف برآمدات اخراجات (جیسے خام مال، برآمدات مزدوری، نقل و غیرہ) مشادک برداشت کرے گا لیکن چونکہ صنعت کار و خاکارانہ طور پر اپنی مشیر کی ملنگ اور منافع مشادک کو بڑی کر رہا ہے اس لئے اسے اس کا کسی حد تک حصہ دینے کیلئے قطع میں اس کا فیصدی حصہ بنیاد کیا جاسکتا ہے۔

یہ طریق کار اس بنیاد پر بھی قرین انصاف ہے کہ مالیاتی لوگوں کے خیال (یعنی ان سے قبول حاصل کرنے والے) خود کو ان سبب میں تک محروم

(۱) "نفع تقسیم کا عنوان" چار کرنے کا طریقہ اور صنعتی اسطوانات کی قدرے وضاحت۔

محدود نہیں رکھتے جن کے لئے انہوں نے مالیاتی اداروں سے قرضوں حاصل کی ہوتی ہے بلکہ ان کی مشینری اور خالی وغیرہ ایسے کاموں میں بھی مصروف رہتے ہیں جن کا مشاد کے ساتھ قرض نہیں ہوتا اس صورت میں (مشینری وغیرہ کے) یہ سارے اخراجات مشاد کے پر نہیں ڈالے جاسکتے۔

اب ہم ایک عملی مثال پیش کرتے ہیں فرض کیجئے ایک جنگ فیکٹری کے پاس ایک بلڈنگ ہے جس کی مالیت پانچ ملین روپے ہے چارٹ اور مشینری کی مالیت دو ملین ہے اور خالی کو تنخواہیں ملتا ہیں پچاس ہزار روپیہ جاتی ہیں فیکٹری ایک بجے سے ایک سال کی مدت کے لئے پچاس لاکھ (پانچ ملین) روپے کی مشاد کی بنیاد پر قائم بلڈنگ لینا چاہتی ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک سال کے بعد مشاد کے ختم ہو جانے کا دور اس وقت تک حاصل شدہ منافع دونوں پانچوں میں طے شدہ حساب سے تقسیم کر دیے جائیں گے، قطع کی قیمتیں کرتے وقت تمام برآمدات اخراجات (Direct Expenses) آمدن سے منہا کر لئے جائیں گے۔ برآمدات اخراجات میں محدود ذیلی شامل ہوتے ہیں۔

۱۔ خام مال کی خرید و فروشی پر خرچ ہونے والی رقم۔

۲۔ فن مالین کی تنخواہیں جو برآمدات خام مال کو ترقی دینے سے وابستہ ہیں۔

۳۔ اس بجلی کے اخراجات جو جنگ کے عمل میں صرف ہوتی ہے۔

۴۔ دوسری خدمات کے مل جو برآمدات مشاد کو سپلائی کرتی ہیں۔

جہاں تک بلڈنگ مشینری اور دیگر ملے کی تنخواہوں کا قرض ہے تو ظاہر ہے

یہ صرف مشاد کے کاروبار کے لئے نہیں ہیں اس لئے کہ مشاد کو

ایک سال میں ختم ہو جانے کا دور بلڈنگ اور مشینری کو طویل مدت کیلئے

خریدا گیا ہے جس کے دور میں جنگ فیکٹری انہیں اپنے کاروبار کے لئے

استعمال کرتی رہے گی جس کا ایک سارا مشاعرہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ اس لئے بلڈنگ اور مشینری کی اگت کا سارا بوجھ اس قیصر بدلتی مشاعرہ پر نہیں ڈالا جاسکتا زیادہ سے زیادہ اٹکا کیا جاسکتا ہے کہ مدت مشاعرہ کے دوران بلڈنگ اور مشینری کی فرسودگی کو مشاعرہ کے اثرات میں شامل کر لیا جائے۔ لیکن عملی طور پر اس فرسودگی کی قیمت کا تعین انتہائی مشکل ہوگا اور اس کی وجہ سے تنازعہ بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ اس مشکل کو حل کرنے کیلئے دو عملی راستے ہو سکتے ہیں۔

ایک یہ کہ دونوں پارٹیاں پہلے کر لیں کہ ”مشاعرہ“ عملی (تعمیل) حاصل کرنے والے اصل مالک (کو مشینری اور بلڈنگ کے استعمال کی وجہ سے پہلے شدہ کرایہ لو اکرے گا) مشاعرہ کی طرف سے اسے پورا کرایہ ہر حالت میں ملے گا۔ خولہ کاروبار میں نفع ہوا نقصان۔

دوسرا طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ عملی کو کرایہ لو اکرے کے تھانے نفع میں اس کا تناسب بڑھا دیا جائے۔ ’شرعی نقطہ نگاہ سے اسے خدمات میں مفید پر قیاس کرتے ہوئے درست قرار دیا جاسکتا ہے جو کہ ہم احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے۔

۳۔ یومیہ پیداوار کی بنیاد پر جاری مشارکہ اکاؤنٹ :

بیت سے رہائشی لوہے کسی کاروبار کے دو تنگ کپٹل کی کارڈنگ اس طریقے سے کرتے ہیں کہ اس کاروبار کے لئے ایک ہدی اکاؤنٹ کھول دیا جاتا ہے۔ جہاں سے وہ مختلف رقموں سے مختلف مقدار میں رقم نکالتے رہتے ہیں۔ اسی طرح ضرورت سے زائد رقم اس اکاؤنٹ میں دوبارہ بھی جمع کراتے رہتے ہیں۔

یوں مساوی اور جمع (Debit and Credit) کا عمل پختگی (Maturity) کی تاریخ تک چاری رہتا ہے اور سود کا حساب عرصہ پیدوار کی بنیاد پر (On the basis of daily products) کیا جاتا ہے۔

کیا اس طرح کا طریقہ کار مشدک اور مضاد کے ذرائع قبول میں ممکن ہے؟ ظاہر ہے کہ ایک نیا منظر ہونے کی وجہ سے اس سوال کا صریح جواب قدیم اسلامی کتابوں میں نہیں مل سکتا تاہم مشدک کے بنیادی تصور کو مد نظر رکھتے ہوئے اس مقصد کیلئے مندرجہ ذیل طریق کار تجویز کیا جاسکتا ہے۔

- (۱) عمل کے لئے حقیقی نفع کی ایک خاص نسبت متعین کر لی جائے۔
- (۲) نفع کا باقی ماندہ فیصدی حصہ سرمایہ لگانے والے کیلئے مختص ہو گا۔
- (۳) اگر کوئی خسارہ ہو تو وہ صرف سرمایہ لگانے والوں کو اپنی سرمایہ نگاہی کے بالکل مطابق برداشت کرنا ہو گا۔

- (۴) مشدک میں شامل کیے گئے توسط قوتوں جس کا حساب عرصہ پیدوار کی بنیاد پر کیا جائے گا، کو قبول کا شیئر کپٹل تصور کیا جائے گا۔
- (۵) مدت کے اختتام پر حاصل ہونے والے نفع کا حساب عرصہ پیدوار کی بنیاد پر کیا جائے گا اور اسی کے مطابق اسے تقسیم کیا جائے گا۔

اگر اس طرح کا معاملہ فریقین کے درمیان طے پا جاتا ہے تو یہ ظاہر مشدک کے کسی بنیادی قاعدے کے خلاف معلوم نہیں ہو تا تاہم یہ تجویز اسلامی فقہ کے ماہرین کے مزید غور و فکر اور تحقیق کی محتاج ہے، عملی طور پر ظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ فریقین اس اصول پر متفق ہو گئے ہیں کہ اختتام مدت پر مشدک کو حاصل ہونے والا نفع عرصہ استعمال ہونے والے سرمائے کی بنیاد پر تقسیم کیا جائے، جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ فی عرصہ ایک روپے پر حاصل ہونے والے نفع کی توسط

لکائی جائے گی اس فی ہوم فی روپیہ توسط نفع کو ان دونوں کی تعداد کے ساتھ ضرب دی جائے گی پچھلے دن ہر سرمایہ کار نے اپنی رقم کاروبار میں رکھی جس سے اس کے نفع میں استحقاق کا فیصلہ ہو سہ پچھلے دن کی بنیاد پر کیا جائے گا۔

بعض معاصر علماء اس طریقے سے نفع کے حساب کی اجازت نہیں دیتے۔ اس بنیاد پر کہ یہ ایک حتمی طریق کار ہے جو کسی شریک کو حاصل ہونے والے حقیقی نفع کی دیکھی نہیں کرتا اس لئے کہ عینا ہو سکتا ہے کہ کاروبار کو ایک عرصے میں بڑا نفع حاصل ہوا ہو جبکہ کسی خاص سرمایہ کار کی کوئی رقم اس عرصے میں کاروبار میں لگی ہوئی نہ ہو یا بہت تھوڑی اور ناقص ذکر رقم لگی ہو حالانکہ اس کے ساتھ معاملہ دوسرے ان سرمایہ کاروں کے برابر کیا جائے گا جنہوں نے اس عرصے میں بڑی رقم کاروبار میں لگائی ہوئی تھی اس کے برعکس ایک عرصے میں کاروبار کو بہت زیادہ نقصان ہو سکتا ہے جبکہ ایک خاص سرمایہ کار نے بڑی رقم کاروبار میں لگائی ہوئی تھی حالانکہ یہ اپنے نقصان کا ایک حصہ ان دوسرے سرمایہ کاروں کی طرف منتقل کر رہا ہے جنہوں نے اس عرصے میں کوئی رقم نہیں لگائی ہوئی تھی یا لگائی ہوئی تھی لیکن ناقص ذکر مقدار میں۔

اس دلیل کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ مشرک میں یہ ضروری نہیں کہ کسی شریک کو صرف اس کی اپنی رقم پر حاصل ہونے والا منافع ہی ملنا چاہیے۔ جب ایک مرتبہ مشرک وجود میں آگیا تو مشرک کے عوض میں حاصل ہونے والا نفع تمام شرکاء کو ملے گا قطع نظر اس سے کہ ان کی رقم مخصوص معاوضے میں استعمال ہوئی ہے یا نہیں یہ بات خاص طور پر نقد منافع پر صادق آتی ہے جس کے مطابق صحیح مشرک کے لئے یہ ضروری نہیں کہ رقم کی شکل میں لگایا ہوا شرکاء کا سرمایہ انہیں میں ملایا جائے اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر ”الف“ ”ب“ کے ساتھ ایک

مقدد مشترکہ میں داخل ہو لیکن اس نے ابھی تک اپنی رقم مشترکہ عوض میں صرف نہیں کی جب بھی یہ ان معاہدوں کے منافع میں اپنے حصے کا حق دلو ہو گا جو کہ "ب" نے اپنی رقم سے مشترکہ کے لئے کئے ہیں (انگریز) منافع میں اس کا اپنے حصے کا اشتقاق اس رقم کے دیے جانے کے ساتھ شرط ہو گا جو اس نے اپنے ذمے میں لی ہے لیکن یہ حقیقت پھر بھی موجود ہے کہ اس خاص مقدد کا نفع اس کی رقم سے حاصل نہیں ہو گا اس لئے کہ جو رقم یہ بعد میں کسی مرحلے پر دے گا وہ تو کسی اور معاملے میں استعمال ہو گی "فرض کیجئے کہ "الف" اور "ب" ایک ایک روپے کا کردار کرنے کیلئے ایک مشترکہ میں داخل ہوتے ہیں یہ دونوں ملے کر لیتے ہیں کہ ہر شخص پچاس ہزار روپے شامل کرے گا اور نفع برابر تقسیم ہو گا "الف" نے ابھی تک اپنے پچاس ہزار روپے مشترکہ عوض میں شامل نہیں کئے "ب" کو ایک نفع بخش معاملہ نظر آتا ہے اور وہ اپنی طرف سے لگائے گئے پچاس ہزار روپے سے مشترکہ کے لئے دو ایئر کنڈیکٹر خرید لیتا ہے اور انہیں ساتھ ہزار روپے میں چھوڑتا ہے جس سے دس ہزار روپے نفع حاصل ہوتا ہے "الف" اپنے حصے کے پچاس ہزار روپے اس معاملے کے بعد شامل کرتا ہے ان پچاس ہزار روپے کے دو ایئر کنڈیکٹر خریدے جاتے ہیں جو کہ ڈیڑھ لاکھ ہزار سے زائد پر نہیں بکتے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس معاملے میں دو ہزار کا خسارہ ہوا اگرچہ "الف" کی رقم سے کیے جانے والے معاملے میں دو ہزار کا خسارہ ہوا ہے بلکہ ایئر کنڈیکٹر کے نفع بخش معاملے میں صرف "ب" کی رقم استعمال ہوئی ہے جس میں "الف" کا کوئی حصہ نہیں تھا پھر بھی "الف" پہلے معاملے کے نفع میں اپنے حصے کا سٹحق ہو گا

دوسرے معاہدے میں جو دو ہزار روپے کا نقصان ہوا ہے وہ پہلے معاہدے کے نفع سے منہا کر لیا جائے گا جس سے مجموعی نفع کم ہو کر آٹھ ہزار تک آجائے گا یہ آٹھ ہزار کا نفع دونوں میں تقسیم ہوگا جس کا مطلب یہ ہوا کہ "الف" کو چار ہزار روپے ملیں گے اگرچہ اس کی رقم سے کیے جانے والے معاہدے میں خسارہ ہوا تھا۔

وجہ یہ ہے کہ جب فریقین متبادل کے عقد میں داخل ہو گئے تو اس کے بعد متبادل کے لئے جو بھی عقد ہوں گے وہ اس مشترکہ عوض کی طرف ہی منسوب ہوں گے قطع نظر اس سے کہ ان معاہدوں میں کسی کی انفرادی رقم استعمال ہوئی ہے۔ اس عقد متبادل میں داخل ہونے کی وجہ سے ہر شریک ہر معاہدے میں فریق ہوگا۔

مذکورہ بالا وضاحت پر ایک ممکنہ اعتراض یہ ہو سکتا ہے کہ مذکورہ مثال میں "الف" نے پچاس ہزار روپے کی ادائیگی اپنے ذمے لی ہے اور معاہدے کرنے سے پہلے ہی مظلوم ہے کہ وہ اپنی رقم متبادل میں شامل کرے گا لیکن مذکورہ متبادل کا جلدی افادہ جس میں شریک روزانہ آتے اور جاتے رہتے ہیں اس میں کسی بھی شریک نے کوئی متعین رقم شامل کرنا اپنے ذمے نہیں لیا ہوتا تھا متبادل میں داخل ہوتے وقت ہر فریق کی طرف سے لگایا جانے والا سرمایہ غیر مظلوم ہوتا ہے جس کی وجہ سے متبادل کے غیر صحیح ہو جانا چاہیے۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ قدیم فقہاء کے نقطہ ہائے نظر اس بارے میں مختلف ہیں کہ کیا متبادل کے صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ کل دائیہ الدل کی مقدار شرکاء کو پہلے سے مظلوم ہو حقیقی تقیما اس بات پر متفق ہیں کہ متبادل کیلئے یہ بات شرط نہیں ہے مشہور حنفی فقیر کا سنی نسخے ہیں۔

وأما العلم بمقدار رأس المال وقت العقد فليس بشرط
 لجواز الشركة بالأموال عينة وعند الشافعي شرط.....
 ولما أن الجهالة لا تمنع جواز العقد لعينها بل لإقتضاها
 إلى المنازعة وجهالة رأس المال وقت العقد لا تقضي
 إلى المنازعة لأنه يعلم مقداره ظاهراً وغالباً لأن
 التواضع والمنازعة توزان وقت الشراء فيعلم مقدارها
 فلا يتردى إلى جهالة مقدار الربح وقت القسمة.

”تاریخ نزدیک قریباً اسوال کے جواب کے لیے یہ ضروری
 نہیں ہے کہ عقد کے وقت رأس المال کی مقدار معلوم ہو مگر اہم ثانی کے
 نزدیک یہ شرط ہے..... کہ وہی دلیل ہے کہ جماعت بذات خود عقد
 کے جواز میں ملتی نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ یہ کاغذ پورا ہونے کا
 باعث بنتی ہے مگر عقد کے وقت رأس المال کا معلوم نہ ہونا کاغذ کا باعث
 نہیں بننا اس لئے کہ یہ مقدار صرف اس وقت معلوم ہو جاتی ہے جب مسئلہ کہ
 کیلئے کوئی چیز لڑ رہی جاتی ہے، لہذا تقسیم کے وقت فیصیح کی حدود میں جماعت
 پورا نہیں ہوگی“

(دائع صحیح ج ۱ ص ۶۳)

یہ بات درست ہے کہ چارہ مسئلہ کہ کا تصور جس میں شرکاہ یکہ رقم
 کسی وقت نکلو ایسی صورت دوسرے وقت نئی رقم شامل کر دیں اور فیصیح سے یہ صورت کی
 بنیاد پر تقسیم ہو یہ تصور اسلامی فقہ کی قدیم کتابوں میں نہیں پایا جاتا لیکن یہ بات
 کسی طریقہ کار کو شرعاً ناجائز نہیں جانتی جب تک کہ یہ مسئلہ کہ کے بنیادی اصولوں
 کے خلاف نہ ہو۔ لہذا طریقہ کار میں تمام شرکاہ سے برابر سلوک کیا جاتا ہے ہر
 شریک کے فیصیح کا حساب اس مدت کی بنیاد پر کیا جاتا ہے جس کے دوران اس کی

رقم مشترک حوض میں رہی ہے۔ اس حقیقت میں کوئی شک نہیں کہ مشترک مال پر مجموعی طور پر حاصل ہونے والا نفع اس رقم کے مشترک استعمال کی وجہ سے حاصل ہوا ہے جو کہ شرکاء نے مختلف اوقات میں شامل کی ہے۔ اگر تمام شرکاء باہمی رضامندی سے یہ طے کر لیتے ہیں کہ نفع یومہ پیداوار کی بنیاد پر تقسیم ہوگا تو کوئی ایسا شرعی حکم موجود نہیں ہے جو اسے ناجائز قرار دے۔ بلکہ اس کے برعکس اسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس عمومی ہدایت کی تائید حاصل ہے جو پہلے کئی مرتبہ ذکر کی گئی معروف حدیث میں بیان کی گئی ہے۔

”المسلمون علی شروطہم الا شروطا حرم حلالاً أو احل حراماً“

”مسلمان آپس میں طے شدہ معاہدوں کے پابند ہیں جب تک

کہ یہ معاہدے حلال کو حرام یا حرام کو حلال نہ قرار دیں۔“

اگر یومہ پیداوار کی بنیاد پر تقسیم کو قبول نہ کیا جائے تو اس کا مطلب یہ

ہوگا کوئی شریک مشترک حوض سے نہ رقم نکلا سکتا ہے اور نہ ہی اس میں نئی رقم

شامل کر سکتا ہے اسی طرح کوئی شخص اس وقت تک نئی سرمایہ کاری کرنے کے

قابل بھی نہیں ہوگا جب تک کہ نئی مدت کی مضمین جلد ہی نہ آجائے، بنکوں کی

کھاتہ دلدروں کی بہت سے (Deposits Side) جہاں کھاتہ دلدروں کی وجہ

رقم جمع کرواتے اور نکلاتے ہیں یہ طریق کار بالکل ناقابل عمل ہے، یومہ پیداوار

کے تصور کو رد کر دینے کی وجہ سے یہ کھاتہ دلدروں اس بات پر مجبور ہوں گے کہ اپنی

پلی ہوئی رقم کو کسی نفع بخش اکاؤنٹ میں جمع کرانے سے پہلے کئی ماہ انتظار کریں۔

اس سے صنعت و تجارت کی ترقی کے لئے بچتوں کے استعمال میں رکاوٹ پیدا ہوگی

اور عوامی حوصلے کے لئے قومی سرگرمیوں کا پیرہ جام ہو جائے گا اس مشکل کا

یومہ پیداوار کے طریق کار پر عمل کے علاوہ کوئی حل نہیں ہے، چنانچہ شریعت کا

کوئی علم اس کے خلاف نہیں ہے اس لئے اس طریق کار کو اپنانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

مشارکہ فائنانسنگ پر چند اعتراضات

اب ہمیں ان اعتراضات کا جائزہ لینا چاہیے جو مشارکہ کو بطور طریقہ قبولی اختیار کرنے کے خلاف عملی نقطہ نظر سے اٹھائے جاتے ہیں۔

۱۔ خسارے کا ریسک :

ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ مشارکہ کے طریقہ کار کو اختیار کرنے کی صورت میں قبولی کرنے والے ملک یا ادارے کی طرف کاروبار کے خسارے کے منتقل ہونے کے زیادہ امکانات ہیں۔ پھر خسارہ عام کھاتہ داروں کی طرف بھی منتقل ہو چکا کھاتہ داروں کو چونکہ مستقل طور پر خسارے کے خطرے میں ڈالا جا رہا ہو گا اس لئے وہ بنجوں اور مالیاتی اداروں میں اپنی رقم رکھوانا نہیں چاہیں گے جس کی وجہ سے یہ بچتیں یا قرضہ جاریہ کی یا بینکنگ سسٹم کے باہر معاہدوں میں استعمال ہوں گی اس طرح سے قومی سطح پر سماجی ترقی میں ان کا حصہ نہیں ہو گا۔ لیکن یہ دلیل غلط فہمی پر مبنی ہے۔ مشارکہ کی بنیاد پر قبولی کرنے سے پہلے ملک اور مالیاتی ادارے اس لحاظ سے کاروبار کے امکانات (Feasibility) کا جائزہ لیں گے جس کے لئے قرضہ درکار ہیں۔ حتیٰ کہ موجودہ سودی بینکاری نظام میں بھی بینک ہر درخواست دینے والے کو قرضہ جاری نہیں کر دیتے بلکہ یہ کاروبار کے امکانات کا جائزہ لیتے ہیں اور اگر انہیں یہ عہدہ ہو کہ یہ کاروبار نفع بخش نہیں ہے تو یہ قرضہ جاری کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ مشارکہ کی صورت میں بینک اور مالیاتی

دوسرے یہ جائزہ زیادہ مگرملی اور احتیاط کے ساتھ لیں گے۔

خرید بریں یہ کہ کوئی بینک یا مالیاتی ادارہ خود کو ایک ہی مشدک تک محدود نہیں رکھ سکتا بلکہ ان کے متنوع مشدک ہوں گے۔ اگر ایک بینک نے اپنے گاہکوں (Clients) میں سے سہ گاہکوں کے ساتھ مشدک کی بنیاد پر قرضوں کی ہے اور یہ قرضوں بھی اس نے ان میں سے ہر ایک کی کاروباری تہذیب کے امکانات کا جائزہ لے کر کی ہے تو یہ تصور کرنا بہت مشکل ہوگا کہ یہ سب کے سب ان کی اکثریت خسارے میں جائے گی ضروری اقدالات اور پوری احتیاط اختیار کرنے کے بعد زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ ان میں سے بعض میں نقصان ہو جائے گا لیکن دوسری طرف نفع خلی مشدک جہت میں سودی قرضوں سے زیادہ نفع کی امید ہے اس لئے کہ حقیقی نفع بینک اور مللی (Client) میں تقسیم ہوگا اس لئے مشدک کا پورا شعبہ خسارے میں جائے اس کی توقع نہیں ہے اور مجموعی خسارے کا امکان صرف نظریاتی امکان ہے جو کہ کما وقت اداروں کی حوصلہ شکنی نہیں کرے گا کسی مالیاتی ادارے کو خسارے کا یہ نظریاتی امکان کسی جراثیم خاک کینہی میں خسارے کے امکان سے بہت کم ہے جس کا کاروبار ایک محدود شعبے میں منحصر ہوتا ہے اس کے باوجود لوگ اس کے حصے خریدتے ہیں اور خسارے کا یہ امکان انہیں ان شیئرز میں سرمایہ کاری سے ہار نہیں رکھتا بینک اور قرضوں کی صورت حال اس سے کافی مضبوط ہے اس لئے کہ ان کی مشدک کی سرگرمیاں اتنی متنوع ہوں گی کہ ہر ایک مشدک میں ہونے والے ممکنہ نقصان کی حٹائی دوسرے مشدک جہت سے حاصل ہونے والے منافع سے ہو جائے گی۔

اس کے علاوہ ایک اسلامی معیشت کو ایسی ذہنیت پیدا کرنی چاہیے جس کے مطابق یہ یقین کیا جائے کہ رقم پر حاصل کیا جانے والا کوئی بھی نفع کاروبار کا

دست قوی کرنے کا سہ ہے۔ صدقوں یا مجموعی شعبے میں خرچہ کر کے یہ دست اقدام بھی کیا جاسکتا ہے کہ بالکل فرضی یا نظریاتی بن کر وہ جائے لیکن اس دست کو باقیہ داخل کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہے جو شخص منافع حاصل کرنا چاہتا ہے اسے اس معمولی دست ضرور قبول کرنا ہوگا۔ پھر وہ اس کے کہ عام جو اخذ سناک کمپنیوں میں بھی یہ بات پائی جاتی ہے کسی نے بھی یہ اعتراض نہیں کیا کہ شیئر ہولڈرز کی رقم نقصان میں داخل دی گئی ہے مسئلہ اس نظام کا پیدا کردہ ہے جو بینکنگ اور قومی کی سرگرمیوں کو عام تہذیبی سرگرمیوں سے الگ کرتا ہے اور جس نظام نے لوگوں کو یہ پور کرنے پر مجبور کر دیا ہے کہ بینک اور قومی ادارے صرف زر اور کاغذات زر کا کاروبار کر سکتے ہیں اور یہ کہ فن کا صنعت و تہذیب پر مرتب ہونے والے عملی نتائج کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں اس لئے یہ ہر حالت میں متعین منافع کے استحقاق کا دعویٰ کرتے ہیں۔ قومی شعبے اور صنعت و تہذیب کے شعبوں میں اس طبقہ کی نئی سطح (Macro-Level) پر معیشت کو بہت نقصان پہنچا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب ہم اسلامی بینکاری کی بات کرتے ہیں تو اس کا مقصد یہ ہرگز نہیں ہو تاکہ یہ ہر معاملے میں روایتی نظام کی پیروی کرے گی۔ اسلام کے اپنے انداز اور اصول ہیں جو قومی کی صنعت و تہذیب سے طبقہ کی پرستی نہیں رکھتے۔ جب یہ اسلامی نظام سمجھ میں آجائے گا تو لوگ نقصان کے نظریاتی خطرے کے پھر قومی شعبے (Financing Sector) میں اس سے زیادہ آمد کی کے ساتھ سرمایہ کاری کریں گے جتنی وہ نفع بخش کمپنیوں میں کرتے ہیں۔

۲۔ بددیانتی :

مسئلہ کہ فائنانسنگ کے خلاف ایک اور ٹھٹھ جو ظاہر کیا جاتا

ہے وہ یہ ہے کہ بددیانت کا نیشنل مشاور کے اس ذریعے کو ناجائز استعمال کریں گے اور قومی کار کو کوئی نفع نہیں لوٹائیں گے اور بیٹھ جائیں گے کہ کاروبار کو کوئی نفع ہی نہیں ہوا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ یہ دعویٰ بھی کر سکتے ہیں کہ کاروبار کو نقصان ہوا ہے جس سے صرف نفع ہی نہیں اصل رقم بھی خطرے میں چھ جائے گی۔

یقیناً واقعی یہ ایک خطرہ ہے خاص طور پر ان معاشروں میں جہاں بد عنوانی روزمرہ کا معمول بن چکی ہے لیکن بہر حال اس مسئلے کا حل ایسا مشکل بھی نہیں ہے جتنا عموماً پورا کیا جاتا ہے یا جو سناچڑھا کر پیش کیا جاتا ہے۔

اگر کسی ملک کے تمام بینک 'مرکزی بینک اور حکومت کی چوری حد کے ساتھ اسلامی طریقہ کار کے مطابق چلائے جائیں تو بددیانتی کے مسئلہ پر قابو پانا مشکل نہیں ہوگا سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ بہتر طریقے سے انچوائس کیا ہوا آڈٹ کا نظام رائج کرنا ہوگا جس کے مطابق کلائنٹس کے حسابات رکھے جائیں گے اور انہیں انہی طرح کنٹرول کیا جائے گا اس پر بھی پہلے بحث ہو چکی ہے کہ مبالغہ کا تعین صرف ابتدائی نفع کی بنیاد پر کیا جائے اس سے تجلعات اور غور و برد کے امکانات کم ہو جائیں گے پھر بھی اگر عمل کی طرف سے کوئی بددیانتی ہے ضابطہ کی یاد پر وہی پائی گئی تو اسے جاری کاروائی کا سامنا کرنا ہوگا اور اسے ملک کے کسی بھی بینک سے کوئی سہولت حاصل کرنے سے کم از کم ایک مخصوص مدت کے لئے محروم بھی کیا جاسکتا ہے۔ یہ اقدامات حتمی نفع چھپانے یا کسی اور بددیانتی کے اور خطاب کے خلاف مضبوط رکاوٹ ثابت ہوں گے مزید برآں بینکوں کے کلائنٹس مستقل طور پر خبردار رکھانے کے متحمل نہیں ہو سکتے اس لیے کہ یہ مختلف حوالوں سے خود ہی کے اپنے مفاد کے خلاف ہوگا یہ درست ہے کہ مذکورہ بالا احتیاطی

تاخیر اختیار کرنے کے باوجود ایسی صورت احوال کے امکانات موجود ہیں جن میں بعض کا منتفی اپنے برے مقاصد میں کامیاب ہو جائیں، لیکن سزا کے اقتدار اور کاروبار کا عمومی ماحول ایسے مواقع کو کم کر دیں گے (خود سودی معیشت میں بھی بد بندگان کا قافیہ وصول قرضوں (Bad Debts) کی مشکلات پیدا کرتے رہتے ہیں) یہ بات مشارک کے بارے میں نظام کو مسترد کرنے کا مستقل سبب یا اس کا عذر نہیں بن سکتی۔

بلاشبہ بددیانتی کا یہ لحاظ من و مونوں اور مالیاتی لوگوں کیلئے بہت زیادہ ہے جو روایتی بینکوں کے عمومی دھارے سے الگ ہو کر کام کر رہے ہیں، انہیں مختلف حکمتوں اور مرکزی بینکوں کا خاص تعاون حاصل نہیں ہوتا، یہ نہ تو نظام تبدیل کر سکتے ہیں اور نہ ہی یہ اپنے قوانین اور قواعد و ضوابط لاگو کر سکتے ہیں، لیکن انہیں یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ وہ محض کاروباری اور سے ہی نہیں ہیں، یہ بینکنگ کے ایسے نظام کو متعارف کرانے کیلئے قائم کیے گئے ہیں جس کا اپنا ایک فلسفہ ہے۔ ان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس نظام کو آگے بڑھائیں، اگرچہ اس کی وجہ سے کسی حد تک ان کے مبالغہ کا حجم کم ہونے کا خدشہ ہو، اس لئے انہیں کم از کم چند منتخب بنیادوں پر ہی کسی مشارک کا استعمال شروع کرنا چاہیے، ہر بینک کے کچھ ایسے کا منتفی ضرور ہوتے ہیں جن کی ایمان داری شک و شبہ سے بالا ہوتی ہے، اسلامی بینکوں کو چاہیے کہ کم از کم ان کے ساتھ قریبی منجج مشارک کی بنیاد پر کریں، اس سے بدکیٹ میں ابھی نظیر قائم کرنے میں مدد ملے گی اور دوسرے اس کی پیروی

(۱) bad debts کسی شخص یا گروہ کے اسے عیاں قرض جس کی وصولی ممکن ہو یا وصولی کی

نامت قرض کی حالت سے زیادہ، جو مبالغہ کی پیروی میں ایسے قرضوں کو عیاں تصور کیا جاتا ہے۔

پر آمدہ ہوں گے۔ مزید برآں، کچھ ایسے ٹیکرز بھی ہیں جن میں مشدک کی بنیاد پر قومی بڑی آسانی سے ہو سکتی ہے، مثال کے طور پر برآمد کی قومی میں مشدک کو استعمال کیا جائے تو ہدیاتی کا خاص امکان نہیں ہے، برآمد کنندہ کے پاس باہر سے ایک مضمین آور موجود ہے، قیمتیں طے شدہ ہیں، لاگت کا اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں ہے، لوائنگ موبائل سی کی وجہ سے محفوظ ہوتی ہے۔ لوائنگ خود بینک کے ذریعے ہوتی ہے۔ ایسے حالات میں کوئی وجہ نہیں ہے کہ مشدک کے طریقے کو اختیار نہ کیا جائے۔ اسی طرح درآمد کی قومی بھی مشدک کی بنیاد پر چند احتیاطوں کے بعد ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ اسی باب میں پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

۳۔ کاروبار کی رازداری :

مشدک پر ایک اور تنقید یہ کی جاتی ہے کہ قومی کار (Financier) کو مل کے کاروبار میں شریک بنانے سے کاروبار کے راز اس (قومی کار) کے پاس اور اس کے ذریعے سے دوسرے کاروباروں کے پاس چلے جائیں گے۔

لیکن اس کا حل بہت آسان ہے۔ مشدک میں داخل ہوتے وقت مل (Client) یہ شرط لگا سکتا ہے کہ قومی کار (Financier) انتظام و انصرام (Management) کے معاملات میں مداخلت نہیں کرے گا اور وہ کاروبار کے مصلحت کسی قسم کی معلومات کسی شخص کو مل کے اجازت کے بغیر منتقل نہیں کرے گا۔ رازداری کو برقرار رکھنے کے اس طرح کے معاہدے کا پابکار دوسرے احکام کرتے ہیں، خاص طور پر بینک اور مالیاتی ادارے جن کا سارا کاروبار ہی رازداری پر مبنی ہوتا ہے۔

۳۔ کلانتش کا نفع میں شرکت پر آمادہ نہ ہونا :

بعض اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ کلانتش لوگوں کے ساتھ حقیقی نفع میں شریک نہیں ہونا چاہئے یہ تاہم خود کی ذمہ داری پر مبنی ہے۔

(۱) یہ سمجھتے ہیں کہ جنگ حقیقی نفع جو کہ بہت زیادہ بھی ہو سکتا ہے، میں شریک ہونے کا کوئی حق نہیں دیکھتے اس لئے کہ کاروبار کی جنگ میں ہمارے لئے اس سے انہیں سود کار نہیں ہوتا تو یہ (کلانتش) اپنی محنت کے ثمرات میں لوگوں کو کیوں شامل کریں گے جو کہ صرف اخلاقی فراہم کرتے ہیں، کلانتش یہ دلیل بھی دیتے ہیں کہ روایتی جنگ سود کی معمولی شرح پر راضی ہو جاتے ہیں تو اسلامی لوگوں کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیے۔

(۲) اگر مذکورہ بات ایک عنصر نہ بھی ہو جب بھی کلانتش اس بات سے غور فرماتے ہیں کہ ان کے حقیقی منافع کا جنگوں کو علم ہو جائے گا اور ان کے ذریعے سے یہ معلومات فیلڈوں کے ہاتھ لگ سکیں گی اور کلانتش کی فیکس کی ذمہ داریاں بڑھ جائیں گی۔

پہلی بات کا حل اگرچہ آسان نہیں ہے، لیکن ان مسائل اور تاہم بھی نہیں ہے، ایسے کلانتش کو اس بات کا قائل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کہ بڑی بحری کے بغیر سودی قرضہ لینا بہت بڑا گناہ ہے، کلانتش کاروبار کو دوست دینا کسی بھی اعتبار سے شدید ضرورت میں داخل نہیں ہے، مسئلہ کہ کے ذریعے سے اپنے کاروبار کے لئے ہاتھ لگانے کی فراہمی کا انتظام کر کے وہ نہ صرف اللہ تعالیٰ کی غرضمندی حاصل کریں گے بلکہ اپنے لئے اور اسلامی جنگ کے لئے نفع کو بھی حاصل کریں گے۔

دوسرے فصر کے بادے میں بھی کہا جاسکتا ہے کہ بعض مسلم برائے
میں فکس کی شرح ماہانہ اور غیر منقطع ہے "اسلامی بینکوں اور فن کے تمام
کلائنٹس کو چاہیے کہ وہ حکومتوں کو قائل کرنے کی کوشش کریں اور فن قوانین کو
تبدیل کرانے کے لئے محنت کریں جو کہ اسلامی بینکاری کے راستے میں رکاوٹ
ہیں" حکومتوں کو بھی یہ حقیقت سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ اگر بینکوں کی
شرح معقول ہو اور فکس دیا کرنے والوں کو قائل کیا جائے کہ دیانت داری سے
فکس دیا کرنے میں فن کا بھی فائدہ ہے تو سرکاری آمدنی میں کمی نہیں اٹھانے
ہوگا۔

شرکت متناقصہ

(DIMINISHING MUSHARAKAH)

مشترک کی ایک اور شکل جسے ماضی قریب میں ترقی دی گئی ہے "مشترک
متناقصہ" (۱) ہے اس تصور کے مطابق ایک قبول کار اور اس کا میل کسی جائیداد
ساتھ یا کاروباری ادارے کی مشترکہ ملکیت حاصل کرتے ہیں "قبول کار کا حصہ
کئی بے شمس میں تقسیم کر لیا جاتا ہے اور یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ میل "قبول کار
کے حصے کے بے شمس ایک ایک کر کے یکو دھکوں کے بعد خرید لے گا جس کے
نتیجے میں اس کا حصہ کم ہو جا رہے گا یہاں تک کہ اس کے تمام بے شمس میل خرید
لے گا اور جائیداد یا کاروباری ادارے کا تمام ملک میں جائے گا"

شرکت متناقصہ کے اس تصور کو مختلف معاملوں میں مختلف طریقوں سے

اعتبار کیا جاتا ہے 'چند سوئے اہل میں دیئے جاتے ہیں۔

۱۔ اسے عام طور پر ہاؤس فائنلنگ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے 'معمولی ایک گھر خریدنا چاہتا ہے 'جس کے لئے اس کے پاس کافی رقم موجود نہیں ہے 'یہ ایک قبول کار کے پاس جاتا ہے جو کہ مطلوبہ گھر کی خریداری میں اس کے ساتھ شریک ہونے پر آمادہ ہو جاتا ہے 'قیمت کا میں فیصد معمولی دوا کرتا ہے اور اسی فیصد قبول کار 'لذا گھر کے اسی فیصد حصے کا مالک قبول کار ہے اور میں فیصد کا معمولی جائیداد مشترکہ طور پر خریدنے کے بعد معمولی گھر کو اپنی رہائشی ضرورتوں کے لئے استعمال کرتا ہے 'اور قبول کار کو جائیداد میں اس کا حصہ استعمال کرنے کی وجہ سے کرایہ دوا کرتا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ قبول کار کے حصے کو آٹھ برابر بخش میں تقسیم کر لیا جاتا ہے 'ہر پانچ گھر کی دس فیصد ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے (کیونکہ اس کی کل ملکیت اسی فیصد تھی) معمولی 'قبول کار سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ ہر تین ماہ کے بعد ایک پانچ خریدے گا 'چنانچہ تین ماہ کی پہلی مدت پوری ہونے پر وہ گھر کی قیمت کا دس فیصد حصہ دوا کر کے ایک پانچ خرید لیتا ہے 'اس سے قبول کار کا حصہ اسی فیصد سے کم ہو کر ستر فیصد ہو جائے گا 'قبول کار کو دوا کیا جائے گا اور کرایہ بھی اس حد تک کم ہو جائے گا 'دوسری مدت کے پورا ہونے پر وہ ایک اور پانچ خرید لے گا 'جس سے جائیداد میں اس کا حصہ بڑھ کر پانچس فیصد ہو جائے گا اور قبول کار کا کم ہو کر ساٹھ فیصد رہ جائے گا اور اسی حساب سے کرایہ بھی کم ہو جائے گا 'یہ ترتیب اسی طریقے سے چلتی رہے گی یہاں تک کہ وہ سال کے اختتام پر معمولی قبول کار کا سارا حصہ خرید لے گا جس سے اس کا حصہ صفر رہ جائے گا اور معمولی کا حصہ سو فیصد ہو جائے گا۔

یہ طریق کار قبول کار کو یہ اہدات دیتا ہے کہ جائیداد میں اپنی ملکیت

کے عاسب سے کر لیا کا دعویٰ کرے اور اسی کے ساتھ اپنے حصے کے بونص کی
 فتح کے ذریعے سے اپنا اصل سرمایہ و تحفے و تحفے سے واپس حاصل کرے۔

۲۔ "کلف" مسافروں کو ٹرانسپورٹ کی خدمات مہیا کرنے کے لئے ایک
 ٹیکسی خریدنا چاہتا ہے تاکہ لوگوں سے لئے جانے والے کرایوں سے آمدنی حاصل
 کرے لیکن اس کے پاس نقد کی کمی ہے۔ "ب" ٹیکسی کی خریداری میں شرکت
 کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور دونوں مشترکہ طور پر ایک ٹیکسی خریدتے ہیں۔ 80%
 قیمت "ب" کو اکرنا ہے اور 20% "کلف" یہ ٹیکسی لوگوں کو سفری خدمات مہیا
 کرنے کے لئے نکال دی جاتی ہے جس سے عاسب "1000 روپے آمدن ہوتی ہے"
 چونکہ "ب" کا ٹیکسی میں 80% حصہ ہے اس لئے اس پر اطلاق کر لیا گیا کہ کر لیا
 80% حصہ "ب" کو ملے گا اور 20% "کلف" کو جس کا گازی میں حصہ بھی 20%
 ہی ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ "800 روپے عاسب" "ب" اور "200 کلف" کو
 حاصل ہوں گے "فین ہا بعد "کلف" "ب" کے حصے میں سے ایک بونص خرید لیتا
 ہے جس سے "ب" کا حصہ کم ہو کر 70% رہ گیا اور "کلف" کا بڑھ کر 30% ہو
 گیا جس کا مطلب یہ ہوا کہ اس تاریخ سے "کلف" عاسب آمدن میں سے "300
 روپے کا مستحق ہے اور "ب" "700 روپے کا۔ یہ طریقہ کار جاری رہے گا یہاں
 تک کہ دو سال کے اختتام پر ٹیکسی مکمل طور پر "کلف" کی ملکیت میں ہوگی اور
 "ب" اپنی اصل سرمایہ کاری کی رقم بھی واپس لے چکا ہو گا اور نہ کوئی طریقہ کے
 مطابق آمدن میں اپنا حصہ لگے۔

۳۔ "کلف" ٹریڈی میڈ کارمنٹس کا کاروبار شروع کرنا چاہتا ہے لیکن اس کے
 پاس اس کاروبار کے لئے مطلوبہ رقم کی کمی ہے۔ "ب" ایک متحیدہ مدت جو ہم دو
 سال فرض کر لیتے ہیں کے لئے اس کے ساتھ شریک ہونے پر راضی ہو جاتا

ہے 'چائیس فیصد سرمایہ کاری 'کلف' کرتا ہے اور ساتھ فیصد 'تب' کرتا ہے۔ دونوں مشدک کی بنیاد پر کاروبار کا آغاز کر دیتے ہیں۔ دونوں کے نفع کی قسمیں نسبت مراعات ملنے کر لی جاتی ہے 'اسی کے ساتھ کاروبار میں 'تب' کے حصے کے چوبیس فیصد پر مشتمل جاتے ہیں اور 'کلف' انہیں قدر سجا خرید و شراعت کر دیتا ہے 'یہاں تک کہ وہ سال کے اختتام پر 'تب' کاروبار سے باہر ہو جاتا ہے اور 'کلف' اس کا تمام مالک بن جاتا ہے۔ 'تب' کو مختلف مدتوں میں ملنے والے نفع کے علاوہ اپنے پر مشتمل کی قیمت بھی حاصل کرے گا جو کہ عملی طور پر اس کے اصل سرمایہ کی واپسی کے مترادف ہے۔

شرعی نقطہ نظر سے تجزیہ کیا جائے تو یہ طریق کار مختلف معاملوں کا مجموعہ ہے جو کہ مختلف مراحل میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ اس لئے شرکت متناقصہ کی ابھی ذکر کردہ تین صورتوں پر اسلامی اصولوں کی روشنی میں بحث کی جاتی ہے۔

شرکت متناقصہ کی بنیاد پر ہاؤس فائننسنگ :

مجوزہ طریق کار درج ذیل معاملوں پر مشتمل ہے۔

- ۱۔ چائیس فیصد مشترکہ ملکیت پیدا کرنا (شریکہ الملک)
- ۲۔ قبول کار کا حصہ عمل کو کرایہ پر دینا
- ۳۔ ٹرانزیکشن (عمل) کی طرف سے قبول کار سے یہ وعدہ کہ وہ اس کے حصے کا خرید لے گا

۴۔ مختلف مراحل پر اس کے پر مشتمل عملی طریقہ کار

۵۔ قبول کار کے چائیس فیصد باقی ماندہ حصے کے حوالے سے کرایہ کا تقسیم۔

اب ہم اس طریق کار کے اجزاء پر تفصیلی بحث کرتے ہیں۔

(۱) مذکورہ طریق کار میں پہلا مرحلہ جائیداد میں مشترکہ ملکیت پیدا کرنا ہے۔ یہ بات اس باب کے شروع میں بیان کی جا چکی ہے کہ شریعہ الحک تلف طریقوں سے وجود میں آسکتی ہے، بنی میں قرینہ کی طرف سے مشترکہ خریداوی بھی شامل ہے۔ اس بات کو تمام فقہاء نے مختلف طور پر جائز قرار دیا ہے اور اس لئے اس طرح مشترکہ ملکیت پیدا کرنے پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

(۲) اس طریق کار کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ قبول کار اپنا حصہ حاصل کو اہداء (Lease) پر دیتا ہے اور اس پر اس سے کرایہ وصول کرتا ہے۔ یہ طریق کار بھی بالکل درست ہے۔ اس لئے کہ فقہاء کا اس بارے میں اختلاف نہیں ہے کہ کسی شخص کا کسی جائیداد میں اپنا مشاع حصہ (غیر منقسم حصہ) اپنے ہی شریک کو کرایہ پر دینا جائز ہے۔ اگر غیر منقسم حصہ کسی تیسرے فریق کو اہداء پر دیا جاتا ہے تو اس کے جوڑ کے بارے میں فقہاء کے تلف نقطہ ہائے نظر ہیں۔ امام ابو حنیفہ اور امام زفر کے نزدیک غیر منقسم حصہ تیسرے فریق کو اہداء پر نہیں دیا جاسکتا۔ جبکہ امام مالک، امام شافعی، امام ابو حنیفہ اور امام محمد بن الحسن فرماتے ہیں کہ غیر منقسم حصہ بھی کسی شخص کو کرایہ پر دیا جاسکتا ہے۔ لیکن جمہور تک اس صورت کا قائل ہے کہ جائیداد اپنے ہی شریک کو کرایہ پر دی جائے تو اس اہدائے کے جزاء پر تمام فقہاء اتفاق ہیں اور۔

(۳) مذکورہ بالا طریقے کا تیسرا مرحلہ یہ ہے کہ "میل" قبول کار کے غیر منقسم حصے کے تلف خریداوی ہے۔ یہ معاملہ بھی شرعاً جائز ہے۔ اگر غیر

(۱) مختار مجلہ: ۲، صفحہ ۳۶۳ تا ۳۶۵

(۲) ابن قدام: المغنی ج ۱ ص ۷۳، المختار ج ۱ ص ۷۳

مقسم (مثلاً) حصہ زمین اور عمارت دونوں سے تعلق رکھتا ہے تو دونوں کی بیع تمام لغوی مکاتب فکر کے نزدیک جائز ہے اسی طرح اگر عمارت کا بغیر حصہ حصہ شریک کو بیچنے کا ارادہ ہو تو یہ بھی بافتق فقہاء جائز ہے بلکہ اگر اسے قیصری پادری کے ہاتھ فروخت کیا تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے (۱)۔

ابھی ذکر کئے گئے تھیں نکات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ مذکورہ بالا تینوں معاملے بذات خود جائز ہیں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا انہیں ایک ہی انکسار میں جمع کرنا جائز ہے؟ جواب یہ ہے کہ اگر تینوں معاملوں کو اس اعتبار سے جمع کیا جاتا ہے کہ ان میں سے ہر معاملہ دوسرے کے لئے شرط بن جائے تو شرعاً یہ جائز نہیں ہے اس لئے کہ اسلام کے قانونی نظام میں یہ طے شدہ اصول ہے کہ ایک معاملے کو دوسرے کے لئے حقیقی شرط نہیں بنایا جاسکتا لیکن بخلاف حکیم میں یہ تجویز کیا گیا ہے کہ دو معاملوں کو ایک دوسرے کے لئے شرط بنانے کی بجائے صرف تسلی کی طرف سے یک طرفہ وعدہ ہونا چاہیے ایک تو اس بات کا کہ وہ قبولی بکد کا حصہ اپارہ (Lease) پر لے کر کر ایہ لو اکرے گا دوسرے اس بات کا کہ وہ گھر میں قبولی کار کے حصے کے مختلف پرش مختلف مراحل پر خریدے گا۔ اس سے ہم چوتھے مسئلے کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں اور وہ ہے اس طرح کے وعدے کے قانوناً لازم ہونے کا مسئلہ۔

(۲) عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ کسی کام کا وعدہ کر لینے سے وعدہ کرنے والے پر صرف اخلاقی ذمہ داری عائد ہوتی ہے جس پر عدالت کے ذریعے تسلی درآمد نہیں کر لیا جاسکتا لیکن حدود فقہاء ایسے بھی ہیں جن کا نظریہ ہے کہ

دھارے قضاہ بھی لازم ہوتے ہیں اور عدالت دھارہ کرنے والے کو ایچائے عہد پر مجبور کر سکتی ہے، خاص طور پر کاروباری سرگرمیوں میں (۱) چند ماہگی اور منفی قضاء کا خاص طور پر اس ضمن میں حوالہ دیا جاسکتا ہے جو کہتے ہیں کہ ضرورت کے سہاقوں پر دھاروں پر عدالت کے ذریعے بھی عمل کر لیا جاسکتا ہے، منفی قضاہ نے اس نکتہ نظر کو ایک خاص بیج کے قطعی سے اختیار کیا ہے جسے "بیج باوقاء" کہا جاتا ہے "بیج باوقاء" کی گہری بیج کا ایک خاص طریقہ ہے جس میں خریدہ بیچنے والے سے یہ دھارہ کرتا ہے کہ جب یہ بیج خریدہ کو گہری قیمت واپس کر دے گا تو وہ گہرا سے دوبارہ بیج دے گا۔ یہ طریقہ کار دستی ایجنٹ کے حکم میں مروج تھا، اور منفی قضاہ کا اس کے بدلے میں نکتہ نظر یہ تھا کہ اگر گہری دوبارہ بیج کو پہلی بیج کے لئے شرط بنایا گیا ہے تو یہ جائز نہیں ہے، لیکن اگر بیج بغیر شرط کے مقرر ہے اور بیج کے مقرر ہونے کے بعد خریدہ یہ دھارہ کرتا ہے کہ جب بیج اسے ملے گا تو وہ گہرا سے دوبارہ بیج دے گا تو یہ دھارہ قابل قبول ہے اور اس کی وجہ سے دھارہ کرنے والے پر صرف اخلاقی ذمہ داری ہی قائم نہیں ہوگی بلکہ اس کے ذریعے سے اصل بیج کو ایک قانونی طور پر قابل خلاف من حاصل ہو جائے گا۔

فقہاء نے اس طریقہ کار کو جائز قرار دیتے ہوئے اپنے نکتہ نظر کی بنیاد اس اصول پر رکھی ہے کہ

قد جعل المواعيد لازمة لحاجة الناس

"ضرورت کے وقت دھاروں کو عدالتی طور پر بھی لازم قرار

(۱) اس مسئلہ کی مزید تفصیل "مرصعہ" کے باب میں آئے گی۔

دیا جاسکتا ہے۔"

حتیٰ کہ اگر وعدہ صلح کے مؤثر اور نافذ ہونے سے پہلے کر لیا جاتا ہے اور اس کے بعد صلح بغیر شرط کے منعقد ہوتی ہے تو اس فقہاء کے نزدیک یہی کام بھی جائز ہو گا۔

کوئی شخص یہ اعتراض اٹھا سکتا ہے کہ اگر وعدہ صلح میں داخل ہونے سے پہلے کیا گیا ہے تو صلح یہ خود صلح میں شرط لگانے کی طرح ہے اس لئے کہ فریقین کے صلح میں داخل ہونے کے وقت یہ شرط انہیں معلوم ہے اس لئے اگرچہ صلح کسی صورت شرط کے بغیر ہے اب بھی اسے شرط ہی سمجھنا چاہیے اس لئے کہ ایک صورت شرط کا وعدہ اس سے پہلے ہو چکا ہے۔

اس اعتراض کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ صلح کے اندر شرط لگانے اور صلح کو شرط کیے بغیر وعدہ کرنے میں جو فرق ہے اگر صلح کے وقت صرف شرط ذکر کی گئی تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ صلح اسی صورت میں نافذ اور صحیح ہوگی جبکہ وعدہ پورا کیا جائے گا جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اگر مستقبل میں وعدہ پورا نہ کیا گیا تو یہ صلح باطل تصور ہوگی اس سے صلح کا عقد مستقبل کے کسی واقعہ پر موقوف ہو جاتا ہے جو واقعہ ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی اس سے عقد میں غیر قیمتی صورت حال (غرر) پیدا ہو جاتی ہے جو کہ شریعت میں بالکل ناجائز ہے۔

اس کے برعکس اگر صلح کسی شرط کے بغیر ہوتی ہے لیکن کسی پدائی نے بطریقہ طور پر کوئی وعدہ کر لیا ہے تو یہ قرار نہیں دیا جاسکتا کہ صلح وعدہ کے انجام پر موقوف یا اس کے ساتھ شرط ہے یہ صلح ہر حال مؤثر ہوگی خواہ وعدہ کرنے والا

اپنا وعدہ پورا کرے یا نہ کرے، حتیٰ کہ اگر وعدہ کرنے والا اپنے وعدہ سے انحراف کرتا ہے تب بھی قلعہ مضبوط رہے گی۔ جس سے وعدہ کیا گیا ہے وہ لہذا سے لہذا یہ کر سکتا ہے کہ وعدہ کرنے والے کو عدالت کے ذریعے اپنا وعدہ پورا کرنے پر مجبور کرے اور اگر وعدہ کرنے والا اپنا وعدہ پورا کرنے کے قابل نہیں ہے تو جس سے وعدہ کیا گیا تھا وہ اس حقیقی شخص کا دعویٰ کر سکتا ہے جو اسے عدم ایفاء کی وجہ سے اٹھاتا ہے۔

اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ خریدنے کا مستقل اور ایک وعدہ اصل عقد کو اس کے ساتھ مشروط یا اس پر موقوف نہیں بناتا اس لئے اسے عمل میں لایا جاسکتا ہے۔

اس تجزیے کی بنیاد پر ”شرکت منافعہ“ کو بڑا سا ٹانگہ کیلئے مندرجہ ذیل شرط کے ساتھ استعمال کیا جاسکتا ہے۔

(الف) مشترکہ خریداری ’ابادہ‘ اور قبولی کار کے حصے کے بٹن کی تصدیق مساطوں کو ایک ہی عقد میں آپس میں ملا نہیں چاہیے، تاہم مشترکہ خریداری اور عقد ابادہ کو ایک ہی دستخط میں جمع کیا جاسکتا ہے جس کے ذریعے قبولی کار اس بات پر اتفاق کرے گا کہ وہ مشترکہ خریداری کے بعد اپنا حصہ عملی کو کرایہ پر دے دے گا ایسا کرنا اس لئے جائز ہے کہ جیسا کہ متعلقہ باب میں بیان کیا گیا ہے کہ ابادہ کسی آئندہ آئے دلی بدوخی سے بھی باثر ہو سکتا ہے، اسی کے ساتھ عملی ایک ایک طرف وعدے پر دستخط کر سکتا ہے جس کے مطابق وہ قبولی کار کے حصے کے مختلف بٹن حصین و تقوں کے بعد خرید لے گا اور قبولی کار یہ بات قبول کر سکتا ہے کہ جب عملی اس کے حصے کا ایک بٹن خرید لے گا تو اسی تناسب سے کرایہ بھی کم ہو جائے گا۔

(ب) ہر پونٹ کی خریداری کے وقت "باقاعدہ انتخاب و قبول کے ذریعے ای
تصمیم سازی کو بیع کا انعقاد ہونا چاہیے۔

(ج) یہ زیادہ بہتر ہے کہ عمل کی طرف سے مختلف بھٹس کی خریداری اس
بذریعہ قیمت کے مطابق ہو جو کہ اس پونٹ کی خریداری کے وقت بازار میں رائج
ہو لیکن یہ بھی جائز ہے کہ خریداری کے اس دورے میں جس پر عمل نے دخل
کئے ہیں ایک قیمت بھی طے کر لی جائے۔

خدمات (Services) کے کاروبار کیلئے شرکت متناقصہ :

لوہر ذکر کردہ شرکت متناقصہ کی دوسری مثال ایک ٹیکسی کی مشترکہ
خریداری کی تھی تاکہ اسے کرایہ پر لگا کر آمدنی حاصل کی جائے۔ یہ طریق کار
مندرجہ ذیل اجراء پر مشتمل ہے۔

(۱) شریعہ الملک کی شکل میں ٹیکسی کے اندر ایک مشترکہ ملکیت پیدا کرنا جیسا کہ
پہلے بیان کیا گیا ہے شرعاً جائز ہے۔

(۲) ٹیکسی کی خدمات (Services) کے ذریعے حاصل ہونے والی آمدن میں
مشدد کہ "یہ بھی جائز ہے" جیسا کہ اس باب کے شروع میں بیان کیا گیا۔

(۳) عمل کا توہیل کار کے حصے کے مختلف بھٹس کو خریدنا اس کا جو ان
شرطوں کے ساتھ مشروط ہے جو ہاؤس فنانسنگ میں تحصیل سے بیان ہو
لیگی ہیں لیکن ہاؤس فنانسنگ اور اس دوسری مثال میں توجہ کردہ طریق کار
میں ایک تھوڑا سا فرق ہے "یہ کہ ٹیکسی کو جب کرائے کی سواری کے طور
پر استعمال کیا جاتا ہے تو عموماً وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی قیمت
میں کمی (Depreciation) واقع ہوتی ہے اس لئے توہیل کار کے مختلف

یہ جس کی قیمت کے حصے میں قیمت کی اس کی کو ضرور پیش نظر رکھنا
چاہیے۔

عام تجارت میں شرکت متناقصہ :

پہلے ذکر کردہ نمونوں میں سے تیسرا نمونہ یہ تھا کہ قبولی کار ساتھ فیصد
سرمایہ ریڈی میڈ کار منس کا کاروبار چلانے کے لئے شامل کرتا ہے۔ یہ طریق کار دو
ازامہ پر مشتمل ہے۔

(۱) پہلے مرحلے میں تو یہ ایک سادہ سامانہ کہ ہے جس کے ذریعے سے دو
شریک ایک مشترکہ کاروبار میں مختلف مقدار میں اپنا اپنا سرمایہ لگاتے ہیں، ظاہر
ہے کہ یہ ان شرطوں کے مطابق جائز ہے جو کہ اسی باب کے شروع میں بیان کی
گئیں۔

(۲) عمل کا قبولی کار کے حصے کے مختلف حصے کو خریدنا جو کہ عمل کی
طرف سے مستقل اور علیحدہ دھارے کے ذریعے سے ہوگا اس دھارے کے حلقہ
شرعی شرائط وہی ہیں جو کہ باؤس کا بیکسنگ کے ضمن میں بیان ہوئی ہیں، لیکن
دونوں میں ایک بڑا اہم فرق ہے۔ وہ یہ کہ یہاں یہ قبولی کار کے حصے کی قیمت
دھارہ خریداری میں حصے میں حصے کی جائزگی، اگر قیمت مشترکہ میں داخل ہوتے ہی
حلقہ نئے کرنی گئی تو عملاً اس کا مطلب یہ ہوگا کہ عمل نے قبولی کار کے گئے
ہوئے اصل سرمائے کی نفع کے ساتھ یا نفع کے بغیر واپسی کی یقین دہانی کر دیتی
ہے، جو کہ مشترکہ کی صورت میں شرعاً ناجائز ہے۔ اس لئے جو یہ جس
عمل خریدنے کا ان کی قیمت حصے کرنے کے لئے قبولی کار کے پاس وہ اختیار
(Options) ہیں، پہلا اختیار یہ ہے کہ وہ اس بات پر اتفاق کر لے کہ ہر یونٹ کی

خریداری کے وقت کاروبار کی قیمت لگا کر اس کی پیداوار پر اس پر ٹس کو لکھا جائے گا۔
 اور اگر کاروباری کی قیمت زیادہ مچی ہے تو اس پر ٹس کا ٹس بھی زیادہ ہوگا اور اگر
 کاروبار کی قیمت کم ہو گئی تو پر ٹس کی قیمت بھی کم ہو جائے گی۔ یہ قیمت لگانا مہرین
 کے ذریعے حوالہ اصولوں کے مطابق بھی ہو سکتا ہے اور ان مہرین کی نفاذی
 بھی دھڑے پر دستخط کے وقت کی جاسکتی ہے۔ دوسرا اختیار یہ ہے کہ قبول کار
 عمل کو اجازت دے دے کہ وہ جو ٹس کو جس قیمت پر ممکن ہو کسی اور کے ہاتھ
 لگا دے اسی کے ساتھ وہ خود بھی عمل کو ایک خاص قیمت کی پیش کش کر دے۔
 اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر اسے اس سے زیادہ قیمت پر کوئی لاپس مل جاتا ہے تو وہ
 اسے لگا دے گا لیکن اگر وہ فائدہ خیر کو چھوڑتا ہے تو وہ اسی قیمت پر لینے پر
 متفق ہوگا جو اس سے پہلے اس نے طے کر دی تھی۔

اگرچہ شرعا دونوں اختیار ہی قابل عمل ہیں لیکن دوسرا اختیار قبول کار
 کے لئے قابل عمل نہیں ہوگا اس لئے کہ اس کا نتیجہ ایک نئے شریک کے
 مفاد کے میں شامل ہونے کی صورت میں ظاہر ہوگا جس سے پورا بندہ دست خارج
 ہوگا اور شرکت مفاد کا مقصد بھی فوت ہو جائے گا جس کے مطابق قبول
 کار اپنی رقم ایک حصہ میں دے دے اور اپنی لینا چاہتا تھا اس لئے شرکت مفاد کے
 مقصد کو روک دے عمل لانے کیلئے صرف پہلا اختیار ہی قابل عمل ہے۔

مرادجو

اکثر اسلامی بینک اور باہمی ادارے مرادجو کو ایک اسلامی طریقہ قبولی کے طور پر استعمال کر رہے ہیں اور ان کے اکثر قبولی عمل (Financial Operations) مرادجو پر ہی مبنی ہوتے ہیں۔ یکجا وجہ ہے کہ یہ اصطلاح معاشی سطحوں میں آج کل ایک بینکاری کے طریقے کے طور پر مردوع ہے، جبکہ مرادجو کا اصل تصور اس خیال سے مختلف ہے۔

مرادجو حقیقت میں اسلامی نقد کی ایک اصطلاح ہے اور اس سے مراد ایک خاص قسم کی نفع ہوتی ہے جس کا اپنے اصل تصور کے اعتبار سے قبولی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، اگر کوئی بالغ اپنے خریدہ کے ساتھ اس پر اتفاق کر لیتا ہے کہ وہ اسے ایک متعین سالانہ حصص نفع پر دے گا جسے اس سالانہ کی لاگت پر زائد کہا جائے گا تو اسے 'مرادجو' کہا جاتا ہے، مرادجو کا بنیادی عنصر یہ ہے کہ بیچنے والا اس لاگت کو ظاہر کرتا ہے جو اس نے اس سالانہ کے حصول پر برداشت کی ہے اور اس پر یکم نفع شامل کر لیتا ہے، یہ نفع ایک متعین رقم کی شکل میں بھی ہو سکتا ہے اور فیصدی شرح پر مبنی بھی۔

مرادجو کی صورت میں ادائیگی بروقت بھی ہو سکتی ہے اور بعد میں آنے والی کسی جدوجہد پر بھی جس پر فریقین متفق ہوں۔ اس لئے مرادجو لازمی طور پر مؤجل ادائیگی (Deferred Payment) پر دلالت نہیں کرتا جیسا کہ عموماً وہ لوگ خیال کرتے ہیں جو کہ اسلامی نقد سے زیادہ شناسائی نہیں رکھتے اور انہوں نے بینکنگ کے معاملات کے حوالے ہی سے مرادجو کا نام سنا ہوتا ہے۔

مراد کو اپنی اصل شکل میں ایک سادہ کلمہ ہے اور واحد خصوصیت جو اسے ذاتی اقسام کی حدود سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ مراد کو میں پہلے صرف مانتا فریجہ کو یہ بتاتا ہے کہ اسے کئی لاکھ آئی ہے اور لاکھ پر وہ کتنا قطع لینا چاہتا ہے۔ اگر کوئی شخص کوئی چیز ایک مستحق قیمت پر فروخت کر رہا ہے جس میں لاکھ کا کوئی حوالہ نہیں ہے تو یہ مراد کو نہیں ہے اگرچہ وہ اپنی لاکھ پر قطع بھی کھائے اس لئے کہ یہ کلمہ لاکھ پر بلکہ دائرہ شامل کرنے ("Cost-Plus") کے تصور پر مبنی نہیں ہے۔ اس صورت میں یہ کلمہ "سدا" کہلاتی ہے۔

یہ ہے مراد کو کی اصطلاح کا حقیقی مفہوم جو کہ ایک حوالہ اور سدا کلمہ ہے لیکن بعض دوسرے تصورات کا اس میں اضافہ کر کے اسے اسلامی دیکھوں اور باہمیاتی لوازموں میں بطور طریقہ قبول استعمال کیا جاتا ہے لیکن اس طرح کے معاہدوں کا صحیح ہونا بعض شرائط پر موقوف ہے جن کا پورا لحاظ رکھا جانا ضروری ہے تاکہ یہ معاہدے شرعاً قابل قبول ہو سکیں۔

حق شرائط کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے سب سے پہلے یہ ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ مراد کو ہر پہلو سے ایک کلمہ ہی ہے اس لئے صحیح کلمہ کے تمام لوازم کا اس میں پایا جانا ضروری ہے۔

لہذا اس بحث کا آغاز کلمہ کے چند بنیادی قواعد سے کیا جاتا ہے جن کے بغیر کوئی بھی کلمہ صحیح نہیں ہو سکتی اس کے بعد ہم حق قواعد کے حقیقی بحث کریں گے جو کہ "مراد کو" کے بدلے میں ہیں اس کے بعد وضاحت سے یہ بتایا جائے گا کہ مراد کو کو کبھی قبول طریقہ قبول کے طور پر استعمال کرنے کا طریقہ کیا ہے۔

یہاں اس بات کی کو خوش کی جاتی ہے کہ تفصیلی اصولوں کو مختصر سے مختصر

ہملوں میں رہ کر دیا جائے تاکہ موضوع کے بنیادی نکات ایک ہی نظر میں گرفت میں آسکیں اور حوالہ دینے میں سہولت کیلئے محفوظ کیے جاسکیں۔

خرید و فروخت کے چند بنیادی قواعد

شریعت میں بیع کی تعریف یہ کی گئی ہے ”بیت دکنے دلی چیز کا قیمت دلی چیز ہی کے بدلے میں یا بھی رخصاندی سے چار“ ”مسلم فقہاء نے عقد بیع کے بارے میں ہفت سے قواعد ذکر کیے ہیں اور ان کی تفصیل بیان کرنے کے لئے متعدد جلدوں میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں، یہاں مقصود صرف ان قواعد پر مختصر ملاحظہ کرنا ہے جن کا تعلق توبہ کی واردات میں استعمال ہونے والے معاملہ کے ساتھ ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۔ بیچ جانے والی چیز بیع کے وقت موجود ہونی چاہیے۔ لہذا اگر چیز ابھی تک وجود میں نہیں آئی اسے بیچا بھی نہیں جاسکتا اگر کسی غیر موجود چیز کی بیع کی گئی ہو تو یہ بیع باطل ہوگی۔

مثال: ”کلف“ ”ابھی گائے کا بچہ جو کہ ابھی تک پیدا نہیں ہوا“ ”ب“ ”کو بیچنا ہے“ یہ بیع باطل ہے۔

قاعدہ نمبر ۲۔ فروخت کی جانے والی چیز بیع کے وقت مالک کی ملکیت میں ہو۔ لہذا اگر چیز فروخت کرنے والے کی ملکیت میں نہیں اسے بیچا بھی نہیں جاسکتا اگر اس کی ملکیت حاصل کرنے سے پہلے اسے بیچا ہے تو بیع باطل ہوگی۔

مثال: ”کلف“ ”ب“ ”کو ایک گدہ بیچنا ہے جو فی الحال ”ج“ کی ملکیت میں ہے“ لیکن اسے امید ہے کہ وہ گدہ ”ج“ سے خرید لے گا اور بعد میں ”ب“

کے حوالے کر دے گا یہ کلمہ باطل ہے اس لئے کہ کلمہ حق کے وقت
”کلف“ کی ملکیت میں نہیں تھی۔

قاعدہ نمبر ۳۔ کلمہ حق کے وقت چلی جانے والی چیز بیچنے والے کے حق یا معنوی
قبضے میں ہو ”معنوی“ قبضے سے مراد ایسی صورت حال ہے جس میں قبضہ کرنے
والے نے وہ چیز ظاہری طور پر اپنی تحویل میں نہیں لی لیکن اس کے سطور میں
آئی ہے اور اس کے تمام حقوق اور ذمہ داریاں اس کی طرف منتقل ہو گئی ہیں جن
میں اس چیز کے ضیاع کا خطرہ اور رسک بھی شامل ہے یعنی یہ چیز اگر ضائع ہو گئی
تو یہ سمجھا جائے گا کہ خریدار کی ضائع ہوئی۔

مثال: (۱) ”کلف“ نے ”ب“ سے ایک کار خریدی ”ب“ نے ابھی تک یہ کار
”کلف“ یا اس کے وکیل کے حوالے نہیں کی ”کلف“ یہ کار ”ج“ کو
فروخت نہیں کر سکا اگر وہ اس پر قبضہ کرنے سے پہلے کلمہ دیتا ہے تو کلمہ صحیح
نہیں ہوگی۔

(۲) ”کلف“ نے ”ب“ سے ایک کار خریدی ”ب“ اس کار کی تعمیر اور
تعمیراتی کرنے کے بعد اسے ایک ایسے گیراج میں کھڑا کر دیتا ہے جہاں
”کلف“ کی آزادانہ رسائی ہے اور ”ب“ اسے اہدات دیدیتا ہے کہ وہ گاڑی کو
وہاں سے جہاں چاہے لے جاسکتا ہے گاڑی کا رسک ”کلف“ کی طرف منتقل
ہو گیا ہے اب گاڑی اس کے معنوی قبضے (Constructive Possession) میں ہے اگر ”کلف“ اس پر ظاہری اور معنوی قبضہ کیے بغیر ”ج“ کو کلمہ
دیتا ہے تو کلمہ صحیح ہوگی۔

وضاحت 1:

دعا نمبر 329 کتاب باب ۱۰ ہے کہ کوئی شخص ایسی چیز نہیں بیچ سکتا جو

(۱) جو ابھی وجود میں نہ آئی ہو۔

(۲) بیچنے والے کی ملکیت میں نہ ہو۔

(۳) بیچنے والے کے کسی چاہ معقول قبضے میں نہ ہو۔

وضاحت نمبر 2:

عملی بیچ (Actual Sale) اور صرف بیچ کا وعدہ کر لینے میں بڑا فرق

ہے 'عملی بیچ اس وقت تک مؤثر نہیں ہوتی جب تک کہ مذکورہ تین

شرطیں پوری نہ کر لی جائیں' البتہ کوئی شخص ایسی چیز کے بیچنے کا وعدہ کر

سکتا ہے جو کہ اس کی ملکیت یا قبضے میں نہیں ہے 'بلایہی طور پر وعدہ بیچ

سے وعدہ کرنے والے پر صرف ایک اخلاقی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ

وہ اپنے وعدے کو پورا کرے 'اس میں عموماً ہر اہل حق چاہہ جوتی نہیں کی جا

سکتی' تاہم بعض مخصوص صورتوں میں خصوصاً جبکہ وعدہ کی وجہ سے

دوسرے فریق پر ذمہ داری کا کوئی بوجھ پڑ گیا ہو تو اس وعدے پر بذریعہ

عدالت بھی عمل کر لیا جاسکتا ہے 'ایسی صورت میں عدالت وعدہ کن شخص کو

اپنے وعدہ کی تکمیل پر یعنی عملی بیچ کرنے پر مجبور کرے گی۔ اگر وہ ایسا نہ

کر سکے تو عدالت اسے علم دے گی کہ دوسرے فریق کو وعدہ کی اخلاقی

کی وجہ سے جو حقیقی نقصان ہوا ہے وہ اسے لوا کر دے گا۔

(۱) اسلامی فقہ الہندی کی قرارداد نمبر ۳۲ مقرر کرتا ہے: 'مقدم شخص کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے وعدہ'

کا وعدہ کرے۔ مگر یہ حق فقہ اسلامی میں: ۱۵۹۹/۲۵۰

تھیں مگر اس وقت نافذ اور موثر ہو گی جبکہ وہ سامان بالغ کے قبضے میں آجائے اس صورت میں بے انتہاب و قبول کی ضرورت ہو گی اور جب تک اس طرح سے بچ نہ ہو جائے اس کے قانونی نتائج مرتب نہیں ہوں گے۔

استثناء :

قاعدہ نمبر ۵۵۱ میں ذکر کردہ اصول میں دو قسم کی بچ میں چھوٹ دی گئی ہے :

(۱) بچ مسلم

(۲) اصول

فقہاءوں نے قسم کی بچ پر آگے چل کر مستقل باپ میں بحث کی جائے گی۔
 قاعدہ نمبر ۴ : بچ غیر مشروط اور فردی طور پر نافذ العمل ہونی چاہیے لہذا جو بچ مستقل کی کسی طرح کی طرف منسوب ہو یا مستقل میں چلے آئے والے کسی واقعہ پر موقوف ہو وہ باطل ہو گی اگر فریقین بچ کو صحیح کرنا چاہتے ہیں تو انہیں اس وقت لاسرٹو بچ کرنا ہو گی جبکہ مستقل کی وہ طرح آجائے یا وہ شرط پائی جائے جس پر بچ موقوف تھی۔

مثالیں : (۱) الف یکم جنوری کو "ب" سے کتا ہے کہ میں تمہیں اپنی کد کیم لرو دی کو چتا ہوں یہ بچ باطل ہو گی اس لئے کہ اسے مستقل کی ایک طرح کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

(۲) الف "ب" سے کتا ہے کہ اگر فلاں پوئی انٹرنی بیٹ گئی تو میری کار تمہارے ہاتھ کی ہوئی تصور ہو گی یہ بچ بھی باطل ہے اس

لئے کہ اسے مستحق کے ایک حصے پر موقوف کیا گیا ہے۔

قاعدہ نمبر ۵ : بچا جانے والی چیز ایسی ہو جس کی کوئی قیمت ہو لکنہ کاروباری عرف میں جس چیز کی کوئی قیمت نہ ہو اس کی بیع نہیں ہو سکتی۔

قاعدہ نمبر ۶ : بچا جانے والی چیز ایسی نہ ہو جس کا حرام مقصد کے علاوہ کوئی اور استعمال ہی نہ ہو جیسے خنزیر اور شراب وغیرہ۔

قاعدہ نمبر ۷ : جس چیز کی بیع ہو رہی ہو وہ واضح طور پر معلوم ہونی چاہیے اور خریدار کو اس کی شناخت کر لینی چاہیے۔

وضاحت :

بچا جانے والی چیز کی قیمتیں اٹھارہ کر کے بھی ہو سکتی ہے اور ایسی تفصیلی وضاحت سے بھی ہو سکتی ہے جس سے وہ چیز ان اشیاء سے ممتاز ہو جائے جن کی بیع مقصود نہیں ہے۔

مثال :

ایک ہڈنگ ہے جس میں ایک انداز کے بے ہونے کی پورٹس ہیں 'سلف' جو کہ ہڈنگ کا مالک ہے "ب" سے کہتا ہے کہ "میں تمہیں ان پورٹس میں سے ایک چاہتا ہوں"۔ "ب" قبول بھی کر لیتا ہے تو بیع صحیح نہیں ہوگی 'ب' تک کہ زبانی وضاحت کے ساتھ یا اٹھارہ کر کے ایک پورٹس کی قیمتیں نہ کر دی جائے۔

قاعدہ نمبر ۸ : بچا جانے والی چیز پر خریدار کا قبضہ کر لیا جانا چاہیے ہو یہ قبضہ محض اطلاق پر مبنی یا کسی شرط کے پاسے جانے پر موقوف نہیں ہو چکا ہے۔

مثال : "سلف" اپنی ایسی کار چاہتا ہے جو کسی نامعلوم شخص نے چرائی ہے اور

دوسرا شخص اس امید پر خرید لیتا ہے کہ "الف" یہ کار دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا یہ صحیح سمجھ نہیں ہو گی۔

قاعدہ نمبر ۹: قیمت کی قیمتیں بھی صحیح کے صحیح ہونے کیلئے ضروری شرط ہے اگر قیمت متعین نہیں ہے تو صحیح سمجھ نہیں ہو گی۔

مثال: "الف" "ب" سے کہتا ہے کہ اگر کوئی ایسی ایک ماہ کے اندر کرو گے تو قیمت پچاس روپے ہو گی اور اگر دو ماہ میں کرو گے تو بیس روپے ہو گی "ب" بھی اس سے متفق ہو جاتا ہے تو قیمت غیر متعین ہے اس لئے صحیح سمجھ نہیں ہو گی بلکہ یہ کہ وہ متبادل قیمتوں میں سے ایک کی قیمتیں صحیح کے وقت ہی کر لی جائے۔

قاعدہ نمبر ۱۰: صحیح میں کوئی شرط نہیں ہونی چاہیے جس صحیح میں کوئی شرط لگائی جائے وہ قاعدہ ہو گی بلکہ یہ کہ وہ شرط کاروباری عرف میں مروج ہو اور اس کا عام پللی ہو۔

مثال: (۱) "الف" "ب" سے ایک کار اس شرط پر خریدتا ہے کہ وہ اس کے بیٹے کو اپنی فرم میں ملازم رکھے گا صحیح چونکہ مشروط ہے اس لئے قاعدہ ہو گی۔

(۲) "الف" "ب" سے ایک ریفریجریٹر اس شرط پر خریدتا ہے کہ "ب" دو سال تک اس کی مفت مرمت کا ذمہ دار ہو گا یہ شرط چونکہ اس طرح کے معاملے کے حصے کے طور پر متعارف ہے اس لئے صحیح ہے اور صحیح بھی درست ہے۔

بیج سواجل

(نوحہ لوانگی کی بنیاد پر آج)

(۱) ایسی بیج جس میں فریضہ اس بات پر اتفاق کر لیں کہ قیمت کی لوانگی بعد میں کی جائے گی۔ بیج سواجل کہلاتی ہے۔

(۲) بیج سواجل بھی جائز ہے بشرطیکہ لوانگی کی تاریخ غیر مبہم طور پر طے کر لی گئی ہو۔

(۳) لوانگی کا وقت متعین تاریخ کے حوالے سے بھی طے کیا جاسکتا ہے (مثلاً یکم جنوری کو لوانگی ہوگی) اور متعین مدت کے حوالے سے بھی (مثلاً تین ماہ بعد لوانگی ہوگی) لیکن لوانگی کا وقت مستقبل کے کسی ایسے واقعے کے حوالے سے متعین نہیں کیا جاسکتا جس کی حقیقی تاریخ غیر معلوم یا غیر یقینی ہو اگر لوانگی کا وقت غیر متعین یا غیر یقینی ہے تو بیج صحیح نہیں ہوگی۔

(۴) اگر لوانگی کے لئے ایک خاص مدت متعین کی گئی ہے مثلاً ایک ماہ تو اس کا آغاز قبضے کے وقت سے ہو گا لہذا یہ کہ فریضہ کسی اور بات پر متعلق ہو جائیگا۔

(۵) نوحہ کی صورت میں قیمت نقد سے زائد بھی ہو سکتی ہے لیکن نقد کے وقت ہی اس کی قیمتیں ہو جانا ضروری ہے۔

(۶) ایک دفعہ جو قیمت متعین ہو گئی اس میں وقت سے پہلی لوانگی کی وجہ سے کمی کرنا لوانگی میں تاخیر کی وجہ سے اضافہ کرنا درست نہیں ہے۔

(۷) قسطوں کی مدت لوانگی کے لئے طے کر دیا جائے کی خاطر اس سے یہ وعدہ کرنے کے لئے کیا جاسکتا ہے کہ بار بعد کی صورت میں وہ متعین

مقدار میں رقم کسی غیر اتنی مصلحت کے لئے دے گا اس صورت میں بائع اور
 خریدار سے وصول کر سکتا ہے لیکن اپنی قوتوں کا حصہ جانے کے لئے
 نہیں بلکہ خریدار کی طرف سے غیر اتنی کاموں میں خرچ کرنے کیلئے اس
 موضوع پر تفصیلی بحث اسی باب میں آگے چلی کر رہی ہے۔

(۸) اگر سامان کی کچھ قسموں پر ہوئی ہے تو بائع یہ شرط بھی عائد کر سکتا ہے کہ
 اگر خریدار کسی بھی قسم کی بروقت ادائیگی میں ناکام رہا تو باقی باقیہ تمام
 اقساط فوری طور پر واجب الادا ہو جائیں گی۔

(۹) قیمت کی ادائیگی جتنی جاننے کے لئے بائع خریدار سے یہ مطالبہ کر سکتا ہے
 کہ وہ اسے کوئی سیکورٹی فراہم کرے طویل دور میں کی شکل میں ہو یا اس کے
 موجودہ اثاثوں میں کسی اثاثے کے ذریعے اپنی رقم کی وصولی کے حق کی
 صورت میں ہو۔

(۱۰) خریدار سے پراسیوری نوٹ یا ہڈری (Bill of Exchange) پر دھنچکا کا
 مطالبہ بھی کیا جاسکتا ہے لیکن اس پر پراسیوری نوٹ یا ہڈری کو کسی تیسرے
 فریق کے ہاتھ اس پر لکھی ہوئی قیمت سے کم یا زیادہ پر لکھا نہیں جاسکتا۔

مراجہ

(۱) مردہ لکھ کی ایک خاص قسم ہے جس میں بیچنے والا شخص بچی جانے والی چیز
 کی قیمت مرستہ بیان کرتا ہے اور اس پر کچھ منافع شامل کر کے دوسرے
 شخص کو بیچتا ہے۔

(۲) مردہ لکھ میں نفع (Mark Up) کا تعین دہن رضامندی سے دو طریقوں

میں سے کسی طریقے سے کیا جاسکتا ہے یا تو کسی بندہ میں مقدار طے کرنی جائے (مثلاً اصل لاکٹ پر اسے دوپے ڈانڈ) یا اصل لاکٹ پر خاص ٹکسب طے کر لیا جائے (یعنی اصل لاکٹ پر اسے فیصد ڈانڈ)۔

(۳) بچی جانے والی اشیاء حاصل کرنے کیلئے ہانچ کو بھٹا خرچ کرنا چاہیے مثلاً مال برداری کا کرایہ اور کسٹم ڈیوٹی وغیرہ وہ سب لاکٹ میں شامل ہو گا اور نفع (Mark Up) اس مجموعی لاکٹ پر لاکر کیا جائے گا لیکن کاروبار کے وہ خرچے جو ایک ہی مرتبہ چیز حاصل کرنے پر نہیں ہوتے بلکہ بار بار ہوتے رہتے ہیں جیسے ملازمین کی تنخواہیں، عمارت کا کرایہ وغیرہ انہیں انخرولی معاملے میں لاکٹ میں شامل نہیں کیا جاسکتا البتہ اصل لاکٹ پر جو نفع تحصیل کیا جائے گا اس میں خرچوں کا بھی لحاظ رکھا جاسکتا ہے۔

(۴) مردہ اسی صورت میں صحیح ہو گا جبکہ چیز کی پوری لاکٹ تحصیل کی جاسکتی ہو اگرچہ کی پوری لاکٹ تحصیل نہ کی جاسکتی ہو تو اسے مردہ کے طور پر نہیں سمجھا جاسکتا اس صورت میں وہ چیز مسدود (Bargaining) کی بنیاد پر ہی بچی جاسکتی ہے یعنی لاکٹ اور اس پر طے شدہ نفع کے حوالے کے بغیر۔ اس صورت میں قیمت یا بھی رضامندی سے ایک تحصیل مقدار میں طے کی جائے گی۔

مثلاً (۱) لف نے جو قوں کا ایک جوڑا سو روپے میں خریدنا وہ اسے دس فیصد ہارک لپ پر بطور مردہ بیچنا چاہتا ہے اصل لاکٹ چارنگ پاور کے طور پر معلوم ہے اس لئے بچ مردہ درست ہے۔

مثلاً (۲) لف نے ایک ہی عقد میں ایک ریڈیو بیٹ سوٹ اور جو قوں کا ایک جوڑا چارنگ سو روپے میں خریدنا اب وہ سوٹ اور جوڑے دونوں ہارک بطور مردہ

چل سکتا ہے، لیکن وہ نماز جتنے بطور مرد کو نہیں چل سکتا اس لئے کہ صرف
مردوں کی ناکت حقیقی نہیں کی جا سکتی، اگر وہ صرف جوڑے ہی چننا چاہتا
ہے تو انہیں ناکت اور اس پر نفع کے حوالے کے بغیر ایک نئی بندھی
تہیت پر چننا ہوگا۔

مرد کو بطور طریقہ قبول:

غیرادی طور پر مرد کو طریقہ قبول نہیں بلکہ حج کی ایک خاص قسم ہے۔
شریعت کی رو سے قبول کی مثالی طریقہ مشدک اور مضد ہے جن پر پہلے
آپ میں گفتگو ہو چکی ہے۔ لیکن موجودہ معاشی حیثیت آپ کے ناظر میں قبول کے
بعض شعبوں میں مشدک اور مضد کے استعمال میں کچھ عملی مشکلات ہیں اس لئے
اس دور کے ماہرین شریعت نے بعض خاص شرطوں کے ساتھ اہل اہل کی
ہدیہ پر مرد کو بطور طریقہ قبول استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔ لیکن اس
سلسلے میں دو غیرادی نقطوں کو اچھی طرح سمجھ لینا ضروری ہے۔

۱۔ یہ بات کسی صورت نظر انداز نہیں ہونی چاہیے کہ مرد کو اپنی اصل کے
اعتبار سے طریقہ قبول نہیں ہے، یہ تو صرف سو سے بچنے کا ایک
وسیلہ اور حیلہ ہے، ایسا مثالی ذریعہ قبول نہیں ہے جو اسلام کے معاشی
مقصد کی تکمیل کرتا ہو۔ اس لئے معیشت کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے
کے عمل میں اسے ایک عبوری مرحلے کے طور پر استعمال کرنا چاہیے۔
اور اس کا استعمال انہی صورتوں تک محدود رہنا چاہیے جہاں مشدک اور
مضد کا قابل عمل نہیں ہیں۔

۲۔ دوسرا اہم نقطہ یہ ہے کہ محض سود کی جگہ نفع یا مالک آپ کا قلم رکھ

دینے سے مراد وہ چیز میں نہیں آجاتا اور حقیقت عطاء قریب سے مراد کو بطور طریقہ تمویل استعمال کرنے کی اجازت چند شرطوں کے ساتھ دی ہے۔ 'بب تک ان شرطوں کی پورے طور پر رعایت نہ کر لی جائے مراد وہ جائز نہیں ہوگا' حقیقت یہ ہے کہ ان شرطوں کی رعایت ہی ایسی چیز ہے جس سے سودی قرضے اور مراد کو کے معاملے میں عطا امتیاز قائم ہوتا ہے 'اگر ان شرطوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو یہ معاہدہ شرعاً صحیح نہیں ہوگا۔

مراد کو تمویل کی بنیادی خصوصیات

- ۱۔ مراد کو سودی بنیاد پر دیا جائے والا قرضہ نہیں ہے بلکہ یہ واحد قیست پر ایک چیز کی صف ہے جس کی قیست میں لامنت کے علاوہ ملے شدہ نفع بھی شامل ہے۔
- ۲۔ چونکہ یہ ایک صف ہے قرضہ نہیں ہے اس لئے اس میں ان تمام شرطوں کو چھوڑا گیا جانا ضروری ہے جو شرعاً صحیح کیلئے مقرر ہیں 'خصوصاً وہ شرطیں جو اسی باب میں پہلے شد کی گئی ہیں۔
- ۳۔ مراد کو بطور طریقہ تمویل صرف اسی صورت میں استعمال ہو سکتا ہے جبکہ کلائنٹ کو واقعی کسی چیز کی خریداری کیلئے نقد درکار ہوں 'مثلاً اسے اپنی جنگ فیکٹری کے لئے بطور عام بل کپاس درکار ہے تو اسے مراد کو کی بنیاد پر کپاس صف سکتا ہے 'لیکن جہاں نقد کسی اور مقصد کیلئے درکار ہوں 'مثلاً جو چیزیں پہلے خریدی جا چکی ہیں ان کی قیست نواد کرنے کے لئے 'بجلی کے بل

یا دوسرے یونیٹس کی موافقت کیلئے یا ملے کی گواہیوں کیلئے رقم کی ضرورت ہے تو ایسی صورت میں مرد کو کارآمد نہیں ہوگا اس لئے کہ مرد کو میں محض قرض دینا کافی نہیں ہو تا بلکہ حقیقی بیج کا ہونا ضروری ہے۔

۴۔ توہیل کار کے کسی چیز کو کلائٹ کے ہاتھ بیچنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ وہ چیز توہیل کار کی ملکیت میں آئی ہو۔

۵۔ بیچنے سے پہلے وہ چیز توہیل کار کے حسی یا معنوی قبضے میں آئی ہو یعنی وہ چیز جگہ پر کیلئے اس کے حوالہ (درسک) میں رہے 'ہا ہے بہت مختصر سے وقت کے لئے ہو۔

۶۔ شریعت کی رو سے مرد کو کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ توہیل کار خود وہ چیز خریدے اور اپنے قبضے میں لائے یا یہ کام کسی تیسرے شخص کو اپنا دیکل یا کر اس کے ذریعے سے کر لیا جائے اس کے بعد وہ چیز کلائٹ کو پہنچی جائے تاہم بعض استثنائی صورتوں میں جہاں کسی وجہ سے پہلائی کھدہ سے براہ راست خرید لاری قابل عمل نہ ہو تو اس بات کی بھی اجازت ہے کہ وہ کلائٹ کو اپنا دیکل یا دے اور وہ اس کی طرف سے اس چیز کی خرید لاری کرے اس صورت میں کلائٹ پہلے وہ چیز توہیل کار کی طرف سے خریدے گا پھر اس پر اس کا لیا کھدہ ہونے کی حیثیت سے قبضہ کرے گا اس کے بعد اس سے احوال قیمت پر خریدے گا پہلے مرحلے میں اس چیز پر اس کا قبضہ توہیل کار نے دیکل کے طور پر ہو گا نہ صرف ایسا ہو گا بلکہ اس پر ملکیت توہیل کار ہی ہے اور اس کے منتقلی بیج کے طور پر اس کا درسک بھی اس کے ذمے ہو گا لہذا جب کلائٹ توہیل کار سے وہ چیز خرید لے گا

تفلیت اور تک کثافت کی طرف منتقل ہو جائیں گے۔

۷۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ جب تک کوئی چیز بائچ کے قبضے میں نہ آجائے اس کی بیچ درست نہیں ہوتی لیکن اگر وہ چیز بائچ کے قبضے میں نہیں ہے تو وہ دودھ بیچ کر سکا ہے یہی اصول مرادو میں بھی قابل عمل ہے۔

۸۔ نہ کوہہ ہا اصولوں کی روشنی میں ایک مالیاتی ادارہ درج ذیل طریقہ کار اختیار کرتے ہوئے مرادو کو بطور طریقہ قبولی استعمال کر سکتا ہے۔

پہلا مرحلہ :

مالیاتی ادارہ اور کثافت ایک جامع معاہدے پر دستخط کریں گے جس کی رو سے ادارہ مطلوب چیز کی بیچ اور میل اس کی دولت کا ایک طے شدہ قطع کے تناسب پر خرید لری کا دودھ کرے گا اس معاہدے میں اس سہولت کے کارآمد ہونے کی آخری حد بھی مقرر کی جاسکتی ہے۔

دوسرا مرحلہ :

جب میل (collateral) کو حصین چیز کی ضرورت ہوگی تو مالیاتی ادارہ اس چیز کی خرید لری کے لئے اسے اپنا کیل مقرر کرے گا کثافت کے اس معاہدے پر دونوں کے دستخط ہونے چاہئیں۔

تیسرا مرحلہ :

کثافت مالیاتی ادارے کی طرف سے وہ چیز خریدے گا اور ادارے کے انکیل کی حیثیت سے اس پر قبضہ کرے گا۔

چوتھا مرحلہ:

کلائنٹ ٹولے کو خریداری سے مطلع کرے گا اور وہ چیز اس سے خریدنے کی پیشکش (ایجاب) کرے گا۔

پانچواں مرحلہ:

مالیاتی ٹولہ اس ایجاب کو قبول کرے گا اور بیج مکمل ہو جانے کی جس کی رو سے اس چیز کی ملکیت ٹولہ ورسک دونوں کلائنٹ کی طرف منتقل ہو جائیگی۔
 صحیح مرادھ کے لئے یہ پانچواں مرحلہ ضروری ہیں اگر مالیاتی ٹولہ وہ چیز فراہم کنندہ (supplier) سے براہ راست خرید لیتا ہے (ٹولہ کی زیادہ بہتر ہے) ورسک وکالت کے معاہدے کی ضرورت نہیں رہے گی اس صورت میں وہ سراسر مرحلہ ختم ہو جائے گا اور تیسرے مرحلے پر ٹولہ فراہم کنندہ سے خود خریداری کرے گا اور چوتھے مرحلے میں صرف کلائنٹ کی طرف سے ایجاب ہوگا۔

اس معاہدے کا سب سے اہم عنصر یہ ہے کہ جس سالانہ پر مرادھ ہو رہا ہے وہ تیسرے ٹولہ پانچویں مرحلے کے درمیان مالیاتی ٹولے کے ورسک ٹولہ ختم ہو رہا ہے۔

یہ دھوکہ خصوصیت ہے جو مرادھ کو سودی قرضے سے ممتاز کرتی ہے اس لئے ہر قیمت پر اس کی پوری رعایت رکھنا ضروری ہے ورنہ مرادھ کا عقد شرعاً صحیح نہیں ہوگا۔

۹۔ مرادھ کے صحیح ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ چیز کسی تیسری پارٹی سے خریدی گئی ہو اسے خود کلائنٹ سے buy back کی بنیاد پر خرید لیتا رہا جائے نہیں ہے اس لئے بائی بیک پر حتی مرادھ سودی قرضہ

ہی ہے۔

۱۰۔ مردہ کا کھانا اور دوا طریق کار ایک پیچیدہ معاملہ ہے جس میں متعلقہ طریق مختلف سطحوں پر مختلف چیزوں کے حامل ہوتے ہیں :

(الف) پہلے مرحلے پر مالیاتی طور پر عملی مستقبل میں کسی چیز کی بچاؤ خرچہ لوی کا وعدہ کرتے ہیں یہ عملی بچاؤ نہیں یہ صرف مستقبل میں مردہ کی بنیاد پر بچاؤ کا ایک وعدہ ہے اس لئے ان دونوں کے درمیان تعلق وعدہ کرنے والے (promisor) اور وعدہ لینے والے (promisee) کا ہے۔

(ب) دوسرے مرحلے پر فریقین میں تعلق اصل طور وکیل کا ہے۔

(ج) تیسرے مرحلے پر مالیاتی طور سے اور فراہم کنندہ (supplier) کے درمیان تعلق بالغ اور مشتری کا ہے۔

(د) چوتھے طور ہائے مرحلے پر عملی طور وکیل کے درمیان بالغ اور مشتری کا تعلق شروع ہو جاتا ہے اور چونکہ بچاؤ وعدہ قیمت پر ہو رہی ہے اس لئے اسی کے ساتھ ہی وائیں اور مدیون (قرض خواہ اور مفروض) کا تعلق بھی شروع ہو جاتا ہے۔

ان تمام چیزوں کو مد نظر رکھا جاتا اور ان کا اپنے اپنے وقت پر اپنے علاقے کے ساتھ روپ عمل آنا ضروری ہے جن چیزوں میں غلطی نہیں ہونا چاہئے۔

۱۱۔ قیمت کی بروقت لوٹائی کا اطمینان کرنے کے لئے لودہ کا ٹکٹ سے کسی حالت کا مطالبہ بھی کر سکتا ہے نہ پر ایسری نوٹ باطل تک ایکٹیو ہو موصلاً کرنے کا مطالبہ بھی کر سکتا ہے لیکن یہ کام اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ موصلاً ہو چکی ہو یعنی پانچویں مرحلے پر آجہ یہ ہے کہ پر ایسری نوٹ پر موصلاً مدیون (مفروض) وائیں (قرض خواہ) کے حق میں کرتا ہے اور

لوہے اور نیکل میں یہ تعلق پانچویں مرحلے پر ہی قائم ہوتا ہے جبکہ سلا
تیل وجود میں آنے لگی ہوتی ہے۔

۱۱۔ اگر خریدار قیمت کی بروقت ادائیگی میں ناکام رہے تو اس کی وجہ سے قیمت
میں اضافہ نہیں کیا جاسکتا البتہ اگر خریدار نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ اسکی
نصرت میں خیراتی مقاصد کے لئے رقم دے گا تو یہ رقم لوہا کرنا اس کی
دامد دہی ہوگی جیسا کہ تیل سہاجل کے قواعد بیان کرتے ہوئے
نمبر ۷ پر پہلے بیان کیا جا چکا ہے لیکن خریدار سے حاصل ہونے والی اس رقم
کو قبول کرنا پانچ اپنی آمدن کا حصہ نہیں داسکتا بلکہ اس پر لازم ہوگا کہ
اسے خیراتی کاموں پر ہی خرچ کرے جیسا کہ بعد میں تفصیل سے بتایا
جائے گا۔

مراہجہ کے بارے میں چند مباحث

مراہجہ کے بنیادی تصور کی وضاحت کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مراہجہ میں پیش آنے والے چند اہم مسائل پر اسلامی اصولوں پر کامل عمل ہونے کے حوالے سے غور کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ ان مسائل کو صحیح طور پر سمجھنے بغیر مراہجہ کا تصور غیر واضح رہتا اور عملاً عقلی کے امکانات ہوتے رہتے ہیں۔

۱۔ اوحاد اور نقد کے لئے الگ الگ قیمتیں مقرر کرنا:

مراہجہ کے بارے میں سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ جب اسے بطور طریقہ قبول اختیار کیا جاتا ہے تو کل بیسٹ اوحاد قیمت پر ہوتی ہے، قبول کرنا مطلوب چیز نقد قیمت پر خریدنا ہے اور اپنے کلائنٹ کو اوحاد پر بچا دیتا ہے۔ اوحاد قیمت پر بیچتے ہوئے اس مدت کو قابلِ غور رکھنا ہے جس میں کلائنٹ نے لواحقی کرنا ہوتی ہے اور اسی نسبت سے وہ قیمت میں اضافہ بھی کر لیتا ہے۔ مراہجہ کی پہلی (لواحقی کی تاریخ آنے) کی مدت یعنی زیادہ ہوگی قیمت بھی اتنی زیادہ ہوگی۔ اس لئے اسلامی بینکوں میں مقرر بھی ہو رہا ہے کہ مراہجہ میں قیمت بذریعہ قیمت سے زیادہ ہوتی ہے، اگر عملی وہی چیز بذریعہ نقد قیمت پر خرید سکتا ہو تو اسے مراہجہ کی اوحاد قیمت سے کافی سستی مل جائے گی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اوحاد کل میں کسی چیز کی قیمت نقد کی نسبت زیادہ مقرر کی جاسکتی ہے، بھلی لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ خرید کر کوئی مکتی کو قابلِ غور رکھ کر اوحاد قیمت میں اضافہ ہوتا ہے اسے قرض پر لئے جانے والے سود ہی کے حروف سمجھنا چاہئے اس لئے کہ دونوں صورتوں میں دائرہ تم لواحقی کے متاثر ہونے کی وجہ سے لی جا رہی

ہے اس استدلال کی بنیاد پر یہ لوگ کہتے ہیں کہ اسلامی دکانوں میں سودیہ پر جس طرح عمل ہو رہا ہے وہ اپنی دودھ میں روایتی چنگوں کے سودی قرضوں سے مختلف نہیں ہے۔

یہ دلیل جو ظاہر بڑی معقول معلوم ہوتی ہے، درحقیقت شریعت کے حرمہ رہا کے اصول کے غلط فہم پر مبنی ہے بات کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل نکات کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے:

(۱) جدید سرمایہ دارانہ نظریہ تہدیتی معاملات میں اشیاء اور زر (نقد) میں کوئی فرق نہیں کرتا، یہی بدلے میں غیر نقد اشیاء اور نقد کے ساتھ یکساں پر جاؤ کیا جاتا ہے، دونوں ہی قابل تہدیت ہیں اور دونوں ہی کی خرید و فروخت ہر انکی قیمت پر ہو سکتی ہے جس پر فرقی نہیں ہوتا کوئی شخص ایک ڈالر دو ڈالر کے بدلے میں نقد یا واحد اسی طرح بیچ سکتا ہے جیسے کہ وہ ایک ڈالر قیمت کی کوئی دوسری چیز دو ڈالر میں بیچ سکتا ہے شرط صرف یہی ہے کہ ایسا یا ہی رضامندی سے ہو رہا ہے۔

اسلامی اصول اس نظر سے کہ حلیم نہیں کرتے اسلامی اصولوں کے مطابق نقد اور غیر نقد اشیاء کی ایک ایک خصوصیات ہیں اس لئے ان پر احکام بھی ایک ایک جاری کئے جاتے ہیں زر (Money) اور غیر نقد اشیاء (Commodity) میں فرق کے بنیادی نکات حسب ذیل ہیں:

۱۔ زر کی کوئی اپنی ذاتی قیمت نہیں ہوتی اس سے پرہیز درست انسانی ضرورتوں کی تکمیل نہیں کی جاسکتی اسے صرف دوسری اشیاء اور خدمات کے حصول کے لئے ہی استعمال کیا جاسکتا ہے جبکہ اس کے برعکس غیر نقد اشیاء کی

اپنی ذاتی افادیت ہوتی ہے مگر کسی اور چیز سے چارہ کے بغیر براہ راست بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ غیر نقد اشیاء معیار اور توصیف میں مختلف ہو سکتی ہیں جبکہ نقد محض قدر و قیمت کی پیمائش کا آلہ اور ذریعہ چارہ ہے۔ اس لئے زر کی کسی مالیت کی ایک اکائی اسی کی دوسری اکائی کے سوا فیصد برابر ہے بزرگ روپے کا ایک پڑا اور میلا پچیس ٹوٹ بزرگ روپے کے نئے ٹوٹ کے بالکل برابر ہے جبکہ غیر نقد اشیاء مختلف معیار کی ہو سکتی ہیں ایک استعمال شدہ پرانی کھڑکی قیمت نئی کھڑے سے کافی کم ہو سکتی ہے۔

۳۔ غیر نقد اشیاء میں بیع کا عقد ایک مضمین چیز پر ہوتا ہے یا کم از کم اس چیز کے توصیف مضمین ہوتے ہیں (مثلاً فلاں قسم کی گندم) مگر الف نے ایک مضمین کھڑکی کی طرف اشارہ کر کے اسے خریدنا شروع کیا تو نے بھی اس سے اتفاق کر لیا تو اسے وہی کار لینے کا حق پہنچتا ہے جبکہ کوئی اور کار لینے پر اسے مجبور نہیں کر سکتا اگرچہ دوسری کار اسی قسم اور معیار کی ہو ایسا صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ خریدار بھی اس سے متفق ہو جس کا عملی مطلب یہ ہوگا کہ پہلی بیع بیع ہو چکی ہے اور باہمی رضامندی سے نئی بیع وجود میں آئی ہے۔

اس کے برعکس زر کی کسی مبادلہ کے معاملے میں تقیید نہیں کی جا سکتی اگر "الف" نے "ب" سے کوئی چیز اسے بزرگ روپے کا مضمین ٹوٹ دکھا کر خریدا ہے تو بھی وہ اس کی جگہ اتنی ہی مالیت کا دوسرا ٹوٹ بھی دے سکتا ہے اور بالغ اس بات پر اصرار نہیں کر سکتا کہ وہ صرف وہی ٹوٹ لے گا جو بیع کے وقت اسے دکھا دیا گیا تھا۔

ان فرقوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اسلام نے زر اور غیر نقد اشیاء کے

ساتھ ٹھک ٹھک برتا دیا ہے۔ چونکہ زر کی اپنی ذاتی اقداریت نہیں ہوتی وہ صرف زر کا چولہا ہوتا ہے جس کے توسط سے زر سپرد (کاغذ) ہوتے ہیں اس لئے زر کی ایک لکائی کا اسی مالیت کی دوسری لکائی سے چولہا صرف برابر برابر ہی ہو سکتا ہے اگر ہزار روپے کا پاکستانی کرنسی نوٹ سے چولہا دوسرے پاکستانی کرنسی نوٹ سے کیا جلد ہا ہے تو دوسرا نوٹ بھی ہزار روپے ہی کا ہونا چاہئے اس کی مالیت ہزار روپے سے کم و بیش نہیں ہو سکتی نہا ہے سودا خد ہی ہو اس لئے کہ کرنسی نوٹ کی نہ تو کوئی اپنی ذاتی اقداریت ہے اور نہ ہی اس کی مختلف کوائف (بیسے شرا حلیم کیا گیا ہو اس لئے کسی بھی طرف جو زائد مالیت ہوگی وہ محلہ سے علی ہوگی اس لئے شرعاً جائز ہوگی یہ بات جس طرح نقد سودے پر منطبق ہوتی ہے اسی طرح واحد سودے پر بھی منطبق ہوگی جبکہ دونوں طرف روپے ہوں اس لئے کہ روپے کا چولہا روپے سے کرتے وقت واحد سودے میں اگر ایک طرف سے زائد رقم وصول کی جاتی ہے تو وہ صرف واحد کی اس مدت اور وقت کے بدلے میں ہی ہوگی۔

عام غیر نقد اشیاء میں صورت حال اس سے مختلف ہے چونکہ حق کی ذاتی اقداریت ہوتی ہے اور حق کے سپرد میں بھی فرق ہوتا ہے اس لئے مالک کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ طلبہ و سود کی طاقتوں کے مطابق جس قیمت پر چاہے فروخت کرے اگر بیچنے والا کسی فرد یا گروہ یا کسی گروہ کی طاقتوں کا سرمایہ کی رضا مندی سے اسے ہزاری قیمت سے زائد پر بھی بیچ سکتا ہے اگر خریدار اسی زائد قیمت پر رضا مند ہے تو بیچنے والے کے لئے یہ زائد رقم بھی بالکل جائز ہوگی (۱) جب وہ نقد سودے میں چیز زائد قیمت پر فروخت کر سکتا ہے تو واحد سودے کی

صورت میں بھی زائد قیمت وصول کرتا ہے شرط صرف یہ ہے کہ بیچنے والا نہ تو خریدار کو کوئی دھوکہ دے اور نہ ہی اسے خریدنے پر مجبور کرے بلکہ وہ اپنی قیمت بواکرنے پر اپنی آڑوں سے مضی سے متعلق ہو۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے سودے کی صورت میں زائد قیمت مناجل اور انگی پر بنتی نہیں ہے اس لئے اس کی توجہات ہوتی چاہئے لیکن جہاں بیچ و خرید قیمت پر ہوتی ہو وہاں قیمت میں اضافہ خاصاً وقت سے متعلقہ ہے جس نے اسے سودی کے حروف بدایا ہے لیکن یہ استدلال بھی اسی غلط تصور پر جاتی ہے کہ جہاں بھی لواجگی کے وقت کو مد نظر رکھ کر قیمت میں اضافہ کر لیا جائے تو وہ معاملہ سود کے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے لیکن یہ مفروضہ ہی درست نہیں ہے مناجل اور انگی کے بدلے میں لی جانے والی زائد قیمت اور اسی صورت میں رہا ہوگی جبکہ دونوں طرف سے عقد دار پر واقع ہو رہا ہو۔ لیکن اگر غیر عقد چیز کے بدلے میں پتی جاری ہو تو بیچنے والا قیمت کے تعین میں کئی عناصر کو مد نظر رکھتا ہے جن میں لواجگی کا وقت بھی شامل ہے اس لئے وہ زائد قیمت بھی مانگ سکتا ہے اور خریدار مختلف وجوہات کی بنیادوں پر اس سے اتفاق کر سکتا ہے:

الف۔ اس کی دوکان خریدار کے نزدیک قریب ہے جو کہ مالکیت نہیں جانا چاہتا ہے اس لئے کہ وہ دار اور ہے۔

ب۔ بائع خریدار کی نظر میں دوسروں کی نسبت زیادہ قابل اعتماد ہے اور اسے اس پر اس بات کا زیادہ بھروسہ ہے کہ وہ اسے مطلوب چیز بغیر کسی عیب کے عیا کرے گا۔

(۱) چونکہ وہ سودی رہائش چلی جانتا ہے اس لئے بدلے میں ہے اور اس کا کوئی حصہ بھی خفیہ کی صورت میں نہیں ہے۔ حرم

ج۔ جن چیزوں کی زیادہ طلب ہوتی ہے (اس لئے وہ خدات بھی ہو جاتی ہیں) ان کی خریداری میں پانچ اس خرید کو ترجیح دیتا ہے (اس لئے یہ خرید نہ بھی اس سے خریدنا چاند کرنا ہے تاکہ اس چیز کی بازار میں کمی کی صورت میں بھی اس کا ملنا یقینی ہو)۔

و۔ اس کی دوکان کا ماحول دوسری دوکانوں کی نسبت زیادہ صاف ستھرا اور آرام دہ ہے۔ ۱۱۔

یہ اور اس طرح کے دوسرے عناصر گاہک سے زیادہ قیمت کی وصولی میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں اسی طرح سے اگر کوئی بالغ اپنے گاہک سے زائد قیمت اس لئے وصول کرنا ہے کہ وہ اسے فوائد کی سہولت فراہم کر رہا ہے تو شرط یہ بھی پھانز نہیں ہو گا بشرطیکہ وہ دھوکہ دہی نہ کرے اور خریدار اسے کھلی آنکھوں سے قبول کرے اس لئے کہ قیمت میں زیادتی کی وجہ ہو بھی ہو پوری کی پوری قیمت اس چیز کے بدلے میں ہی ہے ورنہ کے بدلے میں نہیں لے درست ہے کہ قیمت کا تعین کرتے وقت اس نے لواٹنگی کے وقت کو ملحوظ رکھا ہے لیکن جب قیمت طے ہو گئی تو یہ اسی چیز کی طرف منسوب ہو گی اذیت کی طرف نہیں لپکی وجہ ہے کہ اگر خریدار طے شدہ وقت کے اندر لواٹنگی میں ناکام ہو جاتا ہے تو قیمت اتنی ہی رہے گی پانچ اس میں اضافہ نہیں کر سکتا اگر قیمت وقت کے تقابلے میں ہوتی تو جب پانچ اسے خرید وقت دینا تو وہ قیمت میں بھی اضافہ کر سکتا۔

دوسرے افکوں میں ہوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ دوپوں کا جوال

(۱) حاصل ہے کہ قیمت اس لئے زیادہ کی جاتی ہے کہ گاہک اس شخص سے خریداری میں دلچسپی اور طلب زیادہ ہے اس طلب کی وجہ مختلف ہو سکتی ہیں۔ حرام

صرف ہمارے سراید ہی ہو سکتا ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا اس لئے لوہار سودے میں جو بھی ڈاکٹر رقم کی جانے کی (جبکہ روپوں کی بیچ روپوں کے بدلے میں ہو رہی ہو) تو وہ صرف وقت کے بدلے میں ہو گی 'لیکن وجہ ہے کہ (سودا کی نظام میں مقررہ وقت آجانے کے بعد قرض دہندہ مقررہ مل کو مزید سہولت دیتا ہے تو اس سے مزید رقم بھی وصول کی جاتی ہے۔ اس کے برعکس ایک لوہار سودے کے اندر قیمت کے تقسیم میں وقت واحد عنصر نہیں ہے 'قیمت اس چیز ہی کے بدلے میں مقرر کی گئی ہے وقت کے بدلے میں نہیں 'تاہم پہلے ذکر کردہ دوسرے عناصر کی طرف اس وقت نے بھی قیمت کی تقسیم میں جڑی اور اضافی کردار ادا کیا ہے لیکن اس عنصر نے جب ایک مروجہ اپنا کردار ادا کر لیا تو قیمت کا ہر حصہ اس چیز کی طرف ہی منسوب ہو گا۔

اس ساری بحث کا ماحصل یہ ہے کہ جب رقم کا مبادلہ رقم کے ساتھ ہو رہا ہو تو نقد سودے اور لوہار سودے دونوں میں کیڑی ناجائز ہے 'لیکن جب کسی چیز کی بیچ رقم کے بدلے میں ہو رہی ہو تو فریقین میں طے شدہ قیمت بازاری قیمت سے ڈاکٹر بھی ہو سکتی ہے چاہے سودا نقد ہو یا لوہار۔ اور اسکی کا وقت 'قیمت کی تقسیم میں ایک اضافی اور ضمنی عامل کے طور پر اثر انداز ہو گا۔ رقم کے بدلے رقم کے بدلے کی طرح نہیں ہو گا کہ ڈاکٹر رقم صرف اور صرف وقت کا معاملہ ہی بن سکے۔

یہ صورت حال چاروں قسمی مکاتب میں مختلف طور پر قابل قبول ہے مگر کا کہنا ہے کہ اگر بائع کسی چیز کی نقد اور لوہار بیچ کے لئے دو الگ الگ قیمتیں تعیین کرتا ہے اور لوہار قیمت نقد سے ڈاکٹر ہے تو ایسا کرنا شرعاً جائز ہے 'شرط صرف یہ

ہے کہ عقد کے وقت ہی دو صورتوں میں سے ایک کا فیصلہ کر لیا جائے کہ سود نقد ہو گا یا لوحار اس میں کوئی ابہام باقی نہیں رہنا چاہئے۔ مثال کے طور پر سود سے کی بات بیعت (bargaining) کرتے وقت بائع خریدار سے کہتا ہے اگر تم یہ چیز نقد خریدو گے تو قیمت سو روپے ہوگی اور اگر چھ مہینے کے لوحار پر خریدو گے تو قیمت ایک سو دس روپے ہوگی لیکن خریدار کو دو صورتوں میں سے کسی کو اختیار کرنے کا فیصلہ اسی وقت کرنا ہو گا مثلاً وہ یہ کہتا ہے کہ وہ یہ چیز لوحار قیمت پر ایک سو دس روپے میں خریدے گا ہے تو عملاً بیع کے وقت قیمت فریقین میں متعین ہے۔ (۱)

لیکن اگر دو صورتوں میں سے کسی کا واضح طور پر فیصلہ نہ کیا گیا تو بیع صحیح نہیں ہوگی عیناً قسطوں پر ہونے والے ان سودوں میں ممکن ہے جہاں ایک ایک وقت ادائیگی کے لحاظ سے ایک ایک قسطوں کا مطالبہ کیا جاتا ہے اس صورت میں بائع ادائیگی کے شیڈول کے حوالے سے قسطوں کا ایک شیڈول مرحب کرتا ہے مثلاً تین ماہ لوحار کی صورت میں ہزار روپے لئے جائیں گے چھ ماہ کے لوحار کی صورت میں گیارہ سو نو ماہ کی صورت میں بارہ سو نو ماہ کی صورت میں بیعت کرنا کہ ان مختلف صورتوں میں سے وہ کسی کو اختیار کرے گا مگر یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ وہ مستقبل میں ادائیگی اپنی سہولت کے مطابق کرے گا (یعنی اگر تین ماہ میں ادائیگی ممکن ہوگی تو ہزار روپے دے گا اگر چھ ماہ میں ہوگی تو گیارہ سو) یہ عقد صحیح نہیں ہے اس لئے کہ قیمت اور ادائیگی کا وقت دونوں محمول ہیں لیکن اگر وہ ایک صورت واضح طور پر متعین کر لیتا ہے مثلاً وہ یہ کہتا ہے کہ وہ یہ چیز چھ ماہ کے لوحار پر گیارہ سو روپے میں خریدے گا ہے تو

(۱) ماہ عقد ہوا میں قسطوں کی صورت میں بیعت کرنا صحیح ہے اور اگر سود نقد ہو تو بیعت صحیح نہیں ہے۔

بیع صحیح ہوگی۔

ایک اور بات کا یہاں ذہن میں رہنا ضروری ہے کہ وہ یہ کہ جو پر جس صورت کے جوڑ کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جوحد سود سے بیع نقد کی قیمت قیمت زیادہ مقرر کرنی جائے۔ لیکن اگر بیع نقد ہی ہوئی ہے، لیکن بیع یہ شرط عائد کر دیتا ہے کہ اگر خرید کرنے والا بیع میں تاخیر کی تو وہ سالانہ دس فیصد زائد بطور جرمت یا بطور سود وصول کرے گا تو یہ قطعاً ناجائز ہے اس لئے کہ اب جو زائد رقم وصول کی جا رہی ہے وہ قرض پر لیا جانے والا سود ہی ہے۔

دونوں صورتوں میں اصلی فرق یہ ہے کہ یہاں زائد رقم چیز کی قیمت کا ہی ایک حصہ ہو وہاں یہ زائد رقم ایک نقد ہی وصول کی جانے کی ذمہ داری یا تکلیف نہیں ہوگی اگر خریدار بروقت لواتا ہے تو اس کی وجہ سے بیع مزید رقم کا مطالبہ نہیں کر سکتا قیمت اتنی ہی رہے گی اس کے برخلاف جہاں مدت یا عرصہ پر زائد رقم چیز کی قیمت کا حصہ نہیں ہے وہاں بارہندگی کا وقت زائد ہونے سے یہ رقم بڑھتی رہے گی۔

۲۔ مردّہ شرح سود کو معیار بنانا:

مردّہ کے ذریعے قبول کرنے والے بہت سے لوگ اپنے ملک آپ کا تھیں مردّہ شرح سود کی بنیاد پر کرتے ہیں جسکے لئے عموماً

۱۰۱ یہ خیال رہے کہ اگر سود سے بیع نقد یا جوحد کا کوئی ذکر نہیں ہوا تو شرائط بیع نقد ہی تصور ہوگی اور بیع صحیح ہے قیمت کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ حرام

(LIBOR) یعنی لندن میں بینکوں کی باہمی شرح سود کو بطور معیار استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر LIBOR چھ فیصد ہے تو یہ بینک اپنا مارک اپ چھ فیصد یا اس سے کچھ زیادہ مقرر کر لیں گے اس طریقہ کار پر بھی یہ تنقید کی جاتی ہے کہ جو نفع شرح سود پر ملتا ہو وہ بھی سود کی طرح حرام ہونا چاہئے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حلال منافع کے قعین کے لئے سود کی شرح کا حصول پسندیدہ نہیں مگر اس سے یہ معاملہ کم از کم ظاہری طور پر سودی قرضے کے مقابلہ میں جاتا ہے اور سود کی شیعہ حرمت کے قائل نظر اس ظاہری مشابہت سے بھی جہاں تک ہو سکے چنا چاہئے لیکن یہ حقیقت بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے کہ مردہ کے مچھ کرنے کے لئے سب سے اہم ٹھکانہ ہے کہ وہ ایک حقیقی قرض ہو جس میں قرض کے تمام لوازم اور نتائج مکمل طور پر پائے جاتے ہوں۔ اگر کسی مردہ میں وہ تمام شرائط پائی جاتی ہیں جو پہلے شہر کی مٹی ہیں تو محض نفع کے قعین کے لئے شرح سود کو بطور حوالہ استعمال کرنے سے یہ عقد غیر صحیح اور حرام نہیں بن جائے گا۔ اس لئے کہ معاملہ خود سود پر مشتمل نہیں ہے 'شرح سود' کو تو صرف حوالے کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ یہ بات ایک مثال سے سمجھی جا سکتی ہے۔

اذا لکھ دیکھ کے پاس زاد و ضرورت طارم ہوتی ہے اور لکھ دیکھ کے پاس قرضے دینے کے لئے رقم ہوتی ہے اپنے چیک علی الاکر سے گویا قرض لے لیتے ہیں اس سے دیکھ کی باہمی ماہیت اور میں آجاتی ہے 'اس' ماہیت میں کسی خصوصیت نہ کیلئے اور شرح سود ہوتی ہے لکھ Inter-Bank Market Offered Rate کہا جاتا ہے جس کا تلفظ "IBOR" ہے 'لندن میں دیکھ کی ماہیت کی اس طرزی شرح سود کو London Inter-Bank Offered Rate کہا جاتا ہے جس کا تلفظ "LIBOR" ہے قرضوں کے لین دین میں اس طرح بہت کثرت سے آتا ہے۔

حرم

"کلف" اور "تب" نہ بھائی ہیں "کلف" شراب کا کاروبار کرتا ہے جو کہ بالکل حرام ہے "تب" چونکہ ایک باعمل مسلمان ہے اس لئے وہ اس کاروبار کو چھوڑ کر رہا ہے اس لئے وہ غیر نشہ آور مشروبات کا کاروبار شروع کرتا ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ اس کے کاروبار میں بھی اتنا نفع ہو جتنا دوسرا بھائی شراب کے کاروبار سے کماتا ہے اس لئے وہ یہ طے کرتا ہے کہ وہ اپنے گاہکوں سے اسی نسبت سے نفع لے گا جس نسبت سے "کلف" شراب پر لیتا ہے تو اس نے اپنے نفع کے حساب کو "کلف" کے چاروں کاروبار والے نفع سے مربوط کر لیا ہے کوئی شخص اس طرح کرنے کے پسندیدہ ہونے یا نہ ہونے کا سوال تو اٹھا سکتا ہے لیکن یہ بات واضح ہے کہ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ اس چاروں کاروبار سے حاصل کیا ہوا نفع حرام ہے اس لئے کہ اس نے شراب کے نفع کو صرف حوالے کے طور پر استعمال کیا ہے۔

اسی طرح اگر مردود اسلامی اصولوں پر مبنی ہے اور اس کی ضروری شرائط کو بھی پورا کر لیا جاتا ہے تو شرح منافع کو مردود شرح سود کے حوالے سے طے کرنے سے یہ معاہدہ ناجائز نہیں ہو جائے گا۔

البتہ یہ بات درست ہے کہ اسلامی بینکوں اور مالیاتی اداروں کو جتنا جلدی ممکن ہو اس طریقہ کار سے پھٹکارا حاصل کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ بول تو اس میں شرح سود کو حلال کاروبار کے لئے مثالی اور معیاری سمجھ لیا جاتا ہے جو کہ پسندیدہ بات نہیں تو دوسرے اس لئے کہ اس سے اسلامی صحیفہ کے بنیادی قسطے کو فروغ نہیں ملتا اس لئے کہ اس سے تقسیم دولت کے نظام پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا۔ اس لئے اسلامی بینکوں اور مالیاتی اداروں کو چاہئے کہ وہ اپنے معیار تکمیل دیں۔ اس کا ایک طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ اسلامی بینک اور مالیاتی ادارے اپنی انٹرنل

بدکیٹ تشکیل دیں جو اسٹاک ایسویٹوں پر مبنی ہوں اس مقصد کے حصول کے لئے ایک مشترکہ شعبہ بنایا جاسکتا ہے جو کہ حقیقی اثاثوں پر مبنی قابل تبادلہ اسٹاک عدت میں سرمایہ کاری کرے۔ جیسے مشترکہ اہلکارہ وغیرہ اگر اس شعبے کے اثاثے کسی اور بادی نقل میں ہیں جیسے کرایہ (Lease) پر دی ہوئی جائیداد اور سازوسامان اور کاروباری اداروں کے حصص وغیرہ تو اس شعبے کے بزنس کی خرید و فروخت ان کے اثاثوں کی صفائی اہلیت کی بنیاد پر ہو سکتی ہے جس کا تعین وقتے وقتے سے کیا جاسکتا ہے۔ یہ بزنس قابل تبادلہ ہوں کے لئے انھیں فوری اور وقتی قرضوں (Overnight Finance) کے لئے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ جن بینکوں کے پاس زائد از ضرورت سیولٹ (Liquidity) ہے وہ بزنس کو خرید سکیں گے اور جب انھیں سیولٹ دوبارہ حاصل کرنے کی ضرورت ہوگی وہ انھیں فروخت کر سکیں گے اس بندوبست سے ایک انٹر بینک بدکیٹ وجود میں آجائے گی اور بزنس کی مراد بخت کو مراد ہو اہلکارہ (Lease) میں نفع کے تعین میں حوالے کے طور پر بھی استعمال کیا جاسکتے گا۔

۳۔ خرید و فروشی کا وعدہ:

اس وقت ماہرین خریدت کے درمیان مراد کو سے حلقہ ایک اور موضوع زیر بحث یہ ہے کہ بینک اقرویل کارای وقت حلقہ بیچ میں داخل نہیں ہو سکتا جس وقت عمیل (Client) اس سے مراد کو فائس کا مطالبہ کرے اس لئے کہ مطلوبہ چیز اس وقت بینک کی ملکیت میں نہیں ہوتی جیسا کہ پہلے وضاحت کی گئی ہے کہ کوئی شخص اسکی چیز نہیں بیچ سکتا جو اس کی ملکیت میں نہیں ہے اور نہ ہی اسکی بیچ کر سکتا ہے جو مستقبل میں وجود میں آئے (Forward Sale)۔ لہذا اسے

اذا پہلے وہ چیز بیرونی کنندہ سے خرید لی ہوگی اس کے بعد اس پر جس کا معنوی قبضہ کر کے اسے اپنے قبیل کے ہاتھ فروخت کرے گا۔ مگر قبیل اس بات کا پابند نہ ہو کہ قبول کار یا بینک کے اس چیز کو خرید لینے کے بعد وہ اسے خریدنے کے ساتھ قبول کار کو ایسی صورت کا سامنا بھی کرنا چاہ سکتا ہے کہ وہ مطلوبہ چیز حاصل کرنے کے لئے کافی خرچہ برداشت کر چکا ہو لیکن قبیل اسے خریدنے سے انکار کر دے تو یہ چیز ایسی نوعیت کی بھی ہو سکتی ہے کہ مارکیٹ میں اس کی عام طلب نہ ہو اور اس سے جان بچرنا مشکل ہو جائے۔ اس صورت میں قبول کار کو ناقابل نقل نقصان ہو سکتا ہے۔

مردم میں اس مشکل کا حل یوں تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ قبیل (Client) ایک معاہدے پر دستخط کرے جس کی رو سے وہ یہ وعدہ کرے کہ جب قبول کار وہ چیز حاصل کر چکا تو یہ اسے خرید لے گا۔ بجائے اس کے کہ وہ طرفہ طور پر مستقبل کی طرف منسوب بیع (Forward Sale) وجود میں آنے قبیل کی طرف سے خرید لری کا ایک طرفہ وعدہ ہو رہا ہے جس کا قبیل پابند ہے قبول کار نہیں یہ فارورڈ بیل سے مختلف طریقہ ہے۔

اس حل پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یکطرفہ معاہدے سے قبیل پر صرف اخلاقی ذمہ داری عائد ہوتی ہے جس پر شرعاً عدالت کے ذریعے قبیل کو آدہ نہیں کر لیا جاسکتا۔ اس سے ہم ایک نور سول کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں کہ کیا شریعت کی رو سے یکطرفہ وعدہ فقہاء بھی لازم ہے یا نہیں؟ عمومی تاثر یہی ہے کہ یہ فقہاء لازم نہیں ہے، لیکن اس تاثر کو اسی طرح قبول کرنے سے پہلے ہم شریعت کے اصل مآخذ کی بروقتی میں اس کا جائزہ لیں گے۔

فقہ اسلامی کی کتابوں میں مختلف مواد کا ذخیرہ ملاحظہ کرنے سے یہ ظاہر

ہوتا ہے کہ فقہاء کے اس مسئلے میں مختلف نقطہ نظر ہیں جنہیں ذیل میں اجمالاً ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ بہت سے فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ وعدہ کو پورا کرنا ایک ایسا خلق ہے اور وعدہ کرنے والے کو یہ پورا کرنا چاہئے 'اسے پورا نہ کرنا قاتل مذمت فعل ہے لیکن اسے پورا کرنا نہ تو لازم اور واجب ہے اور نہ ہی ہدایت کے ذریعے اسے پورا کرنا جاسکتا ہے' یہ نقطہ نظر نقل کیا گیا ہے امام ابو حنیفہ 'امام شافعی' امام احمد اور بعض مالکی فقہاء سے (۱) تاہم جیسا کہ آگے بتایا جائے گا بہت سے حنفی اور مالکی فقہاء اور بعض شافعی فقہاء اس نقطہ نظر سے اتفاق نہیں کرتے۔

۲۔ بہت سے فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ وعدہ کو پورا کرنا واجب ہے اور وعدہ کرنے والے کی اخلاقی کے ساتھ قانونی ذمہ داری بھی ہے کہ وہ وعدہ ایفاء کرے 'ان کے مذہب کے مطابق وعدے پر فعل ہدایت کے ذریعے بھی کر لیا جاسکتا ہے' یہ مذہب مشہور صحابی حضرت سرقات بن جبہؓ 'عمر بن عبدالمطلب' 'حسن بصری' سعید بنی فا شراح' اسماعیل بن راہویہ اور امام بخاری کی طرف منسوب ہے (۲) بعض مالکی فقہاء کا مذہب بھی یہی ہے 'ابن العربی اور ابن القاط نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے' 'سہروردی شافعی فقہ' امام غزالی نے بھی اسی کی تائید کی ہے 'امام غزالی فرماتے ہیں کہ وعدہ اگر حقی طریقے سے کیا گیا ہو تو اسے پورا کرنا واجب ہے۔ یہی راستہ ابن شہر آشوبؒ کا ہے۔ (۳)

(۱) دیکھئے: مسند احمدی ج ۱۱ ص ۱۲۸۱، مسند ابی یوسف ج ۱ ص ۲۸۲، مسند ابی حنیفہ ج ۱ ص ۱۰۰

(۲) دیکھئے: مسند ابی حنیفہ ج ۱ ص ۱۰۰، مسند ابی یوسف ج ۱ ص ۲۸۲، مسند ابی حنیفہ ج ۱ ص ۱۰۰

(۳) التاج فی احکام القرآن ج ۱ ص ۱۰۰، مسند ابی حنیفہ ج ۱ ص ۲۸۲، مسند ابی یوسف ج ۱ ص ۲۸۲، مسند ابی حنیفہ ج ۱ ص ۱۰۰، مسند ابی یوسف ج ۱ ص ۲۸۲، مسند ابی حنیفہ ج ۱ ص ۱۰۰

بعض مالکی فقہاء نے ایک تیسرا نقطہ نظر پیش کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ عام حالات میں تو ایچ اے بعد (تخلف) واجب نہیں ہوتا۔ اگر وعدہ کرنے والے کے وعدے کی وجہ سے دوسرے شخص کو کوئی خرچ برداشت کرنا پڑ جائے یا وہ اس وعدے کی بنیاد پر کوئی بوجھ یا دوسرے داری قبول کر لے تو ایسے وعدے کا ایچ اے ضروری ہے جس پر اسے عدالت کے ذریعے مجبور بھی کیا جاسکتا ہے۔ (۱۱)

بعض معاصر علماء کا یہ دعویٰ ہے کہ جن فقہاء نے وعدے کی وجہی نوعیت کو حلیم کیا ہے "یہ یکطرفہ بہرہ یا دوسری رضا کارانہ لوائیٹیوں کے بارے میں ہے" اور طرفہ ہدائی یا مالیتی معاہدوں کے بارے میں جن فقہاء نے اس وجہ کو حلیم نہیں کیا، لیکن بغور مطالعہ کرنے کے بعد یہ موقف درست معلوم نہیں ہوتا اس لئے کہ محل اور مالکی فقہاء نے وعدے کے وجہ کی بنیاد پر ہی ہالوفاہ کو جائز قرار دیا ہے "صحیح ہالوفاہ" صحیح کی ایک خاص قسم ہے جس کے ذریعے سے کسی غیر محتور جائیداد کا خریدا یہ وعدہ کرتا ہے کہ جب پانچ اسے اس کی قیمت واپس لوٹا دے گا تو وہ اس جائیداد کو دوبارہ بیچ دیا جائے صحیح ہالوفاہ کے صحیح ہونے پر بحث پہلے باب میں ہو چکی ہے جہاں شرکت عقاقید کی بنیاد پر پلاس فاکٹس کے تصور پر گفتگو کی گئی تھی اس بحث کا لب لباب یہ ہے کہ اگر دوبارہ خریداری کو اصل اور پہلی بیچ کے لئے شرط بنایا جائے تو یہ معاملہ صحیح نہیں ہو گا اگر فریقین نے پہلی بیچ غیر مشروط طور پر کی ہے لیکن پانچ نے علیحدہ اور مستقل طور پر اس بیچ کوئی جائیداد کو دوبارہ خریدا کے وعدے پر دستخط کئے ہیں تو وعدہ کرنے والے پر اس کا ایچ اے لازم ہو گا اور عدالت کے ذریعے بھی اس پر عمل کر لیا جاسکے گا اس

صورت میں اچھا کے وجہ کو خلیہ اور بائیں دونوں نے تسلیم کیا ہے۔ (۱)
 ظاہر ہے کہ اس دھڑے کا تعلق یہ کہ ساتھ نہیں ہے 'یہ مستقبل میں
 بچ کرنے کا ایک وعدہ ہے' اس کے باوجود منی اور بائیں لقماء نے اسے واجب
 اور پذیر ہوا حالت قابل غلط قرار دیا ہے 'یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جو لقماء
 وعدے کو واجب قرار دیتے ہیں وہ یہ وعدہ وغیرہ کے وعدے کے ساتھ اس حکم کو
 خاص نہیں کرتے بلکہ ان کے پاس بھی اصول مستقبل کے کسی دو طرف معاہدے
 کے وعدے پر بھی لاگو ہو گا۔ (۲)

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم اور احادیث اچھا وعدہ کے بارے میں واضح
 ہیں 'قرآن کریم میں ہے:

وَأُولُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا (بنی اسرائیل : ۳۱)
 'اور وعدہ کو چارہ کرو' ہے حکم وعدہ کے بارے میں (قیامت
 کے دن) سوال کیا جائے گا"

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْصِدُ اللَّهِ أَنْ
 تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ (الصف : ۳۲)

"اے ایمان والو! تم وہ بات کہیں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں
 ہو اللہ تعالیٰ کے پاس یہ جی ہر اس کی بات ہے کہ تم ایسی
 بات کہتے تم کہ نہیں"

لام ابو بکر جصاص فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی یہ آیت ظاہر ہے کہ

(۱) ملاحظہ: قرآن حکام ص ۳۶۹، رد ۱۲۰۳ ج ۱

(۲) خیال رہے کہ یہاں وعدہ ایک طرف ہی ہے 'ابن اس دھڑے کے بچے میں ہو سکتا ہے۔ (۱)

میں آئے گا۔ "قرآن بھی ہو سکتا ہے" جیسے غلط حکم

اگر کوئی شخص کسی کام کو کرنے کی ذمہ داری قبول کر لیتا ہے خواہ وہ عہدات میں سے "ایسا معاملات میں سے" اسے پورا کرنا اس پر لازم ہو جاتا ہے۔^(۱)
 حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے :

آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف،

وإذا لم يأت بعهده

"منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے، جب اس کے پاس کوئی بات رکھی جاتی ہے تو اس میں حلیت کرتا ہے۔"^(۲)
 یہ تو صرف ایک مثال ہے، اگرچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی ایک بڑی تعداد ایسی موجود ہے جن میں ایسے وعدے کا حکم دیا گیا ہے اور بغیر مقول وعدہ کے وعدہ خلافی سے منع کیا گیا ہے۔

یہ خصوص سے یہ بات تو واضح ہے کہ وعدہ پورا کرنا واجب ہے البتہ یہ سوال کہ بذریعہ حالت بھی اس پر عمل کر لیا جاسکتا ہے یا نہیں تو یہ وعدہ کی نوعیت پر منحصر ہے، واقعی کچھ وعدے ایسی نوعیت کے بھی ہوتے ہیں جو بذریعہ حالت قابلِ غلط نہیں ہیں، مثلاً جنگی کے موقع پر فریقین شادی کا وعدہ کرتے ہیں، اس وعدے سے ایک اخلاقی ذمہ داری تو عائد ہو جاتی ہے لیکن ظاہر ہے کہ یہ وعدہ حالت کے ذریعے پورا نہیں کر لیا جاسکتا۔ لیکن کاروباری معاملات میں جہاں کسی پاداشی سے کسی چیز کی فروخت یا خریداری کا وعدہ کیا جاتا ہے اور وہ اس کی بنیاد پر کچھ

(۱) تہذیب نظام مطلق، ص ۳۰۳

(۲) صحیح بخاری، کتاب النکاح

ذبح دہریاں قبول کر لیتا ہے تو یہاں اس کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس وعدے کو بذریعہ عدالت کاغذی نظام قرار نہ دیا جائے۔ لہذا اسلام کی واضح تعلیمات کی روشنی میں اگر فریقین اس بات پر متفق ہوں کہ یہ وعدہ کرنے والے پر لازم ہو گا تو یہ نظام بھی لازم ہو گا چاہے اس مسئلے کا تعلق صرف مراکھ کے ساتھ نہیں ہے۔ اگر تہداتی معاملات میں وعدوں کو نظام لازم قرار نہ دیں تو اس سے تہداتی سرگرمیوں کو شدید نقصان پہنچ سکتا ہے۔ ایک شخص کسی تاجر کو تہذیب دیتا ہے کہ میرے لئے فلاں چیز منگوانو اور یہ وعدہ کرتا ہے کہ میں تم سے خرید لوں گا اور وہ تاجر اس وعدے کی بنیاد پر کافی خرچ برداشت کر کے وہ چیز باہر سے منگوا لیتا ہے۔ اب وعدہ کرنے والے کو اس بات کی اہمیت کہیے دی جا سکتی ہے کہ وہ اسے خریدنے سے انکار کر دے۔ قرآن کریم اور سنت نبوی میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اس طرح کے وعدوں کو لازمی قرار دینے سے ملتی ہو۔

انہی وجوہ کی بنا پر مجمع الفکر الاسلامی جہد نے تبدیلی معاملات میں دھڑوں کو درج ذیل شرائط کے ساتھ لازمی قرار دیا ہے۔

- المعنى

۴۔ اس وعدہ کی وجہ سے دوسرے شخص نے (جس سے وعدہ کیا گیا ہے) کوئی ذمہ داری اٹھانی ہو۔

۳۔ اگر وہ کسی چیز کی خرید و فروخت کا ہے تو یہ ضروری ہے کہ طے شدہ وقت پر ایجاب و قبول کے درمیان عملہ بیچ کی جائے بذلت خود وہے کو بیچ نہیں سمجھا جائے گا۔

۴۔ اگر وعدہ کرنے والا اپنے وعدے کو پورا نہیں کرتا تو عدالت اسے مجبور کرے گی کہ باقیہ چیز خرید کر اپنا وعدہ پورا کرے یا وہ پانچ کو حقیقی نقصان

کی ہوائی کرے 'اس نقصان میں وہ حقیقی مالی نقصان شامل ہو گا جو ملا اسے ہوا ہے' متوقع اور ممکنہ نفع (Opportunity Cost) کو اس میں شامل نہیں کیا جائے گا۔

اس لئے یہ جانو ہے کہ عمل قبول کرے یہ وعدہ کرے کہ جب قبول کرے گا یا مل جائے گا اسے حاصل کرے گا تو اس سے لڑے لے گا' اس وعدے کا اہتمام اس پر لازم ہو گا اور مذکورہ طریقے سے حالات کے ذریعے بھی اس پر عمل کر لیا جاسکتا ہے 'یہ شخص وعدہ دے گا' اسے حقیقی ہی نہیں سمجھا جائے گا' مثلاً اس وقت ہو گی جبکہ قبول کرے حقائق مل حاصل کرے گا' جس کے لئے ایجاب و قبول ضروری ہوں گے۔

۱۔ تھوڑے مراحط کے مقابلے میں یہ ضروری:

مراد قبول سے حقائق ایک اور بحث یہ ہے کہ مراد کی قیمت بعد میں لوا کی جاتی ہوتی ہے 'اس لئے فطری بات ہے کہ بالغ (قبول کرے) یہ یقین دہانی چاہے گا کہ قیمت بروقت ملے اگر دی جائے گی 'اس عقیدے کے لئے یہ اپنے کھاتے سے سیکورٹی کا مطالبہ کر سکتا ہے 'یہ سیکورٹی دہن 'جانتی ہو' کسی قسم کے حق احساس وغیرہ کی شکل میں ہو سکتی ہے 'اس سیکورٹی کے بارے میں چند بنیادی قواعد کارکن میں رہنا ضروری ہے۔

۱۔ سیکورٹی کا صرف اسی صورت میں مطالبہ کیا جاسکتا ہے جبکہ معاہدے کی وجہ سے کوئی قرض یا ذمہ داری وجود میں آئی ہو 'ایسے شخص سے کسی سیکورٹی کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا جس پر ابھی تک کوئی قرض نہیں یا اس نے کسی ذمہ داری کو قبول نہیں کیا 'جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ مراد قبول حقائق معاہدوں پر

مشکل ہوتی ہے جو کہ مختلف مراحل پر وجود میں آتے ہیں۔ پہلے مرحلے میں کلائنٹ پر کوئی قرضہ نہیں ہوتا ایسا صرف اسی وقت ہوتا ہے جبکہ قبول کار مصدقہ چیز اسے معاہدہ قیمت پر بیچ دے۔ جس سے دونوں میں قرضہ خواہ اور مقرض کا تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ اس لئے مردھ کے عقد کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ قبول کار اپنے کلائنٹ سے سیکورٹی کا مطالبہ اسی صورت میں کرے جبکہ مصداق ہو چکی ہو اور قیمت کلائنٹ کے اسے واجب الادا ہو اس لئے کہ اس مرحلے پر کلائنٹ مدین بن چکا ہے لیکن یہ بھی درست ہے کہ کلائنٹ اس مرحلے سے پہلے ہی سیکورٹی سپاہ کر دے لیکن یہ اسی وقت ہونا چاہئے جبکہ مردھ کی قیمت متعین ہو چکی ہو۔ اس صورت میں اگر قبول کار اس سیکورٹی پر قبضہ کر لیتا ہے تو یہ چیز اس کے عین (Risk) میں ہوگی جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر وہ چیز مصداق بیع منقذہ ہونے سے پہلے تباہ ہو جاتی ہے تو یا قبول کار کلائنٹ کو اس رکن رکے ہوئے اتارنے کی بازاری قیمت لوا کرے گا اور مردھ کا معاہدہ منسوخ کر دے گا یا مطلبہ چیز کلائنٹ کو بیچ دے گا لیکن اس کی قیمت میں سے رکن رکے ہوئے اتارنے کی بازاری قیمت کے برابر کی کرے گا۔

۲۔ یہ بھی جائز ہے کہ چنگی مٹی چیز ہی بائع کو بطور وثائق (سیکورٹی) دیدی جائے۔ بعض علماء کی یہ رائے ہے کہ ایسا کرنا صرف اسی صورت میں جائز ہے جبکہ خریدہ لڑ ایک مرتبہ اس خریدہ ہوئی چیز پر قبضہ کر چکا ہو جس کا مطلب یہ ہوگا کہ

(۱) اس حکم کے تحت ہے:

انما یصح الرهن بشئ ولو هو عودا والواحد الرهن بشرط ان یقرضه کلہ
فہذا فی یدہ قبل ان یقرضه ھذا بالاکمل من لیمتہ وما سمي له من الفرض والیہ الرهن
۱۵۰۰ طبع مکہ

پہلے خرید لو اس چیز پر مٹی یا مٹھی قبضہ کرے گا پھر وہ وہاں بائع کو بطور رہن دینے لگا تاکہ رہن کا عقد بیع کے عقد سے ممتاز ہو جائے لیکن عقد سوا کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکلا جاسکتا ہے کہ قہریم فقہاء نے پہلے قبضہ کر کے پھر بطور رہن دینے کی شرط عقد سودوں میں لگائی ہے لہذا عقد بیع میں نہیں ۱۱۱

لہذا یہ ضروری نہیں ہے کہ کھائیف خریدی ہوئی چیز بطور رہن دینے سے پہلے اس پر قہر قبضہ کرے شرط صرف یہ ہے کہ یہ قہمیں کر لیا جائے کہ یہ جائیداد کس وقت سے رہن شدہ تصور ہوگی اس لئے کہ اس خاص متعین وقت سے ہی یہ جائیداد بائع کے قبضے میں پہلے سے عطف حیثیت میں ہو گی اس لئے اس کا واضح طور پر قہمیں ہونا چاہئے۔ مثال کے طور پر یکم جنوری کو "تف" نے "ب" کو ایک کار پانچ لاکھ روپے میں بیچی، قیمت میں جون کو لوٹائی جائیگی "تف" نے "ب" سے سیکورٹی کا مطالبہ کیا تاکہ قیمت کی بروقت لوٹائی جاتی ہو سکے "ب" نے ابھی تک کار پر قبضہ نہیں کیا وہ "تف" کو یہ پیشکش کر رہا ہے کہ وہ ۲ جنوری سے اس کار ہی کو اپنے پاس بطور رہن رکھ لے تاکہ یہ کار ۲ جنوری سے پہلے ہلاک ہو گئی تو بیع صحیح ہو جائیگی اور "ب" کے ذمے کسی چیز کی لوٹائی نہیں ہوگی لیکن اگر کار ۲ جنوری کے بعد ہلاک ہوئی تو بیع صحیح نہیں ہوگی البتہ یہاں وہ اصول ہوا کہ ہوں گے جو کہ رہن رکھی ہوئی چیز کے چارہ ہو جانے کی صورت میں متعین چیز متعلقہ کے ذمہ ہے کے مطابق اس چیز کی ہزاری قیمت اور دونوں کے درمیان طے شدہ قیمت میں سے جو کم ہو اس حد تک بائع کار کے نقصانات کا ذمہ دار ہوگا۔

بہرہ کار کی ہزاری قیمت سارے چار لاکھ ہے (جبکہ طے شدہ قیمت پانچ لاکھ

تھی) تو بائع خریدار سے صرف باقی ماندہ قیمت کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ یعنی پچاس
 ہزار روپے (سازھے چار لاکھ کا نقصان بائع کا سمجھا جائیگا) اگر اس کار کی بازری
 قیمت پانچ لاکھ یا اس سے زیادہ ہے تو بائع مشتری سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ (۱)
 یہ توفیق حنفی کا فقہ نظر قاضی حنفی اور حنفی فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ اگر
 گاڑی مرتعن (جس کے پاس رہن رکھی گئی ہے جو یہاں بائع ہے) کی غفلت کی وجہ
 سے چو ہوئی ہے تو وہ اس کی بازری قیمت کی حد تک نقصان برداشت کرے گا۔
 لیکن اگر کار کی چابی میں اس کی کسی غلطی کا دخل نہیں ہے تو وہ کسی چیز کا ذمہ دار
 نہیں ہے اور یہ نقصان خریدار برداشت کرے گا اور بائع کو چوری و قتلہ کرے گا۔ (۲)
 مذکورہ بالا مثال سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ”الف“ کے کار پر بحیثیت
 بائع قبضے پر جو احکام مرتب ہوں گے وہ ان احکام سے مختلف ہیں جو بحیثیت مرتعن
 اس کے قبضے پر مرتب ہوں گے اس لئے یہ ضروری ہے کہ اس وقت کا قہن
 اچھی طرح کر لیا جائے تب سے وہ کار اس کے پاس مرتعن ہونے کی حیثیت سے
 ہوگی ورنہ مختلف جہتیں غلط ملکہ ہو جائیں گی اور کوئی ترازو پیدا ہونے کا امکان
 ہو گا جس سے یہ سمجھ دینی صحیح نہیں رہے گی۔

(۱) اگر بازری قیمت اور ملے شدہ قیمت برابر ہیں یعنی دونوں پانچ لاکھ ہیں تو کار پر ہے کہ بائع
 پانچ لاکھ ہی کا ضامن ہے لہذا وہ خریدار سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کر سکتا اور اگر بازری قیمت ملے شدہ
 قیمت سے زیادہ ہو مثلا بازری قیمت چھ لاکھ روپے ہے تو پانچ لاکھ کا تو بائع ضامن ہو گا مگر پانچ لاکھ
 جو اس نے خریدار سے لینے کے لئے رقم ہو گئے اور زائد ایک لاکھ روپے کی مالیت اس کے پاس ابنت ہے
 اگر بغیر قصور کے کار ہلاک ہوئی ہے تو وہ اس کا ضامن نہیں ہے لہذا خریدار بھی اس لاکھ روپے کا اس
 سے مطالبہ نہیں کر سکتا۔ اہم توفیق مذہب یہ ہے کہ اس کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ حرم۔

(۲) دیکھئے اس قرار السنن ۲/۲۴۷ ص ۲۴۷ و ۲۴۸ و ۲۴۹ و ۲۵۰ و ۲۵۱ و ۲۵۲ و ۲۵۳ و ۲۵۴ و ۲۵۵ و ۲۵۶ و ۲۵۷ و ۲۵۸ و ۲۵۹ و ۲۶۰ و ۲۶۱ و ۲۶۲ و ۲۶۳ و ۲۶۴ و ۲۶۵ و ۲۶۶ و ۲۶۷ و ۲۶۸ و ۲۶۹ و ۲۷۰ و ۲۷۱ و ۲۷۲ و ۲۷۳ و ۲۷۴ و ۲۷۵ و ۲۷۶ و ۲۷۷ و ۲۷۸ و ۲۷۹ و ۲۸۰ و ۲۸۱ و ۲۸۲ و ۲۸۳ و ۲۸۴ و ۲۸۵ و ۲۸۶ و ۲۸۷ و ۲۸۸ و ۲۸۹ و ۲۹۰ و ۲۹۱ و ۲۹۲ و ۲۹۳ و ۲۹۴ و ۲۹۵ و ۲۹۶ و ۲۹۷ و ۲۹۸ و ۲۹۹ و ۳۰۰ و ۳۰۱ و ۳۰۲ و ۳۰۳ و ۳۰۴ و ۳۰۵ و ۳۰۶ و ۳۰۷ و ۳۰۸ و ۳۰۹ و ۳۱۰ و ۳۱۱ و ۳۱۲ و ۳۱۳ و ۳۱۴ و ۳۱۵ و ۳۱۶ و ۳۱۷ و ۳۱۸ و ۳۱۹ و ۳۲۰ و ۳۲۱ و ۳۲۲ و ۳۲۳ و ۳۲۴ و ۳۲۵ و ۳۲۶ و ۳۲۷ و ۳۲۸ و ۳۲۹ و ۳۳۰ و ۳۳۱ و ۳۳۲ و ۳۳۳ و ۳۳۴ و ۳۳۵ و ۳۳۶ و ۳۳۷ و ۳۳۸ و ۳۳۹ و ۳۴۰ و ۳۴۱ و ۳۴۲ و ۳۴۳ و ۳۴۴ و ۳۴۵ و ۳۴۶ و ۳۴۷ و ۳۴۸ و ۳۴۹ و ۳۵۰ و ۳۵۱ و ۳۵۲ و ۳۵۳ و ۳۵۴ و ۳۵۵ و ۳۵۶ و ۳۵۷ و ۳۵۸ و ۳۵۹ و ۳۶۰ و ۳۶۱ و ۳۶۲ و ۳۶۳ و ۳۶۴ و ۳۶۵ و ۳۶۶ و ۳۶۷ و ۳۶۸ و ۳۶۹ و ۳۷۰ و ۳۷۱ و ۳۷۲ و ۳۷۳ و ۳۷۴ و ۳۷۵ و ۳۷۶ و ۳۷۷ و ۳۷۸ و ۳۷۹ و ۳۸۰ و ۳۸۱ و ۳۸۲ و ۳۸۳ و ۳۸۴ و ۳۸۵ و ۳۸۶ و ۳۸۷ و ۳۸۸ و ۳۸۹ و ۳۹۰ و ۳۹۱ و ۳۹۲ و ۳۹۳ و ۳۹۴ و ۳۹۵ و ۳۹۶ و ۳۹۷ و ۳۹۸ و ۳۹۹ و ۴۰۰ و ۴۰۱ و ۴۰۲ و ۴۰۳ و ۴۰۴ و ۴۰۵ و ۴۰۶ و ۴۰۷ و ۴۰۸ و ۴۰۹ و ۴۱۰ و ۴۱۱ و ۴۱۲ و ۴۱۳ و ۴۱۴ و ۴۱۵ و ۴۱۶ و ۴۱۷ و ۴۱۸ و ۴۱۹ و ۴۲۰ و ۴۲۱ و ۴۲۲ و ۴۲۳ و ۴۲۴ و ۴۲۵ و ۴۲۶ و ۴۲۷ و ۴۲۸ و ۴۲۹ و ۴۳۰ و ۴۳۱ و ۴۳۲ و ۴۳۳ و ۴۳۴ و ۴۳۵ و ۴۳۶ و ۴۳۷ و ۴۳۸ و ۴۳۹ و ۴۴۰ و ۴۴۱ و ۴۴۲ و ۴۴۳ و ۴۴۴ و ۴۴۵ و ۴۴۶ و ۴۴۷ و ۴۴۸ و ۴۴۹ و ۴۵۰ و ۴۵۱ و ۴۵۲ و ۴۵۳ و ۴۵۴ و ۴۵۵ و ۴۵۶ و ۴۵۷ و ۴۵۸ و ۴۵۹ و ۴۶۰ و ۴۶۱ و ۴۶۲ و ۴۶۳ و ۴۶۴ و ۴۶۵ و ۴۶۶ و ۴۶۷ و ۴۶۸ و ۴۶۹ و ۴۷۰ و ۴۷۱ و ۴۷۲ و ۴۷۳ و ۴۷۴ و ۴۷۵ و ۴۷۶ و ۴۷۷ و ۴۷۸ و ۴۷۹ و ۴۸۰ و ۴۸۱ و ۴۸۲ و ۴۸۳ و ۴۸۴ و ۴۸۵ و ۴۸۶ و ۴۸۷ و ۴۸۸ و ۴۸۹ و ۴۹۰ و ۴۹۱ و ۴۹۲ و ۴۹۳ و ۴۹۴ و ۴۹۵ و ۴۹۶ و ۴۹۷ و ۴۹۸ و ۴۹۹ و ۵۰۰ و ۵۰۱ و ۵۰۲ و ۵۰۳ و ۵۰۴ و ۵۰۵ و ۵۰۶ و ۵۰۷ و ۵۰۸ و ۵۰۹ و ۵۱۰ و ۵۱۱ و ۵۱۲ و ۵۱۳ و ۵۱۴ و ۵۱۵ و ۵۱۶ و ۵۱۷ و ۵۱۸ و ۵۱۹ و ۵۲۰ و ۵۲۱ و ۵۲۲ و ۵۲۳ و ۵۲۴ و ۵۲۵ و ۵۲۶ و ۵۲۷ و ۵۲۸ و ۵۲۹ و ۵۳۰ و ۵۳۱ و ۵۳۲ و ۵۳۳ و ۵۳۴ و ۵۳۵ و ۵۳۶ و ۵۳۷ و ۵۳۸ و ۵۳۹ و ۵۴۰ و ۵۴۱ و ۵۴۲ و ۵۴۳ و ۵۴۴ و ۵۴۵ و ۵۴۶ و ۵۴۷ و ۵۴۸ و ۵۴۹ و ۵۵۰ و ۵۵۱ و ۵۵۲ و ۵۵۳ و ۵۵۴ و ۵۵۵ و ۵۵۶ و ۵۵۷ و ۵۵۸ و ۵۵۹ و ۵۶۰ و ۵۶۱ و ۵۶۲ و ۵۶۳ و ۵۶۴ و ۵۶۵ و ۵۶۶ و ۵۶۷ و ۵۶۸ و ۵۶۹ و ۵۷۰ و ۵۷۱ و ۵۷۲ و ۵۷۳ و ۵۷۴ و ۵۷۵ و ۵۷۶ و ۵۷۷ و ۵۷۸ و ۵۷۹ و ۵۸۰ و ۵۸۱ و ۵۸۲ و ۵۸۳ و ۵۸۴ و ۵۸۵ و ۵۸۶ و ۵۸۷ و ۵۸۸ و ۵۸۹ و ۵۹۰ و ۵۹۱ و ۵۹۲ و ۵۹۳ و ۵۹۴ و ۵۹۵ و ۵۹۶ و ۵۹۷ و ۵۹۸ و ۵۹۹ و ۶۰۰ و ۶۰۱ و ۶۰۲ و ۶۰۳ و ۶۰۴ و ۶۰۵ و ۶۰۶ و ۶۰۷ و ۶۰۸ و ۶۰۹ و ۶۱۰ و ۶۱۱ و ۶۱۲ و ۶۱۳ و ۶۱۴ و ۶۱۵ و ۶۱۶ و ۶۱۷ و ۶۱۸ و ۶۱۹ و ۶۲۰ و ۶۲۱ و ۶۲۲ و ۶۲۳ و ۶۲۴ و ۶۲۵ و ۶۲۶ و ۶۲۷ و ۶۲۸ و ۶۲۹ و ۶۳۰ و ۶۳۱ و ۶۳۲ و ۶۳۳ و ۶۳۴ و ۶۳۵ و ۶۳۶ و ۶۳۷ و ۶۳۸ و ۶۳۹ و ۶۴۰ و ۶۴۱ و ۶۴۲ و ۶۴۳ و ۶۴۴ و ۶۴۵ و ۶۴۶ و ۶۴۷ و ۶۴۸ و ۶۴۹ و ۶۵۰ و ۶۵۱ و ۶۵۲ و ۶۵۳ و ۶۵۴ و ۶۵۵ و ۶۵۶ و ۶۵۷ و ۶۵۸ و ۶۵۹ و ۶۶۰ و ۶۶۱ و ۶۶۲ و ۶۶۳ و ۶۶۴ و ۶۶۵ و ۶۶۶ و ۶۶۷ و ۶۶۸ و ۶۶۹ و ۶۷۰ و ۶۷۱ و ۶۷۲ و ۶۷۳ و ۶۷۴ و ۶۷۵ و ۶۷۶ و ۶۷۷ و ۶۷۸ و ۶۷۹ و ۶۸۰ و ۶۸۱ و ۶۸۲ و ۶۸۳ و ۶۸۴ و ۶۸۵ و ۶۸۶ و ۶۸۷ و ۶۸۸ و ۶۸۹ و ۶۹۰ و ۶۹۱ و ۶۹۲ و ۶۹۳ و ۶۹۴ و ۶۹۵ و ۶۹۶ و ۶۹۷ و ۶۹۸ و ۶۹۹ و ۷۰۰ و ۷۰۱ و ۷۰۲ و ۷۰۳ و ۷۰۴ و ۷۰۵ و ۷۰۶ و ۷۰۷ و ۷۰۸ و ۷۰۹ و ۷۱۰ و ۷۱۱ و ۷۱۲ و ۷۱۳ و ۷۱۴ و ۷۱۵ و ۷۱۶ و ۷۱۷ و ۷۱۸ و ۷۱۹ و ۷۲۰ و ۷۲۱ و ۷۲۲ و ۷۲۳ و ۷۲۴ و ۷۲۵ و ۷۲۶ و ۷۲۷ و ۷۲۸ و ۷۲۹ و ۷۳۰ و ۷۳۱ و ۷۳۲ و ۷۳۳ و ۷۳۴ و ۷۳۵ و ۷۳۶ و ۷۳۷ و ۷۳۸ و ۷۳۹ و ۷۴۰ و ۷۴۱ و ۷۴۲ و ۷۴۳ و ۷۴۴ و ۷۴۵ و ۷۴۶ و ۷۴۷ و ۷۴۸ و ۷۴۹ و ۷۵۰ و ۷۵۱ و ۷۵۲ و ۷۵۳ و ۷۵۴ و ۷۵۵ و ۷۵۶ و ۷۵۷ و ۷۵۸ و ۷۵۹ و ۷۶۰ و ۷۶۱ و ۷۶۲ و ۷۶۳ و ۷۶۴ و ۷۶۵ و ۷۶۶ و ۷۶۷ و ۷۶۸ و ۷۶۹ و ۷۷۰ و ۷۷۱ و ۷۷۲ و ۷۷۳ و ۷۷۴ و ۷۷۵ و ۷۷۶ و ۷۷۷ و ۷۷۸ و ۷۷۹ و ۷۸۰ و ۷۸۱ و ۷۸۲ و ۷۸۳ و ۷۸۴ و ۷۸۵ و ۷۸۶ و ۷۸۷ و ۷۸۸ و ۷۸۹ و ۷۹۰ و ۷۹۱ و ۷۹۲ و ۷۹۳ و ۷۹۴ و ۷۹۵ و ۷۹۶ و ۷۹۷ و ۷۹۸ و ۷۹۹ و ۸۰۰ و ۸۰۱ و ۸۰۲ و ۸۰۳ و ۸۰۴ و ۸۰۵ و ۸۰۶ و ۸۰۷ و ۸۰۸ و ۸۰۹ و ۸۱۰ و ۸۱۱ و ۸۱۲ و ۸۱۳ و ۸۱۴ و ۸۱۵ و ۸۱۶ و ۸۱۷ و ۸۱۸ و ۸۱۹ و ۸۲۰ و ۸۲۱ و ۸۲۲ و ۸۲۳ و ۸۲۴ و ۸۲۵ و ۸۲۶ و ۸۲۷ و ۸۲۸ و ۸۲۹ و ۸۳۰ و ۸۳۱ و ۸۳۲ و ۸۳۳ و ۸۳۴ و ۸۳۵ و ۸۳۶ و ۸۳۷ و ۸۳۸ و ۸۳۹ و ۸۴۰ و ۸۴۱ و ۸۴۲ و ۸۴۳ و ۸۴۴ و ۸۴۵ و ۸۴۶ و ۸۴۷ و ۸۴۸ و ۸۴۹ و ۸۵۰ و ۸۵۱ و ۸۵۲ و ۸۵۳ و ۸۵۴ و ۸۵۵ و ۸۵۶ و ۸۵۷ و ۸۵۸ و ۸۵۹ و ۸۶۰ و ۸۶۱ و ۸۶۲ و ۸۶۳ و ۸۶۴ و ۸۶۵ و ۸۶۶ و ۸۶۷ و ۸۶۸ و ۸۶۹ و ۸۷۰ و ۸۷۱ و ۸۷۲ و ۸۷۳ و ۸۷۴ و ۸۷۵ و ۸۷۶ و ۸۷۷ و ۸۷۸ و ۸۷۹ و ۸۸۰ و ۸۸۱ و ۸۸۲ و ۸۸۳ و ۸۸۴ و ۸۸۵ و ۸۸۶ و ۸۸۷ و ۸۸۸ و ۸۸۹ و ۸۹۰ و ۸۹۱ و ۸۹۲ و ۸۹۳ و ۸۹۴ و ۸۹۵ و ۸۹۶ و ۸۹۷ و ۸۹۸ و ۸۹۹ و ۹۰۰ و ۹۰۱ و ۹۰۲ و ۹۰۳ و ۹۰۴ و ۹۰۵ و ۹۰۶ و ۹۰۷ و ۹۰۸ و ۹۰۹ و ۹۱۰ و ۹۱۱ و ۹۱۲ و ۹۱۳ و ۹۱۴ و ۹۱۵ و ۹۱۶ و ۹۱۷ و ۹۱۸ و ۹۱۹ و ۹۲۰ و ۹۲۱ و ۹۲۲ و ۹۲۳ و ۹۲۴ و ۹۲۵ و ۹۲۶ و ۹۲۷ و ۹۲۸ و ۹۲۹ و ۹۳۰ و ۹۳۱ و ۹۳۲ و ۹۳۳ و ۹۳۴ و ۹۳۵ و ۹۳۶ و ۹۳۷ و ۹۳۸ و ۹۳۹ و ۹۴۰ و ۹۴۱ و ۹۴۲ و ۹۴۳ و ۹۴۴ و ۹۴۵ و ۹۴۶ و ۹۴۷ و ۹۴۸ و ۹۴۹ و ۹۵۰ و ۹۵۱ و ۹۵۲ و ۹۵۳ و ۹۵۴ و ۹۵۵ و ۹۵۶ و ۹۵۷ و ۹۵۸ و ۹۵۹ و ۹۶۰ و ۹۶۱ و ۹۶۲ و ۹۶۳ و ۹۶۴ و ۹۶۵ و ۹۶۶ و ۹۶۷ و ۹۶۸ و ۹۶۹ و ۹۷۰ و ۹۷۱ و ۹۷۲ و ۹۷۳ و ۹۷۴ و ۹۷۵ و ۹۷۶ و ۹۷۷ و ۹۷۸ و ۹۷۹ و ۹۸۰ و ۹۸۱ و ۹۸۲ و ۹۸۳ و ۹۸۴ و ۹۸۵ و ۹۸۶ و ۹۸۷ و ۹۸۸ و ۹۸۹ و ۹۹۰ و ۹۹۱ و ۹۹۲ و ۹۹۳ و ۹۹۴ و ۹۹۵ و ۹۹۶ و ۹۹۷ و ۹۹۸ و ۹۹۹ و ۱۰۰۰

۵۔ مرادجو میں ضمانت :

مرادجو قبول میں بائع 'قریدہ' (کالکت) سے یہ مطالبہ بھی کر سکتا ہے کہ وہ کسی تیسری پارٹی کی ضمانت فراہم کرے گا اگر قریدہ مقررہ وقت پر قیمت ادا نہ کرے تو بائع 'کفیل' (ضامن) کی طرف رجوع کر سکتا ہے جس کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ اس رقم کی لوائگی کرے جس کی اس نے ضمانت دی ہے 'کفالت' (ضمانت) کے شرعی احکام پر فقہ کی کتابوں میں تفصیلی بحث کی گئی ہے 'تامیم میں اسلامی بینکاری کے حوالے سے وہ مسئلوں کی طرف توجہ دلا دیا جاتا ہوں۔

موجودہ کاروباری ماحول میں ضامن مولا اصل مدیون سے نہیں لئے بغیر کسی لوائگی کی ضمانت نہیں دیتے 'قدیم فقہی لزمہ' اس بات پر تقریباً متفق ہے کہ کفالت ایک عقد صریح ہے جس پر کوئی فیس نہیں لی جاسکتی لہذا وہ سے زائدہ ضامن ان حقیقی و فیزی اخراجات کا مطالبہ کر سکتا ہے جو اسے ضمانت دینے کے عمل پر اٹھانے پڑے ہیں 'فیس کے ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص کسی کو قرض دے رہا ہے وہ قرض دے کر کوئی فیس نہیں لے سکتا اس لئے کہ یہ فیس رہا ہوا سود کی تشریف میں داخل ہو جائے گی 'جو کہ صریح طور ناجائز ہے 'ضمانت دینے والا اس ضمانت میں بطریق اولیٰ داخل ہو گا اس لئے کہ وہ رقم بطور قرض نہیں دے رہا بلکہ وہ قرض اصل مدیون کی طرف سے عدم لوائگی کی صورت میں اس کی جگہ مطمئن رقم ادا کرنے کی ذمہ داری قبول کرتا ہے 'اگر حقیقتاً رقم دینے والا شخص کوئی فیس وصول نہیں کر سکتا تو جو شخص لوائگی کا صرف وعدہ کرتا ہے 'مگر کوئی لوائگی نہیں کرتا وہ نہیں کہہ لے سکتا ہے۔

قرض بچنے زیادہ سے سوداگر قرض لئے 'عمرو زیادہ سے ضامن مہیا

کرنے کا مطلب کرتا ہے 'بکر زید سے کہتا ہے کہ میں تمہارا قرض مراد کو ابھی لو کر دیتا ہوں' لیکن تم بعد کی کسی چیز پر مجھے ایک سو دس ڈالر لو کرنا ظاہر ہے کہ زید سے جو دس ڈالر زائد لئے جا رہے ہیں وہ چونکہ سو ہیں اس لئے ناجائز ہیں اب خالد زید کے پاس آتا ہے کہ میں تمہاری طرف سے ضامن بننا ہوں لیکن تمہیں اس کام پر مجھے دس ڈالر دینے ہوں گے 'اگر ہم ضمانت کی نہیں کو جائز قرار دیتے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ بکر ملنا اتنی رقم لو کر نے کے باوجود دس ڈالر نہیں لے سکتا 'پھر خالد نے باوجودیکہ ملنا کچھ نہیں دیا 'صرف زید کی عدم توانائی کی صورت میں محض توانائی کا وعدہ کیا ہے وہ دس ڈالر لے سکتا ہے 'چونکہ یہ صورت حال ظاہر اخیر مستحکم ہے اس لئے قدیم فقہاء نے ضمانت پر نہیں لینے سے منع کر دیا ہے تاکہ مذکورہ مثال میں بکر اور خالد کے ساتھ یکساں برتاؤ ہو۔

البتہ بعض معاصر فقہاء مسئلے کو ذرا مختلف ذریعہ نگاہ سے دیکھتے ہیں ان کا خیال ہے کہ ضمانت اب ایک ضرورت بن چکی ہے 'بالخصوص بین الاقوامی تجارت میں' جہاں بائع اور مشتری کی ایک دوسرے کے ساتھ کوئی جان پہچان نہیں ہوتی اور ایسا بھی نہیں ہو سکتا کہ بائع بائع کی طرف سے قیمت کی توانائی ہو جائے 'اس لئے ایک ایسے واسطے کی ضرورت ہوتی ہے جو توانائی کی ضمانت دے' البتہ کسی معاوضے کے مطلوبہ نقد لو میں ضمانت فراہم کرنے والوں کی تلاش کرنا انتہائی مشکل ہے 'ان حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے موجودہ دور کے بعض نظام شریعت ایک مختلف سوچ رکھتے ہیں 'ان کا کہنا ہے کہ کفالت (ضمانت) پر اجرت کی معاوضت قرآن وحدیث کی کسی واضح ہدایت پر مبنی نہیں ہے 'بلکہ یہ حکم حرمت و با سے مستلزم کیا گیا ہے اس لئے کہ یہ اس کا ایک ضمنی نتیجہ ہے 'مزید یہ کہ ماضی میں ضمانت سادہ نوعیت کی ہوتی تھی 'موجودہ دور میں ضامن کو بہت سادہ فخری کام کرنا

ہوتا ہے اور متعدد امور کا جائز لہنا ہوتا ہے اس لئے ان حضرات کا نقطہ نظر یہ ہے کہ طہارت پر اجرت کی مصافحت پر بھی اس حوالے سے دوبارہ غور کی ضرورت ہے۔ اس سوال پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے اور اسے علماء کے وسیع forum پر غور کے لئے رکھا جا رہا ہے لیکن جب تک اس طرح کے کسی forum سے واضح فیصلہ نہیں ہو جاتا اس وقت تک اسلامی مالیاتی لوہروں کو طہارت پر کوئی اجرت دینی چاہئے نہ لینی چاہئے۔ البتہ طہارت دینے کے عمل میں جو واقعی اخراجات ہوئے ہیں انہیں چورا کر کے لئے معاوضہ لیا اور دیا جاسکتا ہے۔

۶۔ عادیہ بندی پر جرمانہ:

مردہ توہل میں ایک اور مشکل یہ پیش آتی ہے کہ اگر کفایت قیمت بروقت نوانہ کرے تو قیمت میں اضافہ نہیں کیا جاسکتا۔ سودی قرضوں میں تو عادیہ بندی کے عرصے کے مطابق قرضے کی مقدار بڑھتی رہتی ہے لیکن مردہ توہل میں جو قیمت ایک مرحہ مشخص ہو جائے اس میں اضافہ نہیں ہو سکتا اس پابندی کو بعض لوگ اسات وہ بددیانت کھانٹ لے کر استعمال کرتے ہیں جو جان بوجھ کر قیمت کی بروقت نوانگی سے گریز کرتے ہیں اس لئے کہ انہیں مظلوم ہوتا ہے کہ عادیہ بندی کی وجہ سے انہیں اضافی رقم لانا نہیں کرنی ہوگی۔

مراہجہ کی اس خصوصیت کی وجہ سے ان ٹکوں میں کوئی بڑی مشکل پیدا نہیں ہوتی چاہے جہاں سارے کے سارے بینک اور مالیاتی لوہے اسلامی اصولوں کے مطابق چلائے جاتے ہوں اس لئے کہ اس صورت میں حکومت یا مرکزی بینک ایسا حکام وضع کر سکتے ہیں جس کے مطابق عادیہ بندگان کو یہ سزا دی جائے کہ انہیں کسی بھی مالیاتی لوہے سے کوئی سہولت حاصل کرنے سے محروم کر دیا

جائے۔ یہ نظام باقاعدہ بارہوی کے خلاف ایک رکاوٹ کا کام دے گا۔ لیکن ایسے ملکوں میں جہاں اسلامی بینک اور مالیاتی ادارے "سودی کاروبار کرنے والے مالیاتی اداروں پر مشتمل اکثریت سے ایک تنگ کام کر رہے ہوں۔ وہاں ایسے نظام پر عمل مشکل ہو گا۔ اس لئے کہ اگر عمل کو کسی بھی اسلامی بینک سے کوئی سہولت حاصل کرنے سے محروم بھی کر دیا جائے تو وہ روایتی بینکوں کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

اس مشکل کو حل کرنے کیلئے موجودہ دور کے بعض علماء یہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ جو کلائنٹ جہاں بوجہ کر لوائیگی میں تاخیر کرے اسے اس بات کا پابند بنایا جائے کہ وہ بارہوی کی وجہ سے اسلامی بینک کو ہونے والے خسارے کا معاوضہ لدا کرے۔ یہ حضرات تجویز کرتے ہیں کہ اس معاوضے کی مابیت اس معاوضے کے برابر بھی ہو سکتی ہے جو اس عرصے میں بینک نے اپنے کھاتہ داروں کو دیا ہے۔ مثلاً بارہوی نے مقررہ وقت سے عین ماہ کی تاخیر کر کے قیمت لوائی ہے۔ اگرچہ تین ماہ میں بینک نے اپنے کھاتہ داروں کو پانچ فیصد کے حساب سے فحش دیا ہے تو یہ بارہوی بھی اصل رقم پر حربہ پانچ فیصد بطور خسارے کے معاوضے کے بینک کو لدا کرے گا۔ لیکن جو علماء اس قسمی حق کو جائز قرار دیتے ہیں وہ اسے مندرجہ ذیل شرطوں کے ساتھ جائز قرار دیتے ہیں:

(۱) لوائیگی کا وقت آجانے کے بعد بارہوی کو کم از کم ایک ماہ کی حربہ صلت دی جانی چاہئے جس کے دوران اسے ہفتہ وار قرض کیجے جائیں جن میں اسے وارنٹک دی جائے کہ وہ قیمت کی لوائیگی کرے ورنہ اسے خسارے کا معاوضہ لدا کرنا ہو گا۔

(۲) یہ بات شک و شبہ سے بالا ہو کہ وہ تاخیر اور ہل سٹول بغیر کسی صحیح عذر کے کر رہا ہے۔ اگر یہ ظاہر ہو کہ وہ تاخیر غریب کی وجہ سے کر رہا ہے تو اس سے

کوئی معاوضہ نہیں لیا جاسکتا اور حقیقت یہ ہے کہ وہ لوہانگی کے قابل نہیں ہو جاتا اسے صلت دینا ضروری ہے اس لئے کہ قرآن کریم واضح طور پر کہتا ہے:

وإن كان ذو عسرة فنظرة إلى ميسرة

اور اگر وہ (دیرین) تک دست ہو تو اسے کشادگی تک صلت

دی جائے۔ (البقرہ: ۲۸۰)

(۳) یہ مالی تقویٰ صرف اسی صورت میں جائز ہے کہ جبکہ اسلامی بینک کے سرمایہ کاری اکاؤنٹ میں کچھ نفع ہوا ہو جو کہ کھاتہ داروں میں تقسیم کیا گیا ہو اگر بینک کے سرمایہ کاری اکاؤنٹ کو اس عرصے میں کوئی نفع نہیں ہوا تو اصل سے بھی کوئی معاوضہ وصول نہیں کیا جاسکتا۔

موجودہ دور کے اکثر علماء نے تقویٰ کے اس تصور کو قبول نہیں کیا (راقم الحروف کی بھی یہی رائے ہے) ان حضرات کا موقف یہ ہے کہ یہ تجویز نہ تو شریعت کے اصولوں سے مطابقت رکھتی ہے اور نہ ہی بارہنگی کے مسئلے کو حل کرنے کی قابلیت۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ مفروض سے جو بھی اضافی رقم لی جائے گی وہ رہا ہو گی "نہد جاہلیت میں جب مفروض مقررہ ہونے پر لوہانگی سے قاصر ہوتا تو قرض طویل اس سے مبرا زائد رقم وصول کیا کرتا تھا" ایسے موقع پر عموماً یوں کہا جاتا تھا۔

إما أن تلقى وإما أن تؤمى

"یا تو قرض ابھی لو اگر دینا واجب اللہ را رقم میں اضافہ کر دو"

معاوضہ نہ کر کے کی مذکورہ بالا تجویز اسی شکل نظر کے مطابق ہے۔

اس پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ مذکورہ بالا تجویز نہد جاہلیت کے اس عمل سے

اصولی طور پر مختلف ہے اس لئے کہ معاوضے والی تجویز میں مفروض کو ایک ماہ کی اضافی مدت دی جاتی ہے تاکہ یہ یقین کیا جاسکے کہ وہ کسی مفقود ہزار کے بغیر لوائی سے گریز کر رہا ہے اور تاکہ اگر یہ واضح ہو جائے کہ عدم لوائی کی وجہ غربت یا کوئی مشکل ہے تو اسے معاوضے سے مستثنیٰ کیا جاسکے۔ لیکن اس تصور کے عملی تطبیق کے وقت ہی شرطوں کو چارہ کرنا انتہائی مشکل ہے اس لئے کہ ہر مفروض یہی دعویٰ کرے گا کہ اس کی طرف سے بروقت عدم لوائی کی وجہ اس کا مالی طور پر اس قابل نہ ہوا ہے کسی مالیاتی ادارے کے لئے ہر کلائنٹ کی مالی حیثیت کے بارے میں تحقیق کرنا اور اس بات کی تصدیق کرنا کہ وہ عدم لوائی کے قابل ہے یا نہیں انتہائی مشکل ہے عام طور پر بینک بیان کرتے ہیں کہ وہ یہ فرض کر لیتے ہیں کہ ہر کلائنٹ لوائی کے قابل ہے اس لئے کہ اسے دیوالیہ قرار دیا جائے اس کا مطلب یہ ہوا کہ مذکورہ تجویز میں جو سہولت اور رعایت دی گئی ہے اس سے صرف دیوالیہ لوگ ہی استفادہ کر سکتے ہیں ظاہر ہے دیوالیہ پن کا وجود بہت نادر ہوتا ہے اور ایسی نادر صورت میں عام سودی بینک بھی مفروض سے سود وصول نہیں کر سکتے اس لئے اس تجویز کے مطابق سودی تسویل اور اسٹای تسویل میں کوئی عملی اور باقاعدہ فرق ہونا نہیں رہتا۔

جہاں تک اضافی مدت کا تعلق ہے تو یہ معمولی رعایت ہے جو بعض لوگوں کی روایتی بینکوں کی طرف سے بھی دیدی جاتی ہے بات بھر دی گئی کہ سود میں اور تاخیر پر مالی معاوضہ قبول کرنے میں عملی طور پر کوئی فرق نہیں ہے۔

معاوضہ وصول کرنے کے حق میں بعض لوگوں کا یہ دلیل دی جاتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی مذمت فرمائی ہے جو بغیر کسی ہزار کے مالی ذمہ داریوں کی لوائی میں تاخیر کرتا ہے ایک معروف حدیث میں

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”لی اٹوا جند یحل عطرہہ و عرحہ (۱)“

”جو مالی طور پر خوشحال شخص اپنے قرض کی ادائیگی میں تاخیر کر رہا ہے وہ سزا کا بھی مستحق ہے اور عار کا بھی۔“

اس سے استدلال ہوں کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو سزا دینے کی اہلیت دی ہے اور سزا مختلف قسم کی ہو سکتی ہے جن میں مالی جرمانہ بھی شامل ہے لیکن اس استدلال میں اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا گیا ہے کہ اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ مالی جرمانہ لگایا جاتا ہے (۲) تب بھی یہ حالات کے ذریعے لگایا جاتا ہے اور عموماً حکومت کو لیا گیا جاتا ہے ایسی صورت حال کسی کے نزدیک بھی درست نہیں ہے کہ مجازہ طریق معاملے کا فیصلہ کرنے کی اہل حالات کے کسی فیصلے کے بغیر خود ہی اپنے ہی مفاد کے لئے جرمائے لاکھ کر دے۔

حرفہ برہاں یہ کہ اگر اسے ایک سزا ہی تسلیم کیا جائے تو یہ اس صورت میں بھی لاکھ ہونی چاہئے جبکہ سرمایہ کاری ٹھکانٹ میں کوئی نفع نہ ہو اور اس لئے کہ یہ دھوکہ کا جرم تو پایا گیا ہے اور اس کا بینک کے سرمایہ کاری ٹھکانٹ میں نفع ہونے پانے ہونے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

در حقیقت بینک کے نفع کے برابر معاوضہ کی ادائیگی روپے (money)

(۱) صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۱

(۲) مسئلہ سے قدام قضاء نے حالات کے ذریعے بھی مالی جرمائے (مقررہ پابندی) کو جائز قرار نہیں دیا لیکن بعض قدام قضاء جیسے امام ابوہریرہ امام ابو یوسف امام مالک امام شافعی امام احمد حنبلہ سے معاوضہ لینے کی نکتہ نظر کو ترجیح دی ہے۔

کے باقوتہ اور نکتہ نفع (opportunity cost) کے تصور پر مبنی ہے۔ یہ تصور شرعی اصولوں سے میل نہیں رکھتا، اسلام نکتہ نفع کے اس تصور کو تسلیم نہیں کرتا اس لئے کہ مصیبت سے سود کے خاتمے کے بعد وہ ہے (money) کا کوئی حصہ نفع باقی نہیں رہتا، اس میں یہاں نفع کمانے کی صلاحیت ہے وہیں اسے غلامی کا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ اور غلامی کا یہ رسک ہی ہے جو اسے نفع حاصل کرنے کے قابل بناتا ہے۔

یہاں ایک اور بڑا اہم قائل قوجہ نکتہ یہ ہے کہ جو شخص بڑا ہونے کا مرحلہ ہو سکتا ہے اسے زیادہ سے زیادہ ایک چار یا عاصب کی طرح قرار دیا جاسکتا ہے چوری اور نصب کے بارے میں شرعی قواعد کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ چار ایک بہت بڑی سزا یعنی ہاتھ کاٹنے جانے کا مستحق ہے لیکن اس سے یہ بھی بھی مطالعہ نہیں کیا جاتا کہ وہ مجازہ شخص کو کسی قسم کا معاوضہ دوا کرے اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کی رقم نصب کر لیتا ہے تو اسے بطور توبہ کے سزا تو دی جاسکتی ہے لیکن کسی بھی عقیدے نے اس پر اصل رقم سے ڈانٹ دیا جاتی جرماتہ مقرر نہیں کیا جو مالک کو نقصان کی صفائی کے طور پر دوا کیا جائے۔

اسلام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے کی زمین پر عاصبات قبضہ کر لیتا ہے تو اسے بازاری نرخ کے مطابق اس جگہ کا کر لیا دوا کرنا ہو گا لیکن اگر اس نے نقد رقم نصب کی ہے تو وہ اتنی ہی رقم لوٹائے گا جتنی اس نے نصب کی ہے اس سے ڈانٹ نہیں دیا۔

اس احکام سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ وہ ہے (money) کے نکتہ

نفع (opportunity cost) کو شریعت نے تسلیم نہیں کیا اس لئے کہ پہلے جیسا پہلے جان کیا گیا زہر پر حتمی نفع نہیں لیا جاسکتا اور نہ ہی اس کی ذاتی افادیت ہوتی ہے۔
لوہر جان کر وہ جراثیم کی بنیاد پر سوچو وہ دور کے اکثر علماء نے بارہندہ سے نقصان کی صفائی وصول کرنے کے نظریے کو تسلیم نہیں کیا، مجمع فقہ الا سلامی ج ۲ کے سالانہ اجلاس میں بھی اس سوال پر تفصیلی غور ہوا اور اس میں بھی یہی طے ہوا کہ اس طرح کا معاوضہ وصول کرنا شرعاً درست نہیں۔ (۱)

اب تک جراثیم ہر وہی قسمی وہ اس خود بخود مٹی کے شرعی جراثیم یا عدم جراثیم کے حوالے سے حتمی، قلب یہ بھی ذہن میں رہنا چاہئے کہ اس تجویز سے بارہندی کا مسئلہ بالکل حل نہیں ہو گا، بلکہ اس سے مقررہ ضل کا جتنی چاہے بارہندی کا حوصلہ بڑھے گا، اور اس کی یہ ہے کہ اس تجویز کے مطابق بارہندہ کو جس معاوضے کی لوا لگی کے لئے کہا جائے گا، اس نفع کے برابر ہو گا، جو بارہندی کے اس مرحلے میں کھانا داروں کو حاصل ہوا ہے، اور یہ بات واضح ہے کہ کھانا داروں کو حاصل ہونے والا نفع اس شرح منافع سے ہمیشہ کم ہوتا ہے جو مردہ کے معاوضے میں کھانٹ کر لیا کرنا چاہتا ہے، اس لئے یہ کھانٹ جتنا نفع بارہندی سے پہلے دے رہا تھا، بارہندی کے بعد اس سے کافی کم لیا کر رہا ہو گا، لہذا وہ جان بوجھ کر یہ رقم لیا کرنا قبول کرے گا، اور اصل قیمت لیا نہیں کرے گا، بلکہ اسے کسی زیادہ نفع بخش کام میں لگا دے گا، فرض کیجئے چھ ماہ کے ایک مردہ معاوضے میں چند روپیہ صد سالانہ کے حساب سے نفع طے ہوا، اور کھانا داروں کو جو نفع دیا گیا ہے وہ دس فیصد سالانہ ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ شرح لوا لگی کے بعد بھی اگر کھانٹ کرے چھ ماہ

کے لئے یہ قیمت اپنے پاس رکھتا ہے اور دوا نہیں کرتا تو اسے سالانہ دس فیصد کے حساب سے معاوضہ دوا کرنا ہو گا جو کہ اصل مراد کی شرح منافع یعنی پندرہ فیصد سے بہت کم ہے اس صورت میں وہ قیمت دوا نہیں کرے گا اور مزید چھ ماہ کے لئے کم شرح منافع پر یہ سولت حاصل کر لے گا۔

مبادلہ تجویز:

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک بجک یا مالیاتی ادارہ اس مسئلے کو کیسے حل کرے اگر ادارہ سے بھی کچھ وصول نہ کیا جائے تو اس سے بددیانت شخص کو حربہ رخصت ملے گی کہ وہ مسلسل ادارہ کی کامرنگب ہوتا رہے تو اس سوال کا جواب بھی سہرا ہے۔

ہم پہلے جان کر چکے ہیں کہ اس مسئلے کا اصل حل یہ ہے کہ ایسا نظام وجود میں لایا جائے جہاں ادارہندگان کو یہ سزا دی جائے کہ وہ مستقبل میں تمام مالیاتی سہولتوں سے محروم ہو جائیں لیکن جیسا کہ پہلے کہا گیا یہ صرف وہیں ہو سکتا ہے جہاں پورا بینکاری نظام اسلامی تعلیمات پر مبنی ہو یا اسلامی بینکوں کو ادارہندگان کے خلاف ضروری تحفظ فراہم کیا گیا ہو اس لئے جب تک یہ ہدف حاصل نہیں کر لیا جاتا ہمیں کسی اور مبادلہ کی ضرورت ہے۔

اس مقصد کے لئے یہ تجویز کیا گیا تھا کہ مراد کے عقد میں داخل ہوتے وقت پہلے یہ ذمہ داری قبول کرے کہ وقت پر عہد دوائی کی صورت میں وہ بینک کے انتظام میں چلنے والے ایک خیراتی فنڈ میں ایک حصہ رقم جمع کرانے گا۔ اس میں یہ یقین دہانی ضروری ہے کہ اس رقم کا کوئی بھی حصہ بینک کی آمدن کا جز نہیں بنے گا بینک اس مقصد کے لئے ایک خیراتی فنڈ قائم کرے گا اور اس

میں حاصل ہونے والی رقم کو صرف اور صرف شریعت کے مطابق خیراتی مقاصد کے لئے ہی خرچ کیا جانے کا جبکہ اس خیراتی فنڈ سے مستحقین کو بلا سود قرضے بھی دے سکتا ہے۔

یہ تجویز بعض مالکی فقہاء کے بیان کردہ ایک فقہی گامدے پر مبنی ہے۔ بعض مالکی فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر مقروض سے یہ مطالبہ کیا جائے کہ وہ بروقت عہد لوائی کی صورت میں اضافی رقم لوا کرے گا تو یہ صورت تو شرعاً جائز نہیں ہے اس لئے کہ یہ سود لینے کے مترادف ہے لیکن قرض دہندہ کو بروقت لوائی کی یقین دہانی کرانے کے لئے مقروض یہ ذمہ داری قبول کر سکتا ہے کہ وہ بروقت عہد لوائی کی صورت میں جبکہ رقم بطور خیرات دے گا۔ یہ درحقیقت یقین (حکم) کی ایک صورت ہے جو کسی شخص کی طرف سے خود اپنے نوپ مانگ کر وہ ایک سزا ہے تاکہ وہ خود کو دہندگی سے بچائے۔ عام حالات میں اس طرح کی یقین (حکم) سے اخلاقی اور دینی ذمہ داری مانگ جاتی ہے اور عدالت کے ذریعے اس پر عمل درآمد نہیں کر لیا جاسکتا لیکن بعض مالکی فقہاء کے نزدیک اسے فقہاً بھی لازم قرار دیا جاسکتا ہے اور قرآن و سنت میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو اس طرح کی یقین کو عدالت کے ذریعے قابل عمل قرار دینے میں مانع ہو لہذا جہاں واقعاً ضرورت ہو وہاں اس فقہی نظر پر عمل کیا جاسکتا ہے لیکن اس تجویز پر عمل کرتے ہوئے درج ذیل نقطہ کو اہم میں رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ اس تجویز کا مقصد صرف یہ ہے کہ مقروض پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ بروقت اپنے واجبہات لوا کرے اس کا مقصد قرض دہندہ اقول کار کی آمدن میں

اضافہ کرنا یا اسے متوقع منافع (Opportunity Cost) کا سلوٹ لٹا کرنا نہیں ہے۔ اس لئے یہ بات چینی ملتا ضروری ہے کہ اس جرنلے کا کوئی حصہ کسی بھی صورت میں بینک کی آمدن کا حصہ نہیں بنے گا۔ اور نہ ہی اس کے ذریعے ٹیکس لٹا سکے جائیں گے اور نہ ہی انھیں قبولی کار کی کسی ذمہ داری سے معذور ہونے کے لئے استعمال کیا جائے گا۔

۲۔ چونکہ جرنلے کی اس رقم کا بینک بطور اپنی آمدن کے مالک نہیں ہے بلکہ یہ خیراتی مقاصد کے لئے استعمال ہوگی اس لئے یہ کوئی بھی ایسی رقم ہو سکتی ہے جو مفروضہ ضمانتی سے قبول کرے۔ اس کا تین سالانہ فیصد کے حساب سے بھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے یہ رقم 'بالقصد بارہندگی کے خلاف حقیقی قسط کا کام دے گی' بخلاف باقی معاوضے کی سہولت تھوڑے کے کہ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا وہ بارہندگی کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔

۳۔ چونکہ یہ جرمانہ اصل کے اعتبار سے کٹاؤٹ کی خود اپنے لوہے مالک کی ہوئی ایک قسم ہے۔ ایسا جرمانہ نہیں ہے جس کا قبولی کار کی طرف سے مطالبہ کیا گیا ہو اس لئے معاہدے میں اس تصور کا انعکاس ضروری ہے۔ اس لئے جرنلے سے متعلق حق کے الفاظ کچھ اس طرح کے ہونے چاہئیں۔

کٹاؤٹ بذریعہ ہڈا یہ ذمہ داری قبول کرتا ہے کہ اگر وہ اس معاہدے کی رو سے واجب الادا رقم کا کوئی حصہ بروقت لٹا نہیں کرتا تو وہ بینک کے ذریعہ انتظام خیراتی کٹاؤٹ و فنڈ میں اپنی رقم جمع کرائے گا جس کا حساب عدم ادائیگی کے ہر دن کے بدلے میں سالانہ کی بنیاد پر کیا جائے گا۔ الایہ کہ وہ ایسی شہادت سے جو بینک قبولی کار کے نزدیک قابل

اطمینان ہو یہ ثابت کر دے کہ باورہنگی کا سبب غربت یا کوئی
ایسا سبب تھا جو اس کے اختیار سے باہر تھا۔

۴۔ چنانچہ یہ خیراتی کام کی قسم ہے اس لئے اصل میں تو یہ بات بھی جائز
تھی کہ کلائٹ مقررہ رقم خود اپنی مرضی سے کسی خیراتی کام میں خرچ کر دے۔
لیکن یہ بات بھی غلطی کے لئے کہ وہ واقعی اس رقم کی ہوائی کر دے گا سجادے
میں بینک اٹھو لی کار کے ذریعہ انتظام چلنے والے خیراتی فنڈ یا کلائٹ کا قصین کیا گیا
ہے اس طرح قصین طور پر ذمہ داری قبول کرنا شریعت کے کسی اصول کے
خلاف نہیں ہے لیکن یہ بہر حال ضروری ہے کہ بینک یا مالیاتی ادارہ اس مقصد کے
لئے ایک مستقل فنڈ یا کم از کم مستقل کلائٹ کا انتظام کرے اور اس کلائٹ میں
جمع ہونے والی رقم اچھی طرح طے شدہ خیراتی کاموں میں خرچ ہوتی چاہئے جو
کلائٹ کے ممبران کو معلوم ہوں۔

ب اسلامی مالیاتی اداروں کی بڑی تعداد میں اس تجویز پر کامیابی سے عمل
ہو رہا ہے۔

۶۔ مراجمہ میں رول اور کی کوئی گنجائش نہیں:

ایک اور ضابطہ جس کا ذہن میں رہنا ضروری ہے عمل کیا جانا بہت ضروری
ہے یہ ہے کہ مراجمہ کے معاملے میں مزید اگلی مدت کے لئے رول اور
(Roll Over) کی گنجائش نہیں ہے (۱) سو پر جتنی تسویر میں اگر کسی بینک کا
کلائٹ کسی وجہ سے مقررہ وقت پر قرض لیا نہیں کر سکا تو وہ بینک سے
درخواست کر سکتا ہے کہ وہ اس کے قرضے کی سہولت میں ایک اور قصین مدت

(۱) (Roll Over) کی اصطلاح کی وضاحت طور اگلی طور سے ہو رہی ہے (محرر)

کے لئے توسیع کر دے 'اگر بینک اس سے متفق ہو تو اس سہولت کو باہمی طور پر طے پانے والی شرائط پر رول اور کر دیا جاتا ہے جس کی رو سے نئی مدت میں نئی شرح سود لاگو ہو گی' مثلاً اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ اتنی ہی مقدار میں ایک یا قرضہ (نئی شرح سود پر) مقرر قرض کو دوبارہ دیا گیا ہے۔

بعض اسلامی بینک اور مالیاتی ادارے جو مریضوں کے قصور کو صحیح طور پر نہیں سمجھتے اور اسے سودی قبول کی طرح کا محض ایک طریقہ قبول سمجھتے ہیں انہوں نے رول اور کا تصور مریضوں میں بھی استعمال کرنا شروع کر دیا مگر کلائنٹ ان سے درخواست کرتا ہے کہ مریضوں کی جراثیم لوائنگ میں توسیع کر دیں 'یہ بینک اس مریض کو رول اور کر دیتے اور لوائنگ کے وقت مزید بلک اپ کی شرط کے ساتھ اضافہ کر دیتے ہیں' مثلاً اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسی سامان (Commodity) پر ایک اور مریض ہو گیا ہے 'یعنی بینک نے وہی چیز کلائنٹ کو جسے نفع کے ساتھ بیچ دی ہے) یہ عمل شریعت کے طے شدہ اصولوں کے بالکل خلاف ہے۔

یہ بات واضح طور پر سمجھ لینی چاہئے کہ مریض کو کوئی قرض نہیں ہے بلکہ ایک چیز کی بیچ ہے جس کی قیمت کی لوائنگ ایک مقررہ جراثیم تک مقرر کر دی گئی ہے 'جب ایک مرتبہ یہ چیز بیک گئی تو اس کی ملکیت کلائنٹ کی طرف منتقل ہو گئی ہے' اب یہ بیچنے والے (بینک) کی ملکیت نہیں رہی 'بیچنے والا قانونی طور پر صرف اس کی قیمت کا مطالبہ کر سکتا ہے جو کہ خریدار کے ذمے واجب الادا دین (Debt) ہے' اس لئے انہی فریقین کے درمیان اسی چیز کی دوبارہ بیچ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا رول اور (Roll Over) خالص اور سادہ سود ہے 'اس لئے کہ یہ بیچ مریض سے پیدا ہونے والے دین (Debt) پر اضافی رقم لینے کا معاہدہ ہے۔

۷۔ وقت سے پہلے ادائیگی کی وجہ سے رعایت:

بعض لوگوں کو دین (debtor) مقررہ تاریخ سے پہلے ادائیگی کرنا پڑتا ہے اس صورت میں وہ مقررہ تاریخ قبل قیامت میں کی گئی خواہش مند ہوتا ہے۔ کیا اس کی عمل درآمد ادائیگی کی وجہ سے اسے رعایت دینے کی شرعا گنجائش ہے؟ اس سوال پر قدیم فقہاء نے تفصیلی گفتگو کی ہے، اسلام کے قانونی لٹریچر میں یہ مسئلہ ”شیعہ و اہل“ (دین میں کی کر اور جلدی وصول کرلو) کے عنوان سے معروف ہے، بعض قدیم فقہاء نے اس بندوبست کو جائز قرار دیا ہے، لیکن اکثر اہلحدیث سمیت اکثر فقہاء کے نزدیک اگر عمل درآمد وقت ادائیگی کے لئے اس کی کو شرط قرار دیا جائے تو جائز نہیں ہے (۱)۔

جن فقہاء کے نزدیک یہ انتظام جائز ہے ان کا نقطہ نظر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث پر مبنی ہے کہ جب بنو نضیر کے یہودیوں کو ان کی سازشوں کی وجہ سے مدینہ منورہ سے ہٹا دیا گیا تو کچھ لوگ حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ نے تو انہیں جلا وطن ہونے کا حکم دیدیا ہے لیکن کچھ لوگوں نے ان یہودیوں کے قرضے دینے ہیں جن کی تاریخ ادائیگی ابھی تک نہیں آئی اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یہودیوں سے جو قرض ملو گئے فرمایا:

”اضعوا وتعللوا“ (۲)۔

”اپنے قرضوں میں کی کر اور جلدی وصول کرلو“۔

(۱) ابن قدامہ، المغنی، ۱/۲۵۵، تفصیلی بحث کے لئے ناظر ہو، احکام فی النکاح، ص ۲۵

(۲) ابی حنیفہ، المغنی، ۱/۲۵۵

اکثر فقہاء اس حدیث کو صحیح تسلیم نہیں کرتے، طووالہم اتقی جنہوں نے یہ حدیث روایت کی ہے، نے مرسلہ کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

اگر اس حدیث کو صحیح تسلیم کر بھی لیا جائے تب بھی جو تفسیر کی جہاد غنی ہجرت کے دوسرے سال میں ہوئی تھی، جبکہ رہائی حرمت ابھی نازل نہیں ہوئی تھی۔

یہ کہ یہ کہ واقعہ نے روایت کیا ہے کہ جو تفسیر سودی قرعے دیا کرتے تھے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جس انتظام کی اہدات دی تھی وہ یہ تھا کہ قرض خولہ سود پھوڑا دیں اور مدینہ اصل سرمایہ جلدی لہا کر دیں، واقعہ نے روایت کیا ہے کہ جو تفسیر کے ایک یہودی سلام بن ابی حنیفہ نے اسید بن حنیفہ رضی اللہ عنہ کو اتنی دیکر دیتے ہوئے تھے جو کہ ایک سال بعد حرید چالیس دیکر کے ساتھ واجب الادا تھے، اس طرح ایک سال بعد سید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ سلام کے ۱۴۰ دیکر واجب الادا تھے، اس مذکورہ بعد بہت کے بعد سید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلام کو اصل سرمایہ یعنی اتنی دیکر لہا کر دیئے اور سلام باقی سے دستبردار ہو گیا۔ (۱)

ان وجوہات کی بنیاد پر اکثر فقہاء کی رائے یہ ہے کہ اگر قبل نزولتِ حوائج میں دین میں کمی کی شرط لگائی گئی ہے تو یہ جائز نہیں ہے، البتہ اگر جلدی حوائج کے لئے یہ شرط نہیں ہے اور قرض خولہ و ضاکھ و طووالہم اتقی سے رعایت دیتا ہے تو یہ جائز ہے۔

یہی نقطہ نظر اسلامی فقہ اکیڈمی نے اپنے ایک سالانہ اجلاس میں اختیار

کیا ہے۔ (۲)

(۱) افواہی مطبوعہ ۳۷۳۸

(۲) قرارداد نمبر ۶۶ اجلاس ششم جزیرہ ج ۲ ص ۲۷

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک اسلامی بینک یا مالیاتی ادارے میں ملے پائے والے مردہ کے عقد میں اس طرح کی رعایت عقد میں ملے نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی کلائٹ اپنے حق کے طور پر اسکا مطالبہ کر سکتا ہے البتہ اگر بینک یا مالیاتی ادارہ اپنی مرضی سے اس طرح کی چھوٹ دیدے تو یہ بھی قابل اعتراض نہیں ہے خاص طور پر بینک کلائٹ محتاج شخص ہو۔ مثال کے طور پر اگر ایک غریب کسب نے ٹریکٹر یا زرعی پمپ وغیرہ مردہ کی خرید پر خرچہ سے تو بینک کو چاہئے کہ وہ رعایت کے طور پر جلدی اور اسکی کی صورت میں اسے رعایت دے۔

۸۔ مردہ میں لاگت کا حساب:

یہ بات پہلے چلی جاچکی ہے کہ مردہ کا عقد اسلامی بیچ کے تصور پر مشتمل ہے جس میں اصل لاگت پر منافع شامل کیا گیا ہو اس لئے مردہ وہیں کارآمد ہو سکتا ہے جہاں بائع بنی جانے والی چیز ہے آنے والی لاگت کا پورا پورا حساب کر سکتا ہو اگر لاگت کا پورا پورا حساب نہ کیا جاسکتا ہو تو مردہ ممکن نہیں ہو گا اس صورت میں بیچ مسدود ہی ہو سکتی ہے (یعنی ایسی بیچ جس میں اصل لاگت کا حوالہ نہ ہو)۔

اس اصول سے ہم ایک اور ضابطے کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں وہ یہ کہ مردہ اسی کر ٹی پر بنی ہونا چاہئے جس کے ذریعے سے بائع نے اس چیز کو خریدا ہے اگر اس نے وہ چیز پاکستانی روپے میں خریدا ہے تو اگلی بیچ بھی پاکستانی روپے ہی میں ہونی چاہئے۔ اگر پہلی بیچ امریکی ڈالرز پر ہوئی ہے تو مردہ بھی امریکی ڈالرز پر بنی ہونا چاہئے تاکہ صحیح لاگت کا قیاس ہو سکے۔

لیکن بین الاقوامی تجارت میں دونوں معنوں کا ایک ہی کر ٹی پر بنی ہونا

مشکل ہو سکتا ہے۔ کلائٹ کو جو چیز چنی جانی ہے اگر وہ دوسرے ملک سے وہ آمد کی جاری ہے، جبکہ آخری طریقہ پاکستان میں ہے تو اصل ملک کی قیمت غیر ملکی کرنسی میں لوا کی جاتی ہوگی اور دوسری ملک کا قیمتیں پاکستانی روپوں میں ہوگا۔

اس صورت حال کا حل دو طریقوں سے نکالا جاسکتا ہے پہلا یہ کہ اگر خریدار مقرر ہو اور اس ملک کے قوانین بھی اس کی اجازت دیتے ہوں تو دوسری ملک بھی ڈالرز میں ہو سکتی ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر بالغ (بیک) نے وہ چیز پاکستانی روپے کو ڈالر میں تبدیل کر کے وہ چیز خریدی ہے تو پاکستانی روپے کی وہ مقدار جو اسے ڈالرز تبدیل کرانے کے لئے لوا کرنی پڑی ہے اسے اصل ٹائمٹ والی قیمت شمار کیا جاسکتا ہے اور مرادو میں اس پر منافع کا اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

بعض صورتوں میں بیک وہ چیز باہر سے خریدتا ہے اور قیمت ٹمن ملا بعد باقیوں میں لوا کرنا ہوتی ہے اور وہ اصل فراہم کنندہ کو قیمت کی پوری لوائیگی سے پہلے وہ چیز اپنے کلائٹ کو بیچ دیتا ہے، چونکہ بیک قیمت کی لوائیگی ڈالرز میں کرے گا اور اسے ڈالرز کے مقابلے میں پاکستانی روپے کئے ہوں گے اس کا علم اس وقت نہیں ہو سکتا جس وقت وہ چیز کلائٹ کو چنی جاتی ہو، چونکہ ڈالر اور پاکستانی روپے کی قیمتوں میں اتنا فرق ہوتا رہتا ہے اس لئے ایسا ہو سکتا ہے کہ بیک کو اس سے زیادہ رقم لوا کرنی پڑ جائے بقا مرادو کرتے وقت اندازہ لگایا تھا مثلاً کے طور پر مرادو کرتے وقت ایک امریکی ڈالر چالیس روپے کا تھا مرادو کی قیمت کا قیمتیں بھی اسی قیمت کے حوالے سے کیا گیا تھا لیکن جب بیک نے اصل فراہم کنندہ کو قیمت لوائی تو ڈالر کا ریٹ دو گرا کر آٹھ روپے ہو چکا تھا جس کا مطلب یہ ہوا کہ بیک کی ٹائمٹ میں وہ دوا بعد اضافہ ہو گیا ہے۔ اس صورت حال سے

منینے کے لئے بعض مہمائی لوہارے مردھو کے معاہدے میں یہ شرط رکھ دیجئے ہیں کہ کرنسی رعیت میں اس طرح کے ایمر چھوڑی صورت میں اضافی لاگت کا بحث برداشت کرے گا لیکن قدیم فقہاء کے مطابق اس طرح کی شرط پر مردھو صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس صورت میں بیچ کے وقت قیمت (ضمن) میں جماعت پائی جاتی ہے اور یہ جماعت نہیں رہا بعد تک اس وقت تک باقی رہتی ہے جبکہ خریدار (بینک) فراہم کنندہ کو قیمت کی لوائیگی کرے گا۔ اس طرح کی جماعت کی وجہ سے عقد غیر صحیح ہو جاتا ہے اس لئے اس مسئلے کے حل کے لئے بینک کے پاس نہیں راستہ ہیں۔

(۱) بینک رجسٹر LC at sight کی بنیاد پر خرید لے (جس میں خریدار کو مل پہنچنے ہی لوائیگی کرنا ہوتی ہے) اور بینک اپنے کلائنٹ کے ساتھ بیچ کرنے سے پہلے قیمت کی لوائیگی کر دے۔ اس صورت میں کرنسی رعیت میں ایمر چھوڑا کا سوال پیدا نہیں ہوگا۔ مردھو کی قیمت کا قصین اس دن کے کرنسی نرخ کے مطابق ہو گا جس دن بینک نے فراہم کنندہ (supplier) کو قیمت کی لوائیگی کی ہے۔

(۲) بینک مردھو کی قیمت کا قصین بھی پاکستانی روپے کی بجائے امریکی ڈالرز میں کرے تاکہ کلائنٹ مردھو کی حامل قیمت کی لوائیگی بھی امریکی ڈالرز میں کرے اس صورت میں بینک اپنے کلائنٹ سے امریکی ڈالرز وصول کرنے کا حق دار ہو گا اس لئے ڈالر کی قیمت میں ایمر چھوڑا کا غلط بھی خریدار (کلائنٹ) کو اخطار پہنچے گا۔

(۳) مردھو کی بجائے سودا مسلک کی بنیاد پر ہو (یعنی ایسی بیچ جس میں اصل لاگت کا حوالہ نہیں ہو تا) اور قیمت اس انداز سے قصین کی جائے کہ وہ کرنسی رعیت میں صحیح بیچ کی پیشی کا بھی احاطہ (Cover) کر لے۔

۹۔ مردھ کس چیز پر ہو سکتا ہے :

”اشیاء جن کی فتح پر فتح ہو سکتی ہے ان پر مردھ بھی ہو سکتا ہے اس لئے کہ مردھ بھی فتح ہی کی ایک قسم ہے لہذا کسی کھیتی کے حصص کی بھی مردھ کی بنیاد پر خرید و فروخت ہو سکتی ہے اس لئے کہ اسلامی اصولوں کے مطابق کھیتی کا ٹھیکہ اس کے حامل کی کھیتی کے اجاد جات میں مناسب ملکیت کی نمائندگی کرتا ہے۔ اگر کھیتی کے اجاد جات کی فتح منافع پر ہو سکتی ہے تو اس کے حصص کو بھی بطور مردھ بچا جاسکتا ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ عقد میں فتح کی تمام شرائط جو پہلے بیان کی گئی ہیں، پوری ہوں اس لئے یہ ضروری ہے کہ بائع پہلے ٹھیکہ پر ان کے حقوق و ادائیگات کے ساتھ قبضہ حاصل کرے پھر انھیں اپنے کلائنٹ کو چھپا 'bury back' یا ٹھیکہ کو ان پر قبضہ کئے بغیر چھپا کر جائز نہیں ہے۔

اس کے برعکس جن چیزوں کی فتح نہیں ہو سکتی ان پر مردھ بھی نہیں ہو سکتا مثلاً کرنسیوں کے باہمی بدلے میں مردھ ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ کرنسیوں کی ایک دوسرے کے ساتھ فتح یا تو نقد ہونی چاہئے یا واحد ہونے کی صورت میں اس بدلتی قیمت پر ہونی چاہئے جو سوائے پالنے کے ان مروجہ قسمی (۱) اسی طرح (۲) تہداتی دستجات جو ایسے قرض کی نمائندگی کرتے ہوں جو حال کے لئے قابل وصول ہے ان کی خرید و فروخت بھی ممکن ہوئی قیمت پر ہی ہو سکتی ہے۔ اس لئے اس طرح کی دستجات میں بھی مردھ نہیں ہو سکتا اسی طرح ہر عیسا کاغذ جو حال کو بدلی کنندہ کی طرف سے مستحق رقم کی وصولی کا حقدار بناتا ہے اس

(۱) تحصیل کے لئے عائد ہو سیری عربی کتاب انعام فاروقی ص ۱۲۱ (اس کا اردو ترجمہ کاغذی نوٹہ اور رقمی کاغذ کے نام سے چھپ چکا ہے) اور کتاب ”فہمی حلالہ“ میں بھی شامل ہے۔

کی خرید و فروخت نہیں ہو سکتی، ان کے مبادلے کا صرف یہی طریقہ ہے کہ یہ مبادلہ قیمت اسے (Face Value) پر ہو۔ لہذا مرنس کی بنیاد پر ان کی سطح نہیں ہو سکتی۔

۱۰۔ مرنس میں لوائیگی کو ری شیڈول کرنا:

اگر خریدار / کلائنٹ معاہدہ مرنس میں طے شدہ تاریخ پر لوائیگی کے کسی ادب سے قائل نہ ہو تو وہ بعض اوقات تاریخ آؤٹنگ سے درخواست کرتا ہے کہ قسطوں کو ری شیڈول کر دیا جائے۔ روایتی بینکوں میں تو قرضے عموماً اضافی سود کی بنیاد پر ری شیڈول کئے جاتے ہیں، لیکن مرنس کی لوائیگی میں یہ ممکن نہیں ہے۔ اگر قسطوں کو ری شیڈول کیا جاتا ہے تو ری شیڈولنگ کی وجہ سے اضافی رقم نہیں لی جا سکتی، مرنس کی واجب الادا قیمت اتنی ہی رہے گی۔

بعض اسلامی بینکوں کی یہ تجویز ہے کہ مرنس کی قیمت کو ایسی مضبوط کرنسی میں ری شیڈول کیا جائے جو کہ اس کرنسی سے مختلف ہو جس میں اصل مرنس طے پایا تھا، اس تجویز کا مفہوم مضبوط کرنسی کی قیمت میں اضافے کے ذریعے سے بینک کو محفوظ دلانا ہے۔ یہ فائدہ چنانکہ ری شیڈولنگ کے ذریعے حاصل کیا جا رہا ہے اس لئے یہ جائز نہیں ہے۔ ری شیڈولنگ لازماً ہی کرنسی اور اسی مفاد میں ہونی چاہئے۔ البتہ لوائیگی کے وقت خریدار تاریخ کی ضمانندی سے بطور مبادلہ کے مختلف کرنسی میں اسی دن (یعنی لوائیگی والے دن) کے ریٹ کے مطابق لوائیگی کر سکتا ہے، لیکن جس دن مفاد ہوا تھا اس دن کے ریٹ کے مطابق یہ چل رہا نہیں ہو سکتا۔

۱۱۔ مرنس کو سیکورٹیز میں تبدیل کرنا:

مرنس ایک مفاد ہے جسے قائل چاہے وہ چاہے لچھ میں تبدیل نہیں

کیا جاسکتا کہ فن کی ثانوی بازار (Secondary Market) میں خرید و فروخت ہو سکے "انگلی وچ" واضح ہے "اگر خرید و لکھ بکٹ ایسی دستاویز ہو جو اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ پانچ / قبول کار کی طرف اتنی رقم کا مفروضہ ہے تو یہ کاغذ زر کے اس قرض کی نمائندگی کرتا ہے جو اس سے وصول کیا جاتا ہے یا دوسرے لفظوں میں ایسی رقم کی نمائندگی کرتا ہے جو اس کے ذمہ واجب الادا ہے" لہذا اس دستاویز کی تیسرے فریق کے ہاتھ بیچ کر بازار (Money) کی بیچ بخری ہے۔ اور یہ بات پہلے واضح کی جا چکی ہے کہ جب زر کا چکر اسی کرنسی کے زر کے ساتھ ہو تو یہ ضروری ہے کہ یہ چکر برابر برابر ہو "کم یا زیادہ قیمت پر اس کی بیچ بخری ہو سکتی" لہذا امر دیکھ کے جیسے میں جو زر کی ذمہ داری پیدا ہوئی ہے اس کی نمائندگی کرنے والے کاغذ سے قابل چکر دستاویز وجود میں نہیں آسکتی "اگر اس میں کاغذ کا چکر ہو تو وہ کبھی ہوئی قیمت پر ہی ہونا چاہئے" تاہم اگر کوئی ملاحظہ ہو جو کہ جو مختلف معاہدوں مثلاً "لیزنگ اور مراد" پر مشتمل ہو تو اس مشترکہ شعبے کی بنیاد پر قابل چکر سرٹیفکیٹ جاری کئے جاسکتے ہیں لیکن ان شرطوں کا لحاظ رکھ کر "فن پر اسلامی فنانس" کے باب میں تفصیلی ملاحظہ ہو گی۔

مردھ کے استعمال میں چند بنیادی غلطیاں

مردھ کے تصور اور اس سے حلقہ مباحث کو جان کرنے کے بعد یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان بنیادی غلطیوں کی وضاحت کر دی جائے جو عام طور پر اسلامی مالیاتی لوگوں سے مردھ کے تصور پر عمل کرتے وقت ہو جاتی ہیں۔

۱۔ پہلی اور سب سے زیادہ قابل اعتراض غلطی یہ مفروضہ قائم کرنا ہے کہ مردھ ایک عمومی طریقہ قبول ہے جسے ان تمام انواع کی قبولی کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے جو روایتی بینک اور غیر معرئی قبولی ادارے (NBFIs) کرتے ہیں۔ اسی قلم مفروضے کی بنیاد پر بعض شکوک کو دیکھا گیا ہے کہ دوسرے افراد کے مفروضے یا اخراجات (Over Head Expenses) کی قبولی کے لئے بھی مردھ کو استعمال کرتے ہیں۔ جیسے محلے کی محکمہوں کی لواٹگی، بجلی کے بلوں کی لواٹگی وغیرہ، اسی طرح ان قرضوں کی لواٹگی کے لئے جو کہ اس کھٹی سے دوسروں کو روا کرتے ہیں۔ یہ عمل قطعاً قابل قبول ہے اس لئے کہ مردھ وہی استعمال ہو سکتا ہے جہاں کھاٹ کوئی چیز خریدنا چاہتا ہو، اگر کسی اور مقصد کے لئے قذا درکار ہیں تو وہی مردھ قابل عمل نہیں ہوگا، ایسی صورت میں ضرورت کی نوعیت کے مطابق مقصد کو "بینک" وغیرہ مناسب طریقہ ہائے قبولی کو استعمال کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ بعض صورتوں میں کھاٹ مردھ کے کاغذات پر صرف قذا کے حصول کے لئے دھکا کرتا ہے۔ اس کا مقصد ان قذا سے کوئی حتمی چیز خریدنا نہیں ہوتا، اسے غیر حتمی مقاصد کے لئے قذا درکار ہوتے ہیں، لیکن اس کی دستاویزات کی ضرورت پوری کرنے کے لئے وہ مصنوعی طور پر کسی چیز کا نام ذکر

کر دیتا ہے، رقم وصول کرنے کے بعد وہ اسے جہاں چاہتا ہے خرچ کر لیتا ہے (اور وہ چیز خریدنا نہیں ہے)۔

ظاہر ہے کہ یہ ایک معنوی اور منطقی معاملہ ہے، اسلامی قوانین کاروں کو اس کے بارے میں بہت غلط رہتا ہے۔ یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ یہ یقین حاصل کریں کہ کلائنٹ واقعی وہ چیز خریدنا چاہتا ہے جس کی بنیاد پر مرادھ ہو رہا ہے، جو با اختیار لوگ مرادھ کی سہولت کی منگوری دیتے ہیں انہیں اس بات کی یقین دہانی ضرور حاصل کرنی چاہئے کہ یہ بات حقیقی بنانے کے لئے کہ معاملہ اصلی ہے تمام اقدامات کرنے چاہئیں۔ مثلاً:

- (۱) بنانے اس کے کہ کلائنٹ کو (وہ چیز خریدنے کے لئے) نقد دے دیتے جائیں، بینک کو چاہئے کہ فراہم کنندہ کو برآمدہ استوائی کر دے۔
- (۲) جہاں نقد کے بارے میں کلائنٹ پر ہی اصرار کرنا ضروری ہو کہ وہ یہ چیز بینک کی طرف سے خریدے تو اسے چاہئے کہ طوائس یا کوئی اور دستہ بندی ثبوت قبول کرے اور کوئی کرے۔

- (۳) جہاں نو پر ذکر کردہ دونوں ملاحظوں کو پورا نہ کیا جاسکے تو مالیاتی ادارے کو چاہئے کہ وہ خریدی ہوئی چیز کی ظاہری پڑاؤ کا انتظام کرے۔

بہر حال اسلامی مالیاتی ادارے کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس بات کو چینی بنائے کہ مرادھ ایک حقیقی اور اصلی معاہدہ ہے جس میں معاہدہ ہوئی ہے اسے سودی قرضے کو پھیلانے کے لئے غلط استعمال نہیں کیا گیا۔

۳۔ بعض مواقع ایسا بھی ہوتا ہے کہ بینک، فراہم کنندہ سے چیز حاصل کرنے سے پہلے ہی کلائنٹ کو بیچ دیتا ہے اس ضمنی کاروبار میں معاملوں میں ہوتا ہے جہاں مرادھ کی تمام دستہ بندی پر ایک ہی وقت دیکھا گئے جاتے ہیں اور

مردہ کے مختلف مراحل کو ذہن میں نہیں رکھا جائے، بعض مالیاتی ادارے مردہ کا صرف ایک ہی معاملہ کرتے ہیں جس پر رقم دینے جانے کے وقت یا بعض صورتوں میں اس سہولت کی منظوری کے وقت احتیاط کئے جاتے ہیں یہ طریقہ مردہ کے بنیادی اصولوں کے بالکل خلاف ہے اس مضمون میں پہلے یہ بیان کیا گیا ہے کہ مردہ کا بندوبست مختلف حصوں کا ایک پیچ ہے جو ہڈی ہڈی اپنے مختلف مراحل میں بدلتے کر آتے ہیں ان مراحل پر مردہ قبول کے تصور پر متکثر کرتے ہوئے مکمل روٹنی زائل چاہیگی ہے مردہ کی اس بنیادی خصوصیت کو مد نظر رکھتے بغیر سارا کام سارا معاملہ سودی قرضے میں تبدیل ہو جاتا ہے بعض اصطلاحات اور نام تبدیل کرنے سے معاملہ شرعاً جائز نہیں ہو جاتا۔

اسلامی بینکوں کے شریعہ ایڈوائسری بورڈز کے نمائندے بینک کے معاملات کو شریعت کے مطابق ہونے کے حوالے سے چیک کریں تو انہیں اس بات کا یقین ضرور حاصل کر لینا چاہئے کہ ان تمام مراحل کا خیال رکھا گیا ہے اور ہر معاملہ اس کے مقررہ وقت پر وجود میں آیا ہے۔

۴۔ سیولٹ (Liquidity) کے بندوبست کے لئے عموماً اشیاء کے ہیں

لاہوائی معاملوں کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے بعض اسلامی بینک محسوس کرتے ہیں کہ یہ معاملہ سے چونکا کاشوں پر مبنی ہوتے ہیں اس لئے ان میں آسانی مراعات کی بنیاد پر داخل ہوا جاسکتا ہے اور یہ بینک اس حقیقت کو نظر انداز کرتے ہوئے اس میدان میں داخل ہو جاتے ہیں کہ اشیاء کے معاملات جیسا کہ بین الاقوامی مارکیٹ میں مروج ہیں وائٹری اصولوں کے مطابق نہیں ہیں اکثر صورتوں میں یہ غیر حتمی معاملہ ہوتے ہیں جن میں کسی چیز کی کوئی پیرورگی نہیں ہوتی پارٹیاں فرق برابر کر کے معاملے کو ختم کر دیتی ہیں بعض صورتوں میں چھپچھپا اشیاء

ملوث ہوتی ہیں لیکن ان کی ضرورت کم ہوتی ہے یعنی مستقبل کی طرف متحول ہو رہا ہے۔
 دوسرا غور حاصل کے بغیر (Short Sale) ہوتی ہے اور یہ دونوں شرائط جاننا
 ہیں، حتیٰ کہ اگر یہ معاملے حاضر سہولت تک بھی محدود نہیں تب بھی یہ
 مردہ کے اسلامی اصولوں کے مطابق ہونے چاہئیں جن میں تمام ان ضروری
 شرطوں کو پورا کیا گیا ہو جو کہ اس کتاب میں بیان کی گئی ہیں۔

۵۔ بعض مالیاتی لوگوں میں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ وہ من اشیاء پر بھی
 مردہ کر لیتے ہیں جو کلائٹ پہلے ہی کسی تیسرے طریق سے خرید چکا ہوتا ہے یہ
 بھی شرعاً درست نہیں ہے، البتہ ایک مرحلہ وہ چیز خود خرید چکا ہے تو وہ دوبارہ اسی
 فراہم کنندہ سے نہیں خریدی جاسکتی۔ اگر اس چیز کو بینک کلائٹ سے خرید کر پھر
 اسے ہی بیچا جاتا ہے تو یہ Buy Back کی تکنیک ہے جو کہ شرعاً جائز نہیں ہے،
 خاص طور پر مردہ میں، درحقیقت اگر کلائٹ پہلے وہ چیز خرید چکا ہے اور وہ کلاڈ
 کے لئے بینک کے پاس آتا ہے تو پھر اس کے بائع کی طرف جو اس کی ذمہ داری
 تھی ہے وہ اس سے عہدہ برآ ہونا چاہتا ہے، یا وہ من کلاڈ کو اور مقاصد کے لئے
 استعمال کرنا چاہتا ہے، دونوں صورتوں میں بینک مردہ کی فیدہ پر اسے قبول
 نہیں دے سکتا، مردہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ وہ چیز کلائٹ نے
 پہلے خریدی ہوئی نہ ہو۔

خلاصہ:

مردہ کے مختلف پہلوؤں پر مباحثہ کے درج ذیل نتائج نکالے
 جاسکتے ہیں جو پورے کے قابل فیدہ اصول ہیں:

۱۔ مردہ اپنی اصل کے عقد سے کوئی طریقہ قبول نہیں ہے، یہ ایک
 منہج ہے جو اصل داکٹ پر اضافے (Cost Plus) کے تصور پر مبنی ہے۔ لیکن

اس میں مزید نوائی کا تصور شامل کر کے اسے صرف ہی صورتوں میں طریقہ قبول کے طور پر استعمال کرنے کا راستہ نکالا گیا ہے جہاں کلائٹ واقعی کوئی چیز خریدنا چاہتا ہے 'اسی لئے نہ تو اسے مثالی طریقہ قبول کے طور پر اختیار کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اسے ہر قسم کی قبول کے لئے عمومی طریقے کے طور پر اختیار کیا جاسکتا ہے 'اسے مثلاً کہ اور مفید ہے ہر جتنی مثالی قبولی نظام کی طرف ایک عمومی قدم کے طور پر اختیار کیا جاسکتا ہے۔ ورنہ اس کا استعمال انہی صورتوں تک محدود رہنا چاہئے جہاں مثلاً کہ اور مفید بہ کام نہیں دیتے۔

۴۔ مرادجو سہولت کی منظوری دیتے وقت منظوری دینے والی انتظامی کو اس بات کا یقین کر لینا چاہئے کہ کلائٹ واقعی اس چیز کو خریدنا چاہتا ہے جس پر مرادجو منعقد ہو گا اسے محض کاغذی کاروائی نہیں بنانا چاہئے جس میں کوئی واقعی نفع نہ ہو۔

۵۔ **Over Head Expenses** 'ہاں کی نوائی یا کلائٹ کے اسے قرضوں کی نوائی کے لئے مرادجو منعقد نہیں ہو سکتا' اسی طرح کرنسی کی خرید و بیع کے لئے بھی مرادجو نہیں ہو سکتا۔

۶۔ مرادجو کے جائز ہونے کے لئے ایک اہم شرط یہ ہے کہ متعلقہ چیز کلائٹ کو مرادجو کی بنیاد پر بیچنے سے پہلے قبولی کار کی ملکیت اور اس کے حوالے مستوی قبضے میں آجائے اور یہاں میں کچھ وقت ایسا ہونا چاہئے جس میں اس چیز کا حوالہ (Review) قبولی کار پر ہو اس چیز کی ملکیت حاصل کے بغیر اور اس کار میں برداشت کے بغیر اگرچہ وہ فکرمزین وقت کے لئے ہو 'یہ معاملہ شریعت کی نظر میں جائز قبول نہیں ہو گا اور اس کے بارے میں حاصل ہونے والا نفع بھی حلال نہیں ہو گا۔

۷۔ مرادجو کرنے کا بہترین طریقہ تو یہ ہے کہ قبولی کار فراہم کنندہ سے '۱۱

چیز برادار دست خرید سے اور اس پر قبضہ کرنے کے بعد اپنے کلائٹ کو مرادھو کی غیبا پر بیچ دے۔ کلائٹ کو وکیل بخاریا تاکہ وہ ترمیمی کار کی طرف سے اس چیز کو خرید لے اور اس کو حلقہ بخاریا ہے۔ اس وجہ سے بعض خریدہ برادار نے اس تحلیف کو مصلوح قرار دے دیا ہے۔ سوائے ان صورتوں کے جہاں برادار دست خریدہ لری ممکن نہ ہو اس لئے جہاں تک ممکن ہو وکالت کے اس تصور سے گریز کرنا چاہئے۔

۶۔ واقعی ضرورت کی صورت میں اگر قبول کار اپنے کلائٹ کو اس چیز کی خریدہ لری کے لئے اپنا وکیل بخاریا ہے تو اس کی مختلف حیثیتوں (یعنی وکیل کی حیثیت اور آخر کار خریدہ لری کی حیثیت) کو ایک دوسرے سے واضح طور پر متبادر رکھنا چاہئے۔ بطور وکیل وہ اس میں ہے جب تک وہ چیز قبول کار کے وکیل کے طور پر اس کے قبضے میں ہو۔ اس کے کسی قصداً کا ذمہ دار نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ کسی کو تباہی یا غرور کا ارتکاب کرے۔ جب بحیثیت وکیل وہ اس چیز کو خرید لے تو وہ قبول کار کو اطلاع کرے کہ بطور وکیل اپنی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے اس نے خریدی ہوئی چیز پر قبضہ کر لیا ہے اور اب وہ قبول کار سے اسے خرید لے کے لئے پیشکش (ایجاب) کرتا ہے جب اس ایجاب کے جواب میں قبول کار اپنی طرف سے قبول ظاہر کر دے گا تو بیع مکمل کھی جائے گی اور اس چیز کا حلیا (Release) بحیثیت خریدہ لری کلائٹ کی طرف منتقل ہو جائے گا اس مرحلے پر یہ کلائٹ دہیون (Debtor) بن جائے گا اور دہیون ہونے کے اثرات بھی مرتب ہوں گے۔ یہ مرادھو قبول کار کے غیبا پر بخاریا ہیں جن کے بغیر مرادھو نہیں کیا جاسکتا۔ مرادھو بطور طریقہ قبول کار کے تصور کی وضاحت کرتے ہوئے بھی ہم وکالت کے معاہدے کے ساتھ مرادھو کے پانچ مراحل بیان کر چکے ہیں ان پانچ مراحل میں سے ہر ہر مرحلے کا اپنی صحیح شکل میں ہونا ضروری ہے جن میں سے کسی کو بھی نظر

انداز کرنے سے چودا بندہ دست ہی شرمنا کا نقل قبول ہو جاتا ہے۔

۷۔ بات چوری احتیاط کے ساتھ نہ نظر رکھنی چاہئے کہ مردوں جیسا معاملہ ^۲ ہے جو سرحد پر واقع ہے اور بیان کردہ طریقہ کار سے معمولی سا بھی بٹنے سے قدم سودی قبولی کے مندرجہ علاقے میں واقع ہو جاتے ہیں اس لئے یہ معاملہ چوری قریب اور احتیاط کے ساتھ کرنا چاہئے اور شریعت کے کسی بھی تقاضے میں کوتاہی نہیں برتنی چاہئے۔

۸۔ نوحد اور غلہ کی بنیاد پر دو ایک ایک قیمتیں جتنا اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ گاہک دو شتوں میں سے کسی ایک کو حصین طور پر منتخب کر لے تب ایک مرتبہ قیمت حصین ہوگی تو نہ تو لوانگی میں تاخیر کی وجہ سے اسے بڑھایا جاسکتا ہے اور نہ ہی جلدی لوانگی کی وجہ سے کسی کی جاسکتی ہے۔

۹۔ یہ بات چینی جانے کے لئے کہ خریدار قیمت بروقت لوار کر دے گا وہ یہ ذمہ داری لے سکتا ہے کہ باراندگی کی صورت میں وہ حصین رقم ایسے غیر اتنی قدر میں بیع کرانے گا جو باہمیاتی لوارے کے ذریعہ انتظام ہو یہ عقد دو سالانہ بیعہ کی بنیاد پر بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ رقم لازمی طور پر خالص غیر اتنی مقاصد کے لئے ہی خرچ ہونی چاہئے اور کسی بھی صورت میں باہمیاتی لوارے کی آہوں کا حصہ نہیں بنی چاہئے۔

۱۰۔ نکل از وقت لوانگی کی صورت میں نکاح کی بھوت کا مطالبہ نہیں کر سکتا تاہم باہمیاتی لوارہ معاہدے میں طہنی شرط کے بغیر اپنی مرضی سے قیمت کا کچھ حصہ صاف کر سکتا ہے۔

اجارہ

”اجارہ“ اسلامی فقہ کی ایک اصطلاح ہے جس کا لغوی معنی ہے کوئی چیز کرائے پر دینا اسلامی فقہ میں ”اجارہ“ کی اصطلاح دو مختلف صورتوں کے لئے استعمال ہوتی ہے پہلی صورت میں اجارے کا معنی ہے کسی شخص کی خدمات حاصل کرنا جس کے ساتھ جسے میں اسے تنخواہ دی جاتی ہے۔ خدمات حاصل کرنے والے کو ”مستاجر“ اور اس ملازم کو ”مجرر“ کہا جاتا ہے۔ لہذا اگر ”کلف“ ”تب“ کو اپنے دفتر میں ملازم تنخواہ کی بنیاد پر منحصر یا فلک رکھا ہے تو ”کلف“ ”مستاجر“ ہے اور ”تب“ ”مجرر“ ہے۔ اسی طرح اگر ”کلف“ کسی قلی (پورٹر) کی خدمات حاصل کرتا ہے تاکہ وہ اس کا سامان ائیر پورٹ تک پہنچائے تو ”کلف“ ”مستاجر“ ہے جبکہ وہ پورٹر ”مجرر“ ہے اور دونوں صورتوں میں فریقین کے درمیان طے پانے والا معاملہ ”اجارہ“ کہلاتا ہے۔ جبکہ اجارے کی اس قسم میں تمام وہ معاملات شامل ہیں جن میں کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی خدمات (Services) حاصل کرتا ہے۔ جس کی خدمات حاصل کی گئی ہیں وہ کوئی ڈاکٹر، قانون دان، معلم، مزدور یا کوئی ایسا شخص ہو سکتا ہے جو ایسی خدمات مہیا کر سکتا ہو جن کی کوئی قیمت لگائی جاسکتی ہو۔ اسلامی فقہ کی اصطلاح کے مطابق جن میں سے ہر شخص کو ”مجرر“ کہا جاسکتا ہے اور جو شخص ان کی خدمات حاصل کرتا ہے اسے ”مستاجر“ کہا جائے گا۔ جبکہ ”مجرر“ کو دی جانے والی تنخواہ ”مجرت“ کہلاتی ہے۔

”اجارہ“ کی دوسری قسم کا تعلق انسانی خدمات کے ساتھ نہیں بلکہ اجازت اور جائیداد کے مباح (حق استعمال) کے ساتھ ہے اس مفہوم میں

"اہلہ" کا معنی ہے "کسی شخص ملک کے چیز کے منافع (Usufructs) کسی دوسرے شخص کو ایسے کرائے کے بدلے میں منتقل کر دینا جس کا اس سے مطالبہ کیا جائے۔" اس صورت میں "اہلہ" کی اصطلاح انگریزی اصطلاح Leasing کے ہم معنی ہو گی "کرایہ پر دینے والا" (Lessor) "سورج" کہلاتا ہے اور "کرایہ پر لینے والے" (Lessee) کو "مستاجر" کہا جاتا ہے "اور سورج کو جو کرایہ دیا جاتا ہے اسے "مہرت" کہتے ہیں۔

اہلہ سے کی دونوں قسموں پر اسلامی فقہی لریچر میں تفصیلی بحث کی گئی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے اپنے قواعد و ضوابط ہیں۔ لیکن اس کتاب کے مقصد کے زیادہ متعلق دوسری قسم ہے "اس لئے کہ اسے عوام سرمایہ کاری یا قبولی کے طریقے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

لیزنگ کے مفہوم میں اہلہ سے کے قواعد فقہ کے قواعد کے کافی مطابہ ہیں "اس لئے کہ دونوں صورتوں میں کوئی چیز دوسرے شخص کو مودعے کے بدلے میں منتقل کی جاتی ہے "فقہ اور اہلہ میں فرق صرف یہ ہے کہ فقہ میں جائیداد بذاتہ خود خریدار کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور اہلہ سے کی صورت میں جائیداد خود منتقل کرنے والے کی ملکیت میں رہتی ہے "صرف اسے استعمال کرنے کا حق مستاجر کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

اس لئے یہ بات آسانی سے ملاحظہ کی جاسکتی ہے کہ اہلہ اپنی اصل کے اعتبار سے کوئی طریقہ قبول نہیں ہے۔ بلکہ یہ فقہ کی طرح ایک معمول کی کاروباری سرگرمی ہے۔ تاہم بعض وجوہات کی بنیاد پر "خاص طور پر اس میں جو ٹیکسوں کی سہولتیں ہیں ان کی وجہ سے مغربی ملکوں میں اسے قبولی کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض مالیاتی لوگوں نے سادہ سودی طریقے و پتے کی بجائے

بعض اشیاء اپنے کاغذ کو لیز پر دیا شروع کر دیں۔ ان اشیاء کا کرایہ تحسین کرتے وقت یہ رہائی ہوئے اس مجموعی لاگت کا بھی حساب لگاتے ہیں جو انہیں ان اثاثوں کی خرید و فروشی کے لئے اٹھانا پڑی ہو اس میں وہ تحسین سود بھی شامل کر لیتے ہیں جو لیز کی مدت میں اس رقم پر وہ حاصل کر سکتے ہیں اس طریقے سے حساب کی ہوئی مجموعی رقم کو لیز (ابداء) کی مدت کے میٹوں پر تقسیم کر لیا جاتا ہے۔ اور اس فیصلہ پر مبنیہ کرایہ تحسین کر لیا جاتا ہے۔

لیز کو شرعاً بطور طریقہ قبولی استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں یہ سوال کسی معالجہ کے شرعاً پر موقوف ہے۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا لیز ایک معمول کا کاروباری عقد ہے۔ طریقہ قبولی نہیں ہے۔ اس لئے لیز پر وہ تمام قواعد لاگو ہوں گے جو شریعت میں ابداء کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔ لہذا ہمیں لیز کے متعلق ان قواعد پر غور کر لینی چاہئے جو اسلامی فقہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ جاننے کے بعد ہم یہ سمجھنے کے قابل ہو سکیں گے کہ کوئی شرعاً کے تحت ابداء کو قبولی کے منہد کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

اگرچہ ”ابداء“ کے اصول اسے زیادہ ہیں کہ ان کے لئے ایک مستقل جلد درکار ہے، ہم اس باب میں صرف ان فیصلہ اصولوں کو مختصر اچان کرنے کی کوشش کریں گے جن کا جاننا اس عقد کی نوعیت کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے اور جن کی صواب و عیب معاشی سرگرمیوں میں ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ یہ اصول یہاں مختصر نوٹس کی شکل میں بیان کئے جا رہے ہیں تاکہ قدرتی انہیں مختصر حوالے کے لئے استعمال کر سکیں۔

لیزنگ (اجارہ) کے بنیادی قواعد :

۱۔ لیزنگ ایک ایسا عقد ہے جس کے ذریعے کسی چیز کا مالک طے شدہ مدت کے لئے طے شدہ معاوضے کے بدلے میں اس چیز کے استعمال کا حق کسی اور شخص کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔

۲۔ لیز ایسی چیز کا ہو سکتا ہے جس کا کوئی ایسا استعمال ہو جس کی کوئی قدر و قیمت نہ ہو لہذا جس چیز کا کوئی استعمال نہ ہو وہ لیز پر نہیں دی جاسکتی۔

۳۔ لیز کے صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ لیز پر دی گئی چیز کی ملکیت طاجر (Lessor) ہی کے پاس رہے اور مستاجر (Lessee) کو صرف حق استعمال منتقل ہو لہذا ہر ایسی چیز جسے صرف کے بغیر (یعنی قسم کے بغیر یا اپنے پاس سے نکالے بغیر) استعمال نہیں کیا جاسکتا ان کی لیز بھی نہیں ہو سکتی اس لئے مقدار قسم کھانے پینے کی اشیاء، ایندھن اور کولر پادوں وغیرہ کی لیز ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ انہیں خرچ کے بغیر ان کا استعمال ممکن نہیں ہے۔ اگر اس نوعیت کی کوئی چیز لیز پر دے دی گئی ہے تو اسے ایک قرض سمجھا جائے گا اور قرض کے سارے احکام اس پر لاگو ہوں گے۔ اس غیر صحیح لیز پر دی گئی کرایہ لیا جائے گا اور قرض پر لیا جائے والا سود ہوگا۔

۴۔ لیز پر دی گئی جائیداد بذات خود چونکہ سویر (Lessor) کی ملکیت میں ہے اس لئے ملکیت کی وجہ سے پیدا ہونے والی ذمہ داریوں کو بھی وہ طود ہی اٹھائے گا لیکن اس کے استعمال کے متعلق ذمہ داریوں کو مستاجر (Lessee) اٹھائے گا۔ مثال: "مفت تیلے اچا گھر" کو کرایہ پر دیا طود اس جائیداد کی طرف منسوب ٹیکس "مفت" کے لئے ہوں گے جبکہ پانی کا ٹیکس "بھلی" کے ٹیل اور مکان کے

استعمال کے حوالے سے دیگر اثرات "ب" یعنی مستاجر پر ہوں گے۔

۵۔ لیز کی مدت کا تعین واضح طور پر ہو جانا چاہئے۔

۶۔ لیز کے معاہدے میں لیز کا جو مقصد متعین ہوا ہے مستاجر (Lessee) اس اثاثے کو اس کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے استعمال نہیں کر سکتا۔ اگر معاہدے میں کوئی مقصد طے نہیں ہوا تو مستاجر اسے ان مقاصد کے لئے استعمال کر سکتا ہے جن کے لئے عام حالات میں اسے استعمال کیا جاتا ہے، اگر وہ اسے غیر معمولی مقصد کے لئے استعمال کرنا چاہتا ہے (جس کے لئے عموماً وہ چیز استعمال نہیں ہوتی) تو ایسا وہ سوجر (مالک) کی سرِ تاجہلات کے بغیر نہیں کر سکتا۔

۷۔ مستاجر کی طرف سے اس چیز کے غلط استعمال یا غفلت اور کٹاوتی کی وجہ سے ہر نقصان ہو وہ اس کا معاوضہ دینے کا ذمہ دار ہے۔

۸۔ لین دین کی گئی چیز لیز کی مدت کے دور میں سوجر (Lessor) کے خیال (Risk) میں رہے گی، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی سبب سے نقصان ہو جائے جو مستاجر (Lessee) کے اختیار سے باہر ہو تو یہ نقصان سوجر (مالک) برداشت کرے گا۔

۹۔ جو جائیداد یا زیادہ شخصوں کی مشترکہ ملکیت میں ہو وہ بھی لیز پر دی جاسکتی ہے اور کرایہ مالکان کے درمیان ملکیت میں ان کے حصے کے تناسب سے تقسیم ہوگا۔

۱۰۔ جو شخص کسی جائیداد کی ملکیت میں شریک ہو وہ اپنا تناسب حصہ اپنے شریک ہی کو کرانے پر دے سکتا ہے کسی اور شخص کو نہیں (۱)

۱۱۔ لیز کے ختم ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ لیز پر دی جانے والی چیز

فریقین کے لئے ابھی طرح قصیں ہوتی چاہئے۔

مثال: "کلف" "ب" سے کتا ہے کہ میں قصیں اپنی دو دوکانوں میں سے ایک کرایہ پر دیتا ہوں۔ "ب" بھی اس سے اتفاق کر لیتا ہے تو یہ اجراء باطل ہو گا کیونکہ دونوں دوکانوں میں سے ایک کی قصیں اور شالیت ہو جائے۔

کرائے کا قصین:

ا۔ یز کی پوری مدت کے لئے کرائے کا قصین عقد کے وقت ہی ہو چاہئے۔

یہ بھی جائز ہے کہ یز کی مدت کے مختلف مراحل کے لئے کرایہ کی مختلف مقداریں طے کر لی جائیں لیکن شرط یہ ہے کہ ہر مرحلے کے کرائے کی مقدار کا پوری طرح قصین یز کے ردہ عمل آتے ہی ہو چاہئے۔ اگر بعد میں آنے والے کسی مرحلے کا کرایہ طے نہیں کیا گیا یا اسے موجر کی مرضی پر بھونچ دیا گیا تو یہ اجراء صحیح نہیں ہو گا۔

مثال نمبر ۱: "کلف" اپنا گھر پانچ سال کی مدت کے لئے "ب" کو کرائے پر دیتا ہے پہلے سال کا کرایہ دو ہزار ماہد مقرر کیا گیا ہے اور یہ بھی طے پا گیا ہے کہ ہر اگلے سال کا کرایہ پچھلے سال سے دس فیصد زیادہ ہو گا تو یہ اجراء (Valid) صحیح ہے۔

مثال نمبر ۲: مذکورہ مثال میں "کلف" "معاہدے" میں شرط لگاتا ہے کہ دو ہزار ماہد کرایہ صرف ایک سال کے لئے مقرر کیا گیا ہے اگلے سالوں کا کرایہ بعد میں موجر کی مرضی سے طے ہو گا تو یہ اجراء باطل ہے اس لئے کہ کرایہ غیر قصین ہے۔

کرائے کا قعین اس مجموعی لاگت کی بنیاد پر کرنا جو سوچ کو اس چیز کی خریداری پر پڑی ہے جیسا کہ عموماً تسلیی اجارہ (Financial Lease) میں ہوتا ہے یہ بھی شریعت کے اصولوں کے خلاف نہیں ہے بشرطیکہ اجارہ مجھ کی دوسری شری شرائط پر مکمل طور پر عمل کیا جائے۔

۱۴۔ موجر (Lessor) بیکطرفہ طور پر کرائے میں اضافہ نہیں کر سکتا اور اس طرح کی شرائط رکھنے والا معاہدہ بھی صحیح نہیں ہوگا۔

۱۵۔ مستاجر (Lessee) کو کرائے پر دیا گیا اثاثہ سپرد کرنے سے پہلے کر لیا یا اس کا کچھ حصہ خطائی بھی قابل ادا قرار دیا جاسکتا ہے لیکن موجر اس طرح سے جو رقم حاصل کرے گا وہ علی الحساب (On Account) ادائیگی کی بنیاد پر ہوگی اور کرائے کے واجب الادا ہونے کے بعد اسے اس میں ایڈجسٹ کر لیا جائے گا۔

۱۶۔ اجارے کی مدت اس سہ رخ سے شروع ہوگی جبکہ اجارے پر دیا گیا اثاثہ مستاجر کے سپرد کر دیا جائے گا ہے وہ اسے استعمال کرنا شروع کرے یا نہ کرے۔

۱۷۔ اگر اجارے پر دی گئی چیز اپنا حلقہ کام کھائی نہیں ہے جس کے لئے وہ چیز کرائے پر دی گئی تھی اور اس کی مرمت بھی ممکن نہیں ہے تو اجارہ اس سہ رخ سے ختم ہو جائے گا جس سہ رخ کو اس طرح کا نقصان ہوا ہے۔ تاہم اگر یہ نقصان مستاجر کے غلط استعمال یا اس کی غفلت کی وجہ سے ہوا ہے تو وہ موجر کو قیمت میں واقع ہونے والی کمی کی ادائیگی کا ذمہ دار ہوگا یعنی یہ دیکھا جائے گا کہ نقصان سے پہلے اس کی قیمت کیا تھی اور اب نقصان کے بعد کیا ہے۔

اچارہ بطور طرحہ تمویل:

مراہو کی طرح اہدہ (Lease) بھی اپنی اصل کے اہدہ سے طرحہ تمویل نہیں ہے بلکہ یہ ایک سادہ معاہدہ ہے جس کا مقصد کسی چیز کے استعمال کا حق ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف طے شدہ مدت کے بدلے میں منتقل کرنا ہے۔ تاہم بعض مالیاتی لوگوں نے سودی فیڈرل ورکس ایجنسی کی بجائے لیز کو بطور طرحہ تمویل استعمال کرنا شروع کر دیا ہے اس طرح کی لیز کو عموماً تمویلی اہدہ (Financial Lease) کہا جاتا ہے جو کہ عملی اہدہ (Operational Lease) سے مختلف ہے اور اس میں (یعنی نقل لیز میں) عملی اچارہ کی بہت سی خصوصیات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

ماضی قریب میں جب غیر سودی مالیاتی لوگوں نے قائم ہوئے تو انہوں نے محسوس کیا کہ لیز پوری دنیا میں تسلیم شدہ طرحہ تمویل ہے دوسری طرف انہوں نے یہ حقیقت بھی محسوس کی کہ لیز شرعاً ایک جائز عقد ہے اور اسے غیر سودی طرحہ تمویل کے طور پر اختیار کیا جاسکتا ہے اس لئے اسلامی مالیاتی لوگوں نے لیز کو اختیار کرنا شروع کر دیا لیکن ان میں سے بہت کم نے اس حقیقت کی طرف توجہ دی کہ تمویلی اچارہ (Financial Lease) میں بہت سی ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو عملاً اہدہ کی بجائے سود کے زیادہ مشابہ ہیں لیکن وہ ہے کہ انہوں نے بغیر کسی تبدیلی کے لیز کے معاہدے کے اخفی بلائو کو استعمال کرنا شروع کر دیا جو روایتی مالیاتی لوگوں میں مستعمل تھے حالانکہ ان کی بہت سی شقیں شریعت کے مطابق نہیں تھیں۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے لیز اپنی اصل کے اہدہ سے طرحہ تمویل

نہیں ہے۔ تاہم چند مستحقین شرائط کے ساتھ اس مفہوم کو قبول کرنے کے لئے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس مفہوم کے لئے اتنا کافی نہیں ہے کہ سود (Interest) کی بجگہ کرایہ (Rent) کا نام رکھ دیا جائے اور رہن (Mortgage) کی بجگہ لیز پر دینے کے اسٹے کا نام 'بجگہ لیز' رکھ دیا جائے اور سودی قرضے میں 'اصلی فرق' ہونا چاہئے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ لیز کے تمام اسٹیٹ اصولوں کی پیروی کی جائے۔ جن میں سے کچھ کا بیان اس باب کے ابتدائی حصے میں ہو چکا ہے۔

مزید وضاحت کے لئے ذیل میں اس وقت جاری قانونی اہدہ (Finan-

cial Lease) اور قرضہ جائزہ عملی لیز میں چند فیرواری فرق لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ بیع کے برعکس اہدہ مستقبل کی کسی چیز سے بھی ہائز العمل ہو سکتا ہے۔ دالہ افادہ ذیل تو قرضہ جائزہ ہے لیکن مستقبل کی کسی چیز کی طرف منسوب اہدہ جائزہ ہے اس شرط کے ساتھ کہ کرایہ اس وقت واجب الادا ہوگا جبکہ اہدہ پر دیا گیا اسٹے مستاجر (Lessee) کے سپرد کر دیا جائے۔

قانونی اہدہ کی بہت سی صورتوں میں سوجر یعنی مالیاتی طور پر اس اسٹے کو خود مستاجر (Lessee) کے ذریعے خریدنا ہے 'مستاجر وہ چیز سوجر کی طرف سے خریدتا ہے اور اس کی قیمت فراہم کنندہ (Supplier) کو ادا کرتا ہے'۔ کبھی تو یہ قیمت برعکس راست اسے ادا کر دیتا ہے اور کبھی مستاجر کے ذریعے ہے۔ لیز کے بعض معاہدوں میں لیز اسی دن سے شروع ہو جاتی ہے جس دن سوجر قیمت ادا کر دیتا ہے قطع نظر اس سے کہ مستاجر نے وہ قیمت فراہم کنندہ کو ادا کر دی ہے اور اس چیز پر قبضہ حاصل کر لیا ہے یا نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مستاجر کے اہدہ پر لی جائے

والی چیز پر قبضہ کرنے سے پہلے ہی اس پر کرایہ کی ذمہ داری شروع ہو جاتی ہے۔ یہ شرعاً جائز نہیں ہے اس لئے کہ یہ کماکت کو دی جانے والی رقم پر کرایہ لینے کے حروف ہے جو کہ سود اور خالص سود ہے۔

شرعاً صحیح طریقہ یہ ہے کہ کرایہ اس جہز سے لیا جائے جس دن سے مستاجر نے اجارہ واسلے اجائے پر قبضہ کیا ہے اس جہز سے نہیں جس کو قبضہ کی دوائیگی کی گئی ہے اگر فراہم کنندہ رقم وصول کرنے کے بعد اس جہز کی سپردگی میں تاخیر کر دیتا ہے تو مستاجر تاخیر کی اس مدت کے کرایے کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

فریقین میں مختلف تعلقات:

یہ بات واضح طور پر سمجھ لی جانی چاہئے کہ جب اجارہ پر دی جانے والی چیز کی خریداری کا کام خود مستاجر کو سونپا جائے تو یہاں پر مالیاتی طور سے اور کماکت کے دو مہان دو مختلف تعلق ہوں گے جو کہ یکے بعد دیگرے دو بہ عمل آئیں گے۔ پہلے مرحلے میں کماکت اس اجائے کی خریداری کے لئے مالیاتی طور سے کاؤ کیل ہے۔ اس مرحلے پر فریقین کے درمیان تعلق وکیل اور موکل سے پیدا نہیں ہے۔ سوچو اور مستاجر ہونے کا تعلق ابھی عمل میں نہیں آیا۔

دوسرا مرحلہ اس جہز سے شروع ہوگا جبکہ کماکت فراہم کنندہ سے اس چیز کا قبضہ حاصل کرنے کے اس مرحلے پر سوچو اور مستاجر کا تعلق ابھار کر دار ہوا کرنا شروع کر دے گا۔

فریقین کی ان دو مختلف جھڑپوں کو آپس میں حلقہ ربط نہیں کرنا چاہئے۔ پہلے مرحلے کے دوران کماکت پر مستاجر کی ذمہ داریاں قائم نہیں ہوں گی اس مرحلے پر وہ صرف ایک وکیل کی ذمہ داریاں ادا کرنے کا ذمہ دار ہے۔ طبیعت جب

اس امانت کا قبضہ اسے دے دیا گیا تو وہ بطور مستاجر اپنی دوسرے داریوں کا پابند ہے۔
 تاہم یہاں مرد کو یوزگ میں ایک فرق ہے 'جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا
 تھا۔ اس وقت ہو سکتی ہے جبکہ کلائٹ فراہم کنندہ سے اس چیز پر قبضہ حاصل
 کرے اور مرد کو کا ساتھ ساتھ قبضہ کے ہائڈرولیکس ہونے کے لئے کافی نہیں ہے۔
 لہذا بطور مکمل اس امانت پر قبضہ کرنے کے بعد کلائٹ اس بات کا پابند ہے کہ وہ
 مالیت کو اس سے مطلع کرے اور اس کی خرید و فروشی کے لئے اس کا
 (Owner) کرے اس وقت متفقہ ہو گی جبکہ مالیت کو اس امانت کو قبول کر
 لے گا۔

یوزگ میں طریقہ کار اس سے مختلف اور ذرا مختصر ہے 'یہاں فریجین کو
 قبضہ کرنے کے بعد اہدہ کا عقد کرنے کی ضرورت نہیں ہے 'اگر کلائٹ کو اپنا
 وکیل ملے وقت مالیت کو اس نے قبضے کی تاریخ سے یہ اہدہ شروع ہونے سے
 اطلاق کر لیا تھا تو اس تاریخ سے اہدہ بطور شروع ہو جائے گا۔

مرد کو اور اہدہ میں اس فرق کی دروجہ ہیں:

پہلی وجہ یہ ہے کہ قبضہ کے صحیح ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ فوری
 طور پر ہائڈرولیکس ہو لہذا مستقبل کی کسی تاریخ کی طرف منسوب قبضہ صحیح نہیں
 ہوتا 'انہیں اہدہ مستقبل کی کسی تاریخ کی طرف بھی منسوب ہو سکتا ہے 'لہذا
 مرد کو کی صورت میں ساتھ ساتھ کافی نہیں ہے 'جبکہ یوزگ میں یہ بالکل کافی

ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ شریعت کا فیصلہ اصول یہ ہے کہ کوئی شخص ایسی
 چیز کا قبضہ نہیں حاصل نہیں کر سکتا جس کا قبضہ (دستک) اس نے برداشت نہ کیا

اس اصول کو مرنسو پر مطلق کریں تو بالغ ایسی چیز پر تلخ نہیں لے سکتا جو ایک لمبے کے لئے بھی اس کے خنان (دسک) میں نہ آئی ہو اس لئے کھانٹ اور مالیاتی طور سے کے درمیان صحیح منقطع ہونے کے لئے سبب متبادل سے ہی کو کافی قرار دے دیا جائے تو یہ اچھا اسی وقت کھانٹ کی طرف منتقل ہو جائے گا جب وہ اس پر قبضہ کرے گا اور وہ اچھا ایک لمبے کے لئے بھی بالغ کے دسک میں نہیں آئے گا یہی وجہ ہے کہ مرنسو میں ایک وقت منتقل ممکن نہیں ہے اس لئے اس میں قبضے کے بعد نئے ایجاب و قبول کا ہونا ضروری ہے۔

لیزنگ کی صورت میں لیزنگ کی چوری مدت کے دوران = اچھا سوجر (Leasehold) کی ملکیت اور اس کے خنان میں رہتا ہے اس لئے کہ اس میں ملکیت تبدیل نہیں ہوتی لہذا اگر لیزنگ کی مدت بالکل اسی وقت سے شروع ہو جاتی ہے جبکہ کھانٹ نے قبضہ کیا ہے تو اس میں بھی مذکورہ بالا اصول کی مخالفت نہیں ہے۔

ملکیت کی وجہ سے ہونے والے اخراجات:

۳۔ چونکہ سوجر اس اجلے کا ملک ہے اور اس نے اسے اپنے وکیل کے ذریعے خریدا ہے اس لئے اس کی خریداری اور اس ملک میں در آمد پر ہونے والے اخراجات کی ترانگی کا بھی وہی ذمہ دار ہے لہذا اس قسم کی ترانگی اور مالی بردباری وغیرہ کے اخراجات اسی کے ذمے ہیں وہ ان اخراجات کو لاگت میں شامل کر کے کرانے کے قصص میں انہیں مد نظر رکھ سکتا ہے لیکن اصولی طور پر ملک ہونے کی وجہ سے وہ ان تمام اخراجات کو برداشت کرنے کا ذمہ دار ہے ہر ایسا متبادل جو اس کے خلاف ہو جیسا کہ روایتی یا فصل لیز میں ہوتا ہے قرینیت کے موافق نہیں ہے۔

تقصان کی صورت میں فریقین کی ذمہ داری:

جیسا کہ لیزنگ کے بنیادی قواعد میں پہلے بیان کیا گیا ہے کہ مستاجر (Lessee) ہر ایسے نقصان کا ذمہ دار ہے جو اس کے غلط استعمال یا غفلت کی وجہ سے لاحق ہو، اسے معمول کے استعمال کی وجہ سے ہونے والی خرابیوں کا بھی ذمہ دار ٹھہرایا جاسکتا ہے، لیکن اسے اس نقصان کا ذمہ دار قرار نہیں دیا جاسکتا جو اس کے اختیار سے باہر ہو، روایتی مالی اجارہ (Financial Lease) میں عموماً ان دو قسموں کے قصاصات میں فرق نہیں کیا جاتا، اسلامی اصولوں پر مبنی لیز میں دونوں قسم کی صورت حال میں الگ الگ معاملہ کرنا چاہئے۔

طویل المیعاد لیز میں قابلِ تغیر کرایہ:

۵۔ لیز کے طویل المیعاد معاہدوں میں عموماً موجر (Lessor) کے لئے عموماً یہ قاعدہ مندر نہیں ہوتا کہ وہ لیز کی پوری کی پوری مدت کے لئے کرایے کی ایک شرح مقرر کر لے، اس لئے کہ بدکثرت کی صورت حال، قافو کا ہفتی رفتی ہے، اس صورت میں موجر کے پاس وہ اختیار ہیں۔

(الف) وہ لیز کا معاہدہ اس شرط کے ساتھ کر سکتا ہے کہ خاص مدت کے بعد (مثلاً ایک سال کے بعد) کرایہ خاص نسبت سے (مثلاً پانچ فیصد) بڑھا دیا جائے گا۔
(ب) وہ ایک مختصر مدت کے لئے لیز کا معاہدہ کر لے، اس کے بعد فریقین باہمی رضامندی سے نئی شرط پر لیز کی تجدید کر سکتے ہیں، اس صورت میں فریقین میں سے ہر ایک کو یہ ہو گا کہ وہ تجدید سے انکار کر دے، اس صورت میں مستاجر (Lessee) پر لازم ہو گا کہ وہ لیز پر ہی مکی چیز خارج کر کے موجر (Lessor) کو لوٹا دے۔

یہ دو اختیار تو قدیم فقہی قواعد کی بنیاد پر ہیں، بعض معاصر علماء طویل الیہد لیز میں اس بات کی بھی اجازت دیتے ہیں کہ کرایے کی مقدار کو ایسے قابل تکثیر معیار (Benchmark) کے ساتھ منسلک کیا جاسکتا ہے جو اچھی طرح معلوم ہو اور اس کی اچھی طرح وضاحت کر دی گئی ہو اور اس میں جھگڑے کا کوئی امکان باقی نہ رہا ہو۔ مثلاً ان علماء کے نزدیک لیز کے معاہدے میں یہ شرط لگانا جائز ہے کہ اگر حکومت کی طرف سے سویرہ پر لگائے گئے ٹیکس میں اضافہ ہو گا تو کرایہ میں بھی اسی حساب سے اضافہ کر دیا جائے گا، اس طرح یہ علماء اس بات کی بھی اجازت دیتے ہیں کہ کرائے میں سالانہ اضافے کو افراط زر کی شرح کے ساتھ منسلک کر دیا جائے لہذا اگر افراط زر کی شرح پانچ فیصد ہے تو کرایہ بھی پانچ فیصد بڑھ جائے گا۔

اسی اصول کی بنیاد پر بعض اسلامی بانک مردہ شرح سود کو کرائے کی تقسیم کے لئے بطور معیار استعمال کرتے ہیں۔ یہ بانک لیزنگ کے ذریعے اتنا ہی منفع حاصل کرنا چاہتے ہیں جتنا روایتی بانک سودی قرضے دے کر حاصل کرتے ہیں، اس لئے وہ کرایوں کی شرح سود سے منسلک کر لیتے ہیں اور کرائے کی ایک حصہ میں مقدار طے کرنے کی بجائے وہ لیز پر دے جانے والے اضافے کی خریداری کی لاگت کا حساب لگاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے کرائے کے ذریعے اتنی رقم حاصل کر لیں جو سود کی شرح کے برابر ہو، اس لئے معاہدے میں یہ شرط ہوتی ہے کہ کرایہ شرح سود کے برابر ہو گا یا شرح سود سے کچھ زیادہ، چونکہ سود کی شرح بدلتی رہتی ہے اس لئے لیز کی چوری مدت کے لئے اس کا تقسیم نہیں کیا جاسکتا، اسی لئے ان معاہدوں میں کسی خاص ملک کی شرح سود کو بطور معیار استعمال کیا جاتا

ہے۔ مثلاً (Libor) کو (1)۔

اس انتظام پر دو بنیادوں پر اعتراض کیا گیا ہے۔

پہلا اعتراض یہ اٹھایا گیا ہے کہ کرائے کی ہوائی کو شرح سود کے ساتھ منسلک کرنے سے یہ معاملہ سودی قبول کی طرح ہی ہو گیا ہے اس اعتراض کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ جیسا کہ مردہ میں تفصیلی بحث سے ثابت کیا گیا ہے کہ شرح سود کو تو صرف مفید کے طور پر استعمال کیا گیا ہے اب تک منجھ اہدہ کے لئے شرعا مطلوب شرائط کو پورا کیا جاتا ہے تو معاملہ سے میں کرائے کی قسمیں کے لئے کسی بھی مفید کو استعمال کیا جاسکتا ہے سودی قبول اور منجھ اہدہ (Lease) میں فرق اس مقدار میں منظر نہیں ہے جو قبول کار یا سورج (Lessor) کو ہوائی جانے کی بلکہ بنیادی فرق یہ ہے کہ لیز کی صورت میں لیز پر دینے والا لیز پر دی گئی چیز کا مکمل خطرات (Risk) برداشت کرتا ہے اگر لیز پر دیا ہو اس لیز کی مدت میں وہ ہو جاتا ہے تو سورج (Lessor) یہ نقصان برداشت کرے گا اسی طرح اگر مستاجر کے لئے استعمال یا اس کی فطرت و کوئی بھی کے بغیر اس اثاثے کے منافع ضائع ہو جاتے ہیں (یعنی وہ اس مقصد کے لئے قابل استعمال نہیں رہتا جس مقصد کے لئے اسے کرائے پر لیا گیا تھا) تو سورج (Lessor) کرائے کا مطالبہ نہیں کر سکتا جبکہ سودی قبول میں قبول کار (Financier) ہر حالت میں سود کا مستحق سمجھا جاتا ہے اگرچہ قرض لینے والے نے قرض کے طور پر لی گئی رقم سے کوئی بھی فائدہ نہ اٹھایا ہو جب تک اس بنیادی فرق کا لحاظ رکھا گیا ہے (یعنی

(1) London inter - bank offered rate

اس کی نگاہ سے اس کے باب میں گورنگی ہے۔ (حرم)

سود گیز والے اجائے کار تک برداشت کرتا ہے) تو اس معاہدے کو سودی معاہدے کے خانے میں نہیں رکھا جاسکتا اگرچہ مستاجر سے لی جانے والی کرائے کی رقم شرح سود کے برابر ہو۔

لہذا یہ بات واضح ہے کہ شرح سود کو محض بچانے کے طور پر استعمال کرنے سے یہ معاہدہ سودی قرضے کی طرح ناجائز نہیں ہو جاتا اگرچہ بہتر یہ تھا ہے کہ سود کو بطور بچانہ استعمال کرنے سے بھی گریز کیا جائے تاکہ ایک اسلامی معاہدہ غیر اسلامی معاہدے سے بالکل ممتاز ہو اور سود کی کسی قدر مطابقت نہ پائی جائے۔

اس انتظام پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ چونکہ شرح سود میں ہونے والی تبدیلی پہلے سے معلوم نہیں ہوتی اس لئے جو کرایہ اس سے منسلک ہو گا اس میں بھی جماعت اور فرد ہو گا جو کہ شرعاً ناجائز ہے۔ یہ شریعت کے بنیادی تقاضوں میں سے ہے کہ کسی عقد میں داخل ہوتے وقت فریقین کو معاوضہ معلوم ہونا چاہئے۔ یہ معاوضہ لیز کے معاہدے میں وہ کرایہ ہے جو مستاجر (Lessee) سے لیا جاتا ہے۔ لہذا لیز کے معاہدے کے بالکل آغاز میں ہی یہ کرایہ فریقین کو معلوم ہونا چاہئے اگر ہم کرائے کو مستقبل کی شرح سود کے ساتھ منسلک کر دیں جو کہ اس وقت غیر معلوم ہے تو کرایہ بھی غیر معلوم ہو جائے گا۔ یہ جماعت یا فرد ہے جس کی وجہ سے عقد صحیح نہیں رہتا۔

اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ جماعت اور فرد سے معلوم ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ جماعت فریقین میں تجدد کا باعث بن سکتی ہے۔ اس وجہ کا اطلاقی یہاں پر نہیں ہوتا اس لئے کہ یہاں فریقین باہمی رضامندی سے ایک ایسے انجمنی طریقہ واضح بیان سے متفق ہو گئے ہیں جو کرائے کی قیمتیں کے لئے معیار کا کام دے گا اور اس کی بنیاد پر جو کرایہ بھی متعین کیا جائے گا

وہ فریقین کے لئے قابل قبول ہو گا اس لئے فریقین میں تنازعہ کا کوئی سوال پیدا نہیں ہو گا۔

جہالت (کرائے کا معطوم نہ ہونا) کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے فریقین کو غیر متوقع نقصان سے متاثر ہونے کا خدشہ لاحق رہے گا یہ ممکن ہے کہ کسی خاص عرصے میں شرح سود غیر متوقع طور پر بہت زیادہ بڑھ جائے اس صورت میں متاثر کو نقصان ہو گا اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ کسی خاص عرصے میں شرح سود غیر متوقع حد تک کم ہو جائے اس صورت میں موجر کا نقصان ہو گا ان ممکنہ صورتوں میں ہونے والے نقصان کے خطرے سے ٹپکنے کے لئے بعض معاہدہ طاء نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ کرایہ اور شرح سود میں رہا اور قسطل کو خاص حد تک محدود کر دیا جائے۔ مثال کے طور پر معاہدے میں یہ شرط رکھی جاسکتی ہے کہ خاص مدت کے بعد کرائے کی مقدار شرح سود میں ہونے والی تبدیلی کے مطابق تبدیل ہو جائے گی لیکن یہ اضافہ کسی بھی صورت میں پندرہ فیصد سے زائد اور پانچ فیصد سے کم نہیں ہو گا اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر شرح سود میں اضافہ پندرہ فیصد سے زائد ہو گا ہے تو کرایہ پندرہ فیصد تک ہی بڑھے گا اس کے برعکس اگر شرح سود میں کمی پانچ فیصد سے زائد ہو جاتی ہے تو کرایہ میں کمی پانچ فیصد سے زائد نہیں ہوگی۔

ہدایہ دہانے میں یہ ایک مستقل نقطہ نظر ہے جس میں مسئلے کے تمام پہلوؤں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

کرایہ کی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے جرمانہ:

یہ نقش یز کے بعض معاہدوں میں کرائے کی ادائیگی میں تاخیر کی

صورتح میں مستاجر پر جرمانہ مقرر کیا جاتا ہے "اس جرمانے سے اگر موجر کی آمدن میں اضافہ ہو گا تو یہ خرچہ چاہا نہیں ہے، نہ یہ ہے کہ کرایہ حب واجب اللہ ہو گیا تو یہ مستاجر کے ذمے ایک دین ہے اور اس پر دین (Debt) کے تمام اصول و احکام لاگو ہوں گے۔" دین ہے دین کی لوائی میں تاخیر کی وجہ سے جرمانہ رقم وصول کرنا میں رہا ہے جس سے قرآن کریم نے منع کیا ہے "لہذا اگر مستاجر کرائے کی لوائی میں تاخیر بھی کر دے تب بھی موجر اس سے اضافی رقم کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ اس معاملت سے لاپرواہانہ اٹھانے کی وجہ سے ہونے والے نقصانات سے بچنے کے لئے ایک اور قبول کی مددی جاسکتی ہے وہ یہ کہ مستاجر سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ یہ عہد کرے کہ اگر وہ مقررہ خرچہ پر کرایہ لوا کرنے سے قاصر رہا تو وہ حقیقتہً رقم خیرات کے طور پر دے گا اس مقصد کے لئے قبول کار / موجر ایک خیراتی فنڈ قائم کر سکتا ہے جہاں اس طرح کی رقم جمع کرائی جائیں اور انہیں خیراتی مقاصد کے لئے خرچ کیا جائے۔ جن میں حاجت مند لوگوں کو غیر سودی قرضے جاری کرنا بھی شامل ہے۔ خیراتی مقاصد کے لئے دی جانے والی یہ رقم تاخیر کی مدت کے حساب سے مختلف بھی ہو سکتی ہے اور اس کا حساب سالانہ فیصد کی بنیاد پر بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس مقصد کے لئے لیز کے معاہدے میں درج ذیل شق شامل کیا جاسکتی ہے:

"مستاجر (Lessee) بذریعہ ہذا یہ عہد کرتا ہے کہ اگر وہ مقررہ خرچہ تک کرایہ لوا کرنے سے قاصر رہا تو وہ..... فیصد سالانہ کے حساب سے رقم ایسے خیراتی فنڈ میں جمع کرائے گا جو موجر (Lessor) کے زیر انتظام ہو گا اور جسے صرف موجر ہی شریعت کے مطابق خیراتی کاموں کے لئے استعمال

کرے گا اور یہ عقد کسی بھی صورت میں سوجر کی آمدن کا حصہ نہیں ہوگا۔

اس انتظام سے اگرچہ سوجر کو متوقع منافع (Opportunity Cost) کا لحاظ نہیں ملے گا لیکن یہ مستاجر کی طرف سے بروقت توانائی کے سلسلے میں (آخر سے) مضبوط رکاوٹ کا کام ضرور دے گا۔

مستاجر کی طرف سے اس طرح کی آمد واری لینے کے علاوہ سوجر کے لئے اپنے نفع کی خاطر کسی قسم کی تنویض یا جرمانے کے عدم رجوع پر مردہ کے باب میں تفصیلی بحث ہو چکی ہے جسے وہاں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

لیز کو ختم کرنا:

۱۔ اگر مستاجر معاہدے کی کسی شرط کی خلاف ورزی کرے تو سوجر کو حق حاصل ہے کہ وہ لیز کو یکطرفہ طور پر ختم کر دے، البتہ اگر مستاجر کی طرف سے کسی شرط کی خلاف ورزی نہیں ہوئی تو لیز کو باہمی رضامندی کے بغیر ختم نہیں کیا جاسکتا۔ تاہم لیز کے بعض معاہدوں میں یہ ملاحظہ کیا گیا ہے کہ سوجر کو جب وہ چاہے اپنی یکطرفہ مرضی اور فیصلے سے لیز ختم کرنے کا غیر محدود اختیار دے دیا جاتا ہے نہ شریعت کے اصولوں کے خلاف ہے۔

۲۔ تاہم لیز کے بعض معاہدوں میں یہ بات بھی شامل ہوتی ہے کہ لیز کے خاتمے کی صورت میں لیز کی باقی ماندہ مدت کا کرایہ بھی مستاجر پر واجب الادا ہوگا اگرچہ لیز کا خاتمہ سوجر کی مرضی سے ہوا ہو۔

یہ شرط ظاہر ہے کہ شریعت اور عدل و انصاف کے خلاف ہے اس شرط کو شامل کرنے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ معاہدے کے پیچھے بنیادی تصور سودی

قرضے ہی کا یہ ہے جو لیز کے خابری لہد سے میں دیا جاتا ہے۔ یہ بھی وجہ ہے کہ لیز کے مطالبے کے منتقلی نتائج سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے۔

یہ فطری بات ہے کہ اس طرح کی شرائط کا کافی قبول نہیں ہو سکتا۔ لیز کے خاتمے کا منتقلی نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ موجر اپنی چیز واپس لے لے۔ مستاجر سے یہ مطالبہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ لیز کے خاتمے کی تاریخ تک کا کرایہ لدا کرے۔ اگر لیز کا خاتمہ مستاجر کے لفظ استعمال یا کسی کو کسی کی وجہ سے ہوا ہے تو اس کے لفظ استعمال یا کو کسی کی وجہ سے ہونے والے نقصان کا معاوضہ بھی موجر طلب کر سکتا ہے۔ لیکن اسے باقی ماندہ مدت کے کرائے کی ادائیگی پر آمادہ نہیں کیا جاسکتا۔

اسٹے کی انشورنس:

۸۔ اگر لیز پر دیے گئے اسٹے کی اسلامی طریقہ کا نقل کے مطابق انشورنس کرائی جاتی ہے تو وہ موجر کے خرچ پر ہونی چاہئے مستاجر کے خرچ پر نہیں۔

اسٹے کی باقی ماندہ قیمت:

۹۔ جدید قسومی اجارہ (Financial Lease) کی اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں لیز کی مدت پوری کرنے کے بعد لیز پر دیے گئے اسٹے کی ملکیت مستاجر کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ چونکہ موجر (Lessor) اپنی لاکھ اضافی نفع کے ساتھ وصول کر چکا ہوتا ہے لہذا یہ نفع عموماً اس سود کے برابر ہوتا ہے جو اس مدت کے دوران اس رقم پر حاصل کیا جاسکتا تھا اس لئے اسے (موجر کو) لیز شدہ اسٹے میں مزید دلچسپی نہیں ہوتی دوسری طرف مستاجر (Lessee) جانتا ہے کہ لیز کی مدت پوری کرنے کے بعد وہ اسٹے اس کے پاس ہی رہے۔

اتحادیات کی بنیاد پر لیز شدہ ۱۹۹۱ کی مدت پوری ہونے کے بعد معاہدہ مستاجر کی طرف منتقل کر دیا جاتا ہے۔ کبھی بغیر معاہدے کے اور کبھی برائے نام قیست پر۔ اس بات کو یقینی بنانے کے لئے کہ یہ ۱۹۹۱ مستاجر کی طرف منتقل کر دیا جائے گا لیز کے معاہدے میں یہ شرط صراحتاً شامل کر دی جاتی ہے اور بعض اوقات یہ شرط صراحتاً تو ذکر نہیں کی جاتی لیکن یہ بات فریقین میں معصوم اور سٹے شدہ کبھی جاتی ہے کہ لیز کی مدت ختم ہونے کے بعد اس معاہدے کی ملکیت مستاجر کی طرف منتقل ہو جائے گی۔

یہ شرط 'خواہ صراحتاً نہ ہو یا مفہوم سے' شدہ کبھی جائے 'دونوں' صورتوں میں شریعت کے اصولوں کے مطابق نہیں ہے 'یہ اسلامی فقہ کا معروف اصول ہے کہ ایک عقد اور معاہدے کو دوسرے کے ساتھ اس انداز سے شلک نہیں کیا جاسکتا کہ ایک دوسرے کے لئے جتنی شرط کی حیثیت رکھتا ہو۔ یہاں پر معاہدے کے مستاجر کی طرف انتقال کو لیز کے معاہدے کے لئے جتنی لازمی شرط قرار دیا گیا ہے جو کہ شرعاً جائز نہیں ہے۔

شریعت میں اصل پوزیشن یہ ہے کہ یہ ۱۹۹۱ صرف موجر (Lessor) کی ملکیت ہو گا اور لیز کی مدت پوری ہونے کے بعد اسے یہ آزادی ہوگی کہ چاہے تو یہ ۱۹۹۱ واپس لے لے 'یا لیز کی تجدید کر لے' یا کسی اور کو لیز پر دے دے یا یہ ۱۹۹۱ مستاجر یا کسی اور شخص کو بیچ دے 'مستاجر اسے اس بات پر مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ اسے برائے نام قیست پر بیچے اور نہ ہی اس طرح کی شرط لیز کے معاہدے میں لگائی جاسکتی ہے۔ اجرت لیز کی مدت کے خاتمے کے بعد اگر موجر وہ ۱۹۹۱ مستاجر کو بطور صلہ دے دے یا اسے بیچ دے تو وہ اپنی رضامندی سے لیا کر سکتا ہے۔

نام ہمیں معاہدہ سٹارڈ نے اسلامی باہمیاتی اصولوں کی ضروریات کو مد نظر

دیکھتے ہوئے ایک متبادل تجویز کیا ہے۔ یہ حضرات کہتے ہیں کہ عقد اہداء، طور تو مدت فتم ہونے پر اٹاؤ بیچنے یا اسے بہہ کرنے کی شرط پر مستقل نہیں ہونا چاہئے۔ اہلنہ موجر یک طرفہ دہدہ کر سکتا ہے کہ وہ لیز کی مدت فتم ہونے کے بعد وہ اٹاؤ مستاجر کو بیچ دے گا یہ دہدہ صرف موجر پر لازم ہوگا ان حضرات کا کہنا ہے کہ اصول یہ ہے کہ مستقل میں کوئی عقد کرنے کا یک طرفہ دہدہ اس صورت میں جائز ہے جبکہ دہدہ کرنے والا خود دہدہ پر اکرے گا پابند ہو لیکن جس سے دہدہ کیا گیا ہے وہ اس عقد میں داخل ہونے کا پابند نہ ہو۔ جس کا مطلب یہ ہو کہ اسے (مستاجر کو) خریدنے کا اختیار حاصل ہے جسے وہ استعمال کر بھی سکتا ہے اور نہیں بھی کر سکتا اہلنہ اگر وہ خریدنے کے اس اختیار کو استعمال کرنا چاہے تو دہدہ کرنے والا اس سے انکار نہیں کر سکتا اس لئے کہ وہ اپنے دہدے کا پابند ہے جس لئے یہ نکالنا یہ تجویز کرتے ہیں کہ لیز کے معاہدے میں داخل ہونے کے بعد موجر ایک ایک طرفہ دہدے پر دستخط کرے جس کے ذریعے سے وہ اس بات کا عہد کرے کہ اگر مستاجر کو یہ پورا کا پورا اٹاؤ کر دیتا ہے اور وہ باقی رخصانہ دی سے ملے شدہ قیمت پر وہ اٹاؤ خریدنا چاہتا ہے تو وہ اس قیمت پر اٹاؤ اسے بیچ دے گا۔

جب ایک سرجہ موجر نے دہدے پر دستخط کر دینے تو وہ دہدے کو پورا کرنے کا پابند ہے اور مستاجر اگر خریدنے کے اپنے اختیار کو استعمال کرنا چاہتا ہے تو وہ اسے اس صورت میں استعمال کر سکتا ہے جبکہ وہ لیز کے ملے شدہ معاہدے کے مطابق کو یہ پورے طور پر اٹاؤ کر چکا ہو۔

اسی طرح ان نکالنا نے اس بات کی بھی اہلنہ دی ہے کہ موجر بیچ کی بجائے مدت کے اختتام پر اٹاؤ مستاجر کو بہہ کرنے کا ایک سے دہدہ کرے بشرطیکہ وہ کرے کہ یہ رقم پر اسے طور پر اٹاؤ کر دے۔

اس طریقہ کار کو "اجارہ" کہاجاتا ہے اس کی بہت بڑی تعداد میں معاصر علماء نے اجازت دی ہے اس پر اسلامی خشکوں اور پالیاتی لوگوں میں وسیع بحثیں ہو رہی ہیں اس طریقہ کار کا جو تادمیادی شرطوں کے ساتھ مشروط ہے۔ پہلی شرط یہ ہے کہ اجارہ (Lease) کا معاہدہ بذات خود دھارہ بیع یا ہزارہ صہ پر مستحکم کرنے کی شرط کے ساتھ مشروط نہیں ہونا چاہئے بلکہ یہ دھارہ ایک دھارہ کے ذریعہ ہونا چاہئے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ دھارہ ایک طرف ہونا چاہئے اور صرف دھارہ کرنے والے پر لازم ہونا چاہئے یہ دو طرفہ معاہدہ نہیں ہونا چاہئے جو فریقین پر لازم ہوتا ہے اس لئے کہ اس صورت میں یہ ایک مکمل عقد ہوگا جو کہ مستقبل کی ایک چیز کا سوئر ہو رہا ہے اور ایسا کرنا بیع اور صہ کی صورت میں جائز نہیں ہے۔

ضمنی اجارہ (Sub-Lease)

اگر لیز پر لیا گیا اثاثہ ایسا ہے جسے مختلف استعمال کرنے والے مختلف طریقوں سے استعمال کرتے ہیں (یعنی استعمال کنندہ کے مختلف ہونے سے اس چیز پر مختلف اثرات مرتب ہوتے ہیں) تو مستاجر (Lessee) موجر (Lessor) کی واضح اجازت کے بغیر آگے کسی اور کو کرائے پر نہیں دے دیتا ہے تو وہ ایسا کر سکتا ہے مگر اس دوسرے ضمنی اجارہ (Sub-Lease) سے حاصل ہونے والا کرایہ اس کرائے کے برابر یا اس سے کم ہے نہ مالک (اصل موجر) کو لوایا جاتا ہے تو تمام معمولی قصائد اس کے خلاف ہوتے ہیں۔ لیکن اگر ضمنی اجارہ (Sub-Lease) سے حاصل ہونے والا کرایہ مالک دے جانے والے کرائے سے زیادہ ہے تو اس کے خلاف نہیں

عقدا کے تحت ہائے نظر مختلف ہیں 'نام شافعی اور بعض دوسرے علماء کے نزدیک یہ جائز ہے اور دوسری لیز (Sub-Lease) سے حاصل ہونے والا زائدہ کرایہ استعمال کرنا بھی جائز ہے۔ فقہ حنبلی میں بھی اسی تحت نظر کو راجع قرار دیا گیا ہے ' دوسری طرف امام ابو حنیفہ کا تحت نظر یہ ہے کہ سب لیز سے حاصل ہونے والا زائدہ کرایہ اپنے پاس رکھنا اس کے لئے جائز نہیں ہے اور یہ زائدہ رقم صدق کرنا ضروری ہے۔ البتہ اگر اس دوسرے موجر (Sub-Lessor) نے اس اثاثے میں کوئی اضافہ کر کے اسے ترقی دی ہے یا یہ اسے کرایہ پر ایسی کرنسی میں دیتا ہے جو اس کرنسی سے مختلف ہے جس میں یہ خود مالک کو کرایہ ادا کرتا ہے تو یہ اس ضمنی اجارے (Sub-Lease) سے زائدہ کرایہ لے سکتا اور اسے اپنے استعمال میں لاسکتا ہے۔ (۱)

اگرچہ امام ابو حنیفہ کا تحت نظر زیادہ صاف ہے اور تحت مد تک اس پر عمل بھی کرنا چاہئے لیکن ضرورت کے مواقع پر فقہ شافعی اور فقہ حنبلی پر بھی عمل کیا جاسکتا ہے اس لئے کہ اس زائدہ رقم کی قرآن و حدیث میں کوئی صریح ممانعت موجود نہیں ہے لیکن قدامت نے اس زائدہ مقدار کے بولاز پر مضبوط دلائل ادا کر سکے ہیں۔

لیز کا انتقال:

۱۔ موجر لیز شدہ چاہے کو کسی تیسرے شخص کو بھی بیچ سکتا ہے جس کی وجہ سے موجر اور مستاجر ہونے کا تعلق سے مالک اور مستاجر کے درمیان قائم ہو جانے کا۔ لیکن لیز شدہ اثاثے کی ملکیت منتقل کئے بغیر خود ہی لیز کو کسی دوسری شخص کے ہلے میں منتقل کرنا جائز نہیں ہے۔

(۱) دیکھئے اسی قدامت کا مضمون ۱۹۳۵ء میں ۱۹۳۵ء اور اسی ماہ ۱۹۳۵ء میں ۱۹۳۵ء

۱۰۔ سوہن میں فرق یہ ہے کہ دوسری صورت میں اجڑے کی طبیعت دوسرے شخص کی طرف منتقل نہیں ہوتی بلکہ اسے صرف اس کا کرایہ وصول کرنے کا حق حاصل ہوا ہے۔ اس طرح کی تھوڑی (حوالہ) شرعاً صرف اسی صورت میں جائز ہے جبکہ اس شخص سے کوئی معاوضہ وصول نہ کیا جائے جس کی طرف یہ حق منتقل کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر ایک سوہن مستاجر سے کرایہ وصول کرنے کا حق اپنے بیٹے یا اپنے دوست کی طرف بدلے کے طور پر منتقل کر سکتا ہے۔ اسی طرح سوہن یہ عقیدہ اپنے قرض خواہ کی طرف منتقل کر سکتا ہے تاکہ کرایے کے ذریعے اس کے قرض کی واپسی ہو سکے لیکن اگر سوہن کسی کو متعین قیمت کے بدلے میں بیٹا چاہتا ہے تو یہ جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس صورت میں زار (کرایے کی رقم) کی بیخ زار کے بدلے میں ہو رہی ہے جس کا جوہر برابری کے اصول کے ساتھ مشروط ہے نہ کہ یہ وہاں جائے گا جو کہ مصلوح اور ناجائز ہے۔

اجارہ کے تمسکات جاری کرنا:

اجارہ کے انتظام میں تمسکات بنانے کے بہت اچھے امکانات ہیں جن کے ذریعے سے اجارہ کی بنیاد پر تعمیل کرنے والوں کے لئے جہزی بازار وجود میں آنے میں مدد مل سکتی ہے۔ چونکہ اجارہ میں سوہن اجڑے کا بانک ہے اس لئے وہ اسے کئی یا جزوی طور پر تیسرے فریق کو بیچ بھی سکتا ہے جس کے ذریعے سے خریدار خریدے ہوئے حصے کی حد تک سوہن والے حقوق اور ذمہ داریوں میں داخل

سے قائم مقام ہو گا۔ ۱۱۱

لہذا اگر سوچر عقد اجارہ میں داخل ہونے کے بعد چاہتا ہے کہ وہ اجائے کی خریداری پر اچھے واپس لاکھت میں منافع وصول کرے تو وہ یہ اجارہ کل یا جزوی طور پر ایک شخص یا کئی افراد کو بیچ سکتا ہے تو دوسری صورت میں (کئی افراد کو بیچنے کی صورت میں) ہر فرد نے اجائے کا جتنا حصہ خریدا ہے اس کے ثبوت کے طور پر ایک سرٹیفکیٹ جاری کیا جاسکتا ہے جسے "اجارہ سرٹیفکیٹ" کہا جاسکتا ہے۔ یہ سرٹیفکیٹ لیز شدہ اجائے میں حاف کی مناسب ملکیت کی نمائندگی کرے گا اور حاف اسے جسے کی حد تک مالک / سوچر کے حقوق اور ذمہ داریاں اٹھائے گا اجارہ چونکہ پہلے مستاجر کو اجارہ سے پر دیا جاتا ہے اس لئے یہ اجارہ اسے مالکان کے ساتھ جاری رہے گا۔ سرٹیفکیٹ ہولڈرز میں سے ہر شخص کو اجائے کی ملکیت میں اس کے مناسب حصے کے مطابق کرایہ حاصل کرنے کا حق حاصل ہو گا اسی طرح اس ملکیت کی حد تک اس پر سوچر کی ذمہ داریاں بھی عائد ہوں گی یہ سرٹیفکیٹ چونکہ ایک بڑی اور حسی اجائے میں ملکیت کا ثبوت ہیں اس لئے ملکیت میں ان کی تجارت اور چھوٹے آزموئے طور پر کیا جاسکتا ہے اور یہ سرٹیفکیٹ ایسی دستاویز کا کام دے سکتے ہیں جنہیں آسانی سے نقد رقم میں تبدیل کیا جاسکتا ہے لہذا اس سے اسلامی بینکوں اور مالیات اداروں کی سہولت (Liquidity) کی مشکلات حل کرنے میں بھی مدد ملے گی۔

۱۱۱ بعض فقہاء کے نزدیک یہ عقلمانی عقد تک سارا نہیں ہوگی جب تک کہ اجارہ کی حد سے زیادہ نہ ہو جائے تاہم امام ابو حنیفہ اور بعض دیگر فقہاء کا نقطہ نظر یہ ہے کہ یہ عقلمانی عقد اجارہ یا بیع کی حد پر نہ گا اور اجارہ جاری نہ ہو سکتا ہے۔ (دیکھئے: "مجموعۃ الفقہاء" ج ۱ ص ۱۷۲)

یہ ذہن میں رہے کہ یہ لازمی ہے کہ سرٹیفکیٹ ادا کرنے میں مشاع (غیر حتمی) حصے کی ملکیت کی اس کے تمام حقوق و فرائض کے ساتھ لیا سہ کی کرتے ہوں اس بنیادی تصور کو صحیح طور پر نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض سطحوں کی طرف سے ایسے سرٹیفکیٹ جاری کرنے کی کوشش کی گئی جن میں ادا کرنے میں کسی قسم کی ملکیت تقویض کے بغیر حاصل کے صرف کرانے کی خصوصیت راقم حاصل کرنے کے حق کی لیا سہ کی کی گئی جس کا مطلب یہ ہوا کہ اس سرٹیفکیٹ کے حامل کا لیز شدہ ادا کرنے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اس کا حق صرف ادا ہے کہ وہ مستاجر سے حاصل ہونے والے کرانے میں حصہ دار بنے تو مستحق جاری کرنے کا یہ طریقہ شرعاً جائز نہیں ہے جیسا کہ اسی باب میں پہلے بیان کیا گیا کہ کرایہ واجب الادا ہونے کے بعد ایک دین (Debt) ہے جسے مستاجر لو اکرے گا دین یا دین کی لیا سہ کی کرنے والی و مستحق شرعاً قابل مبادلہ و مستحق نہیں ہے اس لئے کہ اس طرح کی و مستحق کی خرید و فروخت ذریعہ مالیاتی ذمہ داری کی خرید و فروخت کے حروف ہے جو کہ برابری کا اصول مد نظر رکھے بغیر شرعاً جائز نہیں ہے اور اگر خرید و فروخت کرتے وقت قیمت میں برابری کو مد نظر رکھا جائے تو مستحق جاری کرنے کا بنیادی مقصد فوت ہو جاتا ہے اس لئے اس طرح "اجارہ سرٹیفکیٹ" جہوزی ہذا وجود میں لانے کا مقصد پورا نہیں کر سکتے۔

لہذا یہ ضروری ہے کہ اجارہ سرٹیفکیٹ کو اس اعتبار سے فینائی کیا جائے کہ وہ لیز شدہ ادا کرنے میں حقیقی ملکیت کی لیا سہ کی کریں صرف کر رہا حاصل کرنے کے حق کی لیا سہ کی نہ کریں۔

ہیڈ لیز (Head-Lease):

لیزنگ کے جدید کاروبار میں ایک اور تصور وجود میں آیا ہے اور وہ ہے "ہیڈ لیز" کا تصور۔ اس میں مستاجر اجارہ کی جالوی مستاجرین کو اجازت پر دے دیتا ہے۔ ہمارے دور سے لوگوں کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کے کاروبار میں شریک ہیں اس طرح سے کہ وہ مستاجرین سے حاصل ہونے والے کرایہ میں انہیں حصہ دار بنالیتا ہے۔ اور اس پر وہ ان شرکاء سے تنظیمی رقم وصول کرتا ہے۔ یہ انتظام شریعت کے اصولوں کے مطابق نہیں ہے اور واضح ہے کہ مستاجر اس اجارے کا مالک ہے۔ نہیں وہ صرف اس کے حق استعمال (Usufruct) سے فائدہ اٹھانے کا حق دار ہے۔ یہ حق استعمال اس نے جالوی اجارہ (Sub-Lease) کر کے حق مستاجرین (Lessees) کو منتقل کر دیا ہے اب یہ کسی چیز کا مالک نہیں ہے نہ خود اجارے کا اور نہ ہی حق استعمال کا۔ یہ اب صرف کرایہ وصول کرنے کا حق رکھتا ہے اس لئے اب یہ اپنے حق کا کچھ حصہ دوسرے افراد کو تقویلی کر رہا ہے۔ یہ بات پہلے تفصیل سے بیان کی جا چکی ہے کہ اس حق کی حداثہ نہیں کی جاسکتی اس لئے کہ یہ قابل وصول دین کو کم قیمت پر فروخت کرنے کے مترادف ہے جو کہ رہائی ایک شکل ہے جس سے قرض و سختی میں صلح کیا گیا ہے۔

یہ قرضی اجارہ (Financial Lease) کی چند ایسی بنیادی خصوصیات ہیں جو شرعی احکام کے مطابق نہیں ہیں لیز کو بطور اسلامی طریقہ قبول استعمال کرتے وقت ان غلطیوں سے بچنا ضروری ہے۔

لیز کے معامدے میں واقع ہونے والی تمام غلطیوں کی فرست اخذی ہوتی ہے۔ جبکہ وہ نہیں ہے جو لوہ بیان کی گئی ہیں بلکہ ان باب میں صرف ان بنیادی

خللیوں کا ذکر کیا گیا ہے جو لیز کے معابدوں میں دیکھنے میں آتی ہیں اسلام، لیز کے
 زیادہ فی اصول لوح فکر اعلیٰ کر دے گئے ہیں اسلام لیز کے معابد میں ان
 سب کی رعایت ہونی چاہئے۔

سلم اور استحصاء

شرعاً کسی بیع کے صحیح ہونے کے لئے بنیادی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ جس چیز کی بیع کا ارادہ ہے وہ بیچنے والے کے کسی یا معنوی قبضے میں ہو اس شرط میں نہیں باتیں پائی جاتی ہیں۔

(۱) وہ چیز موجود ہو لہذا ایسی چیز جو انہی وجود میں نہیں آئی وہ بیچ نہیں جاسکتی۔

(۲) بیچنی جانے والی چیز پر بیع کی ملکیت آپکی ہو لہذا وہ چیز موجود تو ہے لیکن بیع اس کا مالک نہیں ہے تو وہ اس کی بیع نہیں کر سکتا۔

(۳) صرف ملکیت ہی کافی نہیں ہے بلکہ یہ بیع کے قبضے میں ہونی چاہئے۔ خواہ یہ قبضہ کسی ہو یا معنوی اگر بیع اس چیز کا مالک تو ہے لیکن وہ خود یا اپنے کسی دیگر کے ذریعے اسے قبضے میں نہیں لایا تو وہ اسے بیع نہیں کر سکتا۔

شریعت کے اس عمومی اصول سے صرف دو صورتیں مستثنیٰ ہیں ایک سلم اور دوسری استحصاء دونوں مخصوص نوعیت کی بیع ہیں اس باب میں یہ نکات بیانے جا چکے ہیں کا قصور کیا ہے اور انہیں کس حد تک استعمال کیا جاسکتا ہے۔

سلم کا معنی:

”سلم“ ایک ایسی بیع ہے جس کے ذریعے بیع یہ ذمہ داری قبول کرتا ہے کہ وہ مستقبل کی کسی عرصہ میں متعین چیز خریدار کو فراہم کرے مگر اس کے بدلے میں مکمل قیمت بیع کے وقت ہی دہلی لے لیتا ہے۔

یہاں قیمت نقد ہے لیکن بیع (بیچنی جانے والی چیز) کی نوعیت متبادل اور متغیر ہے۔ خریدار کو ”سلم“ اور بیع کو ”مسلم“ لیتے ہیں۔ خریداری ہوئی چیز کو

..مسئلہ یہ سنا جاتا ہے۔

اسلم کی حضور اقدس ﷺ نے مخصوص شرائط کے ساتھ اہانت دی تھی اس صل کا بھاری مقصد بھونے کا ٹیکھوں کی ضرورت کو پورا کرنا تھا جنہیں اہی فصل اگانے کے لئے اور فصل کی کٹائی تک اسے جوی بجان کے اخراجات پورے کرنے کے لئے رقم کی ضرورت ہوتی تھی نہ باکی حرمت کے بعد وہ سودی قرضہ نہیں لے سکتے تھے اس لئے انہیں اہانت دی گئی کہ وہ اپنی زرعی پیداوار جنگلی قیمت پر فروخت کر دیں۔

اسی طرح عرب تار دوسرے علاقوں کی طرف کچھ اشیاء پر آمد کرتے تھے اور وہاں سے اپنے علاقے میں کچھ چیزیں درآمد کرتے تھے اس مقصد کے لئے انہیں رقم کی ضرورت ہوتی تھی نہ باکی حرمت کے بعد یہ لوگ سودی قرضہ نہیں لے سکتے تھے اس لئے انہیں اہانت دی گئی کہ وہ جنگلی قیمت پر یہ اشیاء فروخت کر دیں نقد قیمت وصول کر کے یہ لوگ اپنا ذخیرہ مال کاروبار آسانی جاری رکھ سکتے تھے۔

اسلم سے بالغ کو بھی قاعدہ پہنچتا تھا اس لئے کہ قیمت جنگلی مل جاتی تھی اور فریہ رو کو بھی قاعدہ پہنچتا تھا اس لئے کہ اسلم میں قیمت موانعہ سودے کی نسبت کم ہوتی تھی۔

اسلم کی اہانت اس عام قاعدے سے ایک استثناء ہے جس کے مطابق مستقبل کی طرف منسوب صل جائز نہیں ہے اسلم کی یہ اہانت چند کڑی شرائط کے ساتھ مشروط ہے ان شرائط کو ذیل میں ظہر ایمان کیا جاتا ہے۔

ہلم کی شرائط:

۱۔ سلم کے جائز ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ خرید و پوری کی پوری قیمت عقد کے وقت ہوا کرے۔ یہ اس لئے ضروری ہے کہ اگر عقد کے وقت خرید و قیمت کی مکمل ادائیگی نہ کرے تو چھ دین کے بدلے میں دین کی صلح کے مترادف ہو گا جس سے رسول اللہ ﷺ نے صریحاً منع فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں سلم کے جواز کی بنیادی نکتہ بائع کی فوری ضرورت کو چھوڑ کر ہے اگر قیمت اسے مکمل طور پر ادا نہیں کی جاتی تو عقد کا بنیادی مقصد فوت ہو جائے گا۔

اس لئے تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ سلم میں قیمت کی مکمل ادائیگی ضروری ہے البتہ لام مالک کا کہہ رہا ہے کہ بائع خرید و کو دیا تین دن کی رعایت دے سکتا ہے۔ یہ رعایت عقد کا باقاعدہ حصہ نہیں ہونی چاہئے۔ (۱)

۲۔ سلم صرف انہی اشیاء میں ہو سکتی ہے جن کی کوالتی اور مقدار کا صحیح پورے طور پر تعین ہو سکتا ہو انہی اشیاء جن کی کوالتی یا مقدار کا تعین نہ کیا جاسکتا ہو انہیں "سلم" کے ذریعے نہیں چھو جاسکتا۔ مثال کے طور پر قیمتی پتھروں کی سلم کی بنیاد پر صلح نہیں ہو سکتی اس لئے کہ ان کا ہر ٹکڑا اور فرد عموماً دوسرے سے معیار "سائز یا وزن" میں مختلف ہوتا ہے اور ان کی یہاں کے ذریعے تعین عموماً ممکن نہیں ہوتی۔

۳۔ کسی شخص جی یا شخص کھیت یا غارم کی پیدوار کی صلح سلم میں ہو سکتی۔ مثلاً اگر بائع یہ اسرار داری قبول کرتا ہے کہ وہ شخص کھیت کی گندم یا شخص درخت کا پھل میا کرے گا تو سلم صحیح نہیں ہوگی اس لئے کہ اس بات کا امکان موجود

ہے کہ لواٹگی سے پہلے ہی اس کھیت کی پیدوار یا اس اور غلت کا پھل جاک چو اس
امکان کی وجہ سے بچی ہوئی چیز کی لواٹگی غیر چھٹی رہے گی یہ قاعدہ ہر اس چیز پر
لاگو ہوگا جس کی فراہمی چھٹی نہ ہو جائے۔ (۱)

۴۔ یہ بھی ضروری ہے کہ جس چیز کی مسلم کرنا مقصود ہے اس کی قیمت اور
معیار واضح طور پر متعین کر لیا جائے "جس میں کوئی ایسا ابہام ہوتا ہے جو بعد
میں تنازع کا باعث بن سکتا ہو اس سلسلے میں تمام ممکنہ تخصیصات واضح طور پر ذکر
کر لینی چاہئیں۔

۵۔ یہ بھی ضروری ہے کہ بچی جانے والی چیز کی مقدار بغیر کسی ابہام کے
متعین کر لی جائے "اگر چیز کی مقدار تاجروں کے عرف میں وزن کے ذریعے متعین
کی جاتی ہے (یعنی وہ چیز قول کر سکتی ہے) تو اس کا وزن متعین ہونا ضروری ہے اور
اگر اس کی مقدار کا تعین پیمائش کے ذریعے ہوتا ہے تو اس کی متعین پیمائش معلوم
ہونی چاہئے "اگر چیز عموماً قوی جاتی ہے اس کی مقدار کا تعین (مسلم کی صورت میں)
پیمائش کے ذریعے سے نہیں ہونا چاہئے "اسی طرح پیمائش کی جانے والی چیز کی
مقدار وزن میں متعین نہیں ہونی چاہئے۔

۶۔ بچی گھڑ کی سپردگی کی تاریخ اور جگہ کا تعین بھی عقد کے اندر ہونا چاہئے۔
۷۔ عقد مسلم ایسی اشیاء کی نہیں ہو سکتی جن کی فوری لواٹگی ضروری ہوتی ہے "مثلاً
کھانے کے طور پر اگر سونے کی کڑیاں یا کھانے کے بدلے میں ہو رہی ہے تو شرعاً
ضروری ہے کہ دونوں چیزوں کی لواٹگی ایک ہی وقت میں ہو۔ یہاں عقد مسلم کارگر
نہیں ہو سکتی "اسی طرح اگر مکہ کی حج ہو کے بدلے میں ہو رہی ہو تو حج کے حج

ہونے کے لئے دونوں چیزوں پر ایک ہی وقت میں قبضہ ہونا ضروری ہے اس لئے اس صورت میں مسلم کا معاہدہ جائز نہیں ہے۔

تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ مسلم اس وقت تک کچھ نہیں ہوتی جب تک ان شرائط کو مکمل طور پر پورا نہیں کر لیا جاتا اس لئے کہ یہ شرائط ایک صریح حدیث پر مبنی ہیں اس سلسلے میں ایک معروف حدیث یہ ہے۔

من اسلف فی شیء فلیسلف فی کلہ معلوم ووزن معلوم
الی اجل معلوم

”جو شخص مسلم کرنا چاہتا ہے اسے مسلم کرنی چاہئے متعین یا مکمل
اور متعین وزن میں ایک طے شدہ مدت تک“ (۱)

ابن ابن شریک کے علاوہ کچھ اور شریکین بھی ہیں جن کے ہمارے میں مختلف فقہی مذاہب فکر کے مختلف نقطہ ہائے نظر ہیں ان شرائط پر ذیل میں بحث کی جا رہی ہے :

(۱) عقد غنئی کے مطابق یہ ضروری ہے کہ جس چیز کی بیع مسلم ہو رہی ہے وہ معاہدہ طے پانے کے دن سے قبضہ کے دن تک بلا کیٹ میں دستیاب ہو لہذا اگر عقد مسلم کے وقت وہ چیز بازار میں دستیاب نہیں ہے تو اس کی بیع مسلم نہیں ہو سکتی اگرچہ اس بات کی توقع ہو کہ قبضہ کے وقت وہ چیز بازار میں دستیاب ہوگی (۲)

لیکن عقد غنائی نامی اور غنئی کا عقد غنئی پر ہے کہ معاہدے کے وقت اس چیز کا دستیاب ہونا مسلم کے کچھ ہونے کے لئے شرط نہیں ہے بلکہ اس کے پاس ہو

(۱) یہ حدیث صحاح ستہ میں روایت کی گئی ہے (دیکھئے ابن جریر، صحیح احمد، ابن ماجہ، مسند احمد، مسند ابی داؤد)

(۲) اصطلاحی پر واضح حدیث ج ۲ ص ۲۱۱

چیز ضروری ہے وہ یہ ہے کہ وہ چیز قبضے کے وقت استیجاب ہو اور موجود حالات میں اس نقد نظر پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ (۱)

(۲) نقد حقیقی اور نقد ضمی کی رو سے یہ ضروری ہے کہ قبضے کی مدت عقد کے وقت سے کم از کم ایک ماہ ہو اگر قبضے کا وقت ایک مہینے سے پہلے کا مقرر کر لیا گیا تو سلم صحیح نہیں ہوگی ان کی دلیل یہ ہے کہ سلم کی اجازت چھوٹے کاٹھکڑوں اور تاجروں کی ضرورت کے لئے دی گئی ہے لہذا انہیں وہ چیز مہیا کرنے کے لئے مناسب وقت ملنا چاہئے۔ ایک مہینے سے پہلے وہ یہ سامان مہیا کرنے کے قابل نہیں ہوں گے علاوہ انہیں سلم میں قیمت نقد سودے کی بہت کم ہوتی ہے قیمت میں یہ رعایت جب ہی قرین انصاف ہوگی جبکہ یہ سامان ایسا مدت کے بعد سپرد کیا جائے جس کا قیمتوں پر مستقل اثر پڑ سکتا ہو۔ ایک مہینے سے کم مدت عموماً قیمتوں پر اثر انداز نہیں ہوتی لہذا ہوائیگی کا کم از کم وقت ایک مہینے سے کم نہیں ہونا چاہئے۔ (۳)

نام مالک اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ سلم کے معاہدے کے لئے کم سے کم مدت ہونی چاہئے لیکن حق کا توقف یہ ہے کہ یہ مدت چند روزوں سے کم نہیں ہونی چاہئے اس لئے کہ مالکیت کے رہے دو ہفتوں کے اندر اندر تبدیل ہو سکتے ہیں۔ (۴)

اس نقد نظر سے (کہ کم از کم مدت شرعاً صحیح ہے) دوسرے فقہاء مثلاً امام شافعی اور بعض حنفی فقہاء نے اتفاق نہیں کیا ان کا کہنا ہے کہ حضور

(۱) ابن قدامہ، المغنی ج ۲ ص ۳۲۶

(۲) فتاویٰ مشرف علی کور، ۱۰۲ ج ۲ ص

(۳) ابن قدامہ، المغنی ج ۲ ص ۳۲۳

(۴) رد المحتار، ۱۰۲ ج ۲ ص ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱ ج ۲ ص ۷۸۰

اقدن چھٹکے نے سلم کے صحیح ہونے کے لئے 'تم از کم مدت کا نہیں نہیں فرمایا' حدیث کے مطابق شرط صرف یہ ہے کہ قبضے کا وقت واضح طور پر متعین ہو گا چاہئے لہذا کوئی تم از کم مدت جان نہیں کی جاسکتی 'فریقین ہاں رضامندی سے قبضے کی کوئی بھی مدت متعین کر سکتے ہیں۔

موجودہ حالات میں یہ غلط نظر قابل ترجیح معلوم ہوتا ہے 'اس لئے کہ حضور اقدن چھٹکے نے کوئی کم از کم مدت متعین نہیں کی 'فقہاء نے مختلف مدتیں ذکر کی ہیں جو ایک دن سے لے کر ایک مہینے تک ہیں۔ ظاہر ہے کہ فقہاء نے یہ مدتیں غریب بالغ کے مفاد کو مد نظر رکھتے ہوئے تقاضائے مصلحت سمجھ کر مقرر کی ہیں لیکن مصلحت 'وقت اور جگہ کے بدلنے سے بدل سکتی ہے' بعض لوگات زیادہ قریب کی بدخ مقرر کرنا بالغ کے زیادہ مفاد میں ہو سکتا ہے 'جہاں تک قیمت کا تعلق ہے تو یہ سلم کا لازمی عنصر نہیں ہے کہ سلم میں قیمت ہیئت اس دن کی بازاری قیمت سے کم ہی ہو 'بالغ اپنے مفاد کا طور بہتر فیصلہ کر سکتا ہے 'اگر وہ اپنی آزدگی مرضی سے پہلے کی کوئی بدخ قبضہ کرانے کے لئے مقرر کر لیتا ہے تو اس کی کوئی وجہ نہیں کہ اسے عید کرنے سے روکا جائے۔ بعض معاصر فقہاء نے اس نقطہ نظر کو اختیار کیا ہے 'اس لئے کہ یہ جدید معاہدوں کے لئے زیادہ سوزوں ہے۔' (۱)

سلم بطور طریقہ تمویل :

پچھلے ذکر بحث سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ شریعت نے سلم کی ایجاد کا مشکاروں اور تاجروں کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے دی ہے۔ اس لئے پختہ دہی طور پر چھوٹے تاجروں اور کارکنوں کے لئے ایک طریقہ تمویل

ہے۔ یہ طریقہ قبولی جدید بینکوں اور مالیاتی اداروں میں بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ خاص طور پر زرعی شعبے کی قبولی کے لئے۔ یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ مسلم میں قیمت حق چیزوں کی نسبت کم ہو سکتی ہے جنہیں لوایا گیا جاتا ہو۔ اس طرح سے حق وہ قیمتوں کے درمیان جو فرق ہو گا وہ بینکوں اور مالیاتی اداروں کا جائز منافع ہو گا۔ یہ بات چھٹی جگہ کے لئے کہ بائع مطلوبہ چیز طے شدہ وقت پر مہیا کرے گا اس سے بینکوری کا بھی مطالبہ کیا جا سکتا جو ضمانت پارہن و غیرہ کی صورت میں ہو سکتی ہے۔ پارہنہ کی صورت میں خاصاً سے یہ مطالبہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ حق چیز مہیا کرے مگر پارہن کی صورت میں خریدہ یا قبولی کا مہیا ہونہ چیز بیچ کر اس کی قیمت سے مطلوبہ چیز بازار سے خرید سکتا ہے یا چھٹی دی ہوئی قیمت وصول کر سکتا ہے۔

دوسرے مسئلہ جو جدید مالیاتی اداروں اور بینکوں کو پیش آسکتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنے کلائنٹس سے نقد رقم کی بجائے اشیاء وصول کریں گے۔ چونکہ یہ بینک صرف و قوم کا معاملہ کرنے میں ماہر ہوتے ہیں اس لئے یہ ظاہر حق پر ہو جو محسوس ہو گا کہ وہ مختلف کلائنٹس سے مختلف اشیاء وصول کر کے انہیں بازار میں فروخت کریں۔ وہ یہ اشیاء حق پر ملاحظہ کرنے سے پہلے نہیں بیچ سکتے اس لئے کہ یہ خریدت میں ممنوع ہے۔

لیکن جب ہم اسلامی طریقہ ہائے قبولی کی بات کرتے ہیں تو ایک بنیادی نکتہ نظر انداز نہیں ہونا چاہئے وہ یہ کہ ایسے مالیاتی اداروں کا تصور جو صرف زر (Money) کا لین دین کریں اسلامی خریدت کے لئے اچھی ہے اگر یہ ادارے حلال نفع حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں کسی نہ کسی طرح اشیاء کا لین دین کرنا پڑے گا۔ اس لئے کہ خریدت میں محض قرض دہے کر نفع حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے اسلامی معیشت قائم کرنے کے لئے مالیاتی اداروں کے زمرہ میں عوامی

میں تبدیلی آتا ہوگی۔ یہ اور سے اشیاء کے معاملات کرنے کے لئے خصوصی عمل قائم کر سکتے ہیں اگر ایسے عمل قائم کر دیئے جائیں تو سلم کے ذریعے اشیاء خرید اور انہیں نقد بازار میں بیچنا مشکل نہیں ہوگا۔

تادم سلم کے معاہدے سے فائدہ اٹھانے کے دو طریقے اور بھی ہیں۔

پہلا طریقہ یہ ہے کہ کوئی چیز سلم کے طور پر خرید کر مالیتی طور پر اسے ایک حوالیہ نقد سلم کے ذریعے بیچ سکتا ہے۔ جس کی بدولت لوگ بھی پہلی سلم والی سی ہو۔ دوسری (۲۴ویں) سلم میں چونکہ مدت کم ہوگی اس لئے اس میں قیمت پہلے معاہدے کی نسبت ذرا زیادہ ہوگی اور ان دونوں قیمتوں میں جو فرق ہوگا وہ مالیتی طور سے کو حاصل ہونے والا نفع ہوگا۔ دوسری سلم کی مدت جتنی کم ہوگی قیمت اتنی ہی زیادہ ہوگی اور نفع بھی اتنی ہی زیادہ ہوگا۔ اس طریقے سے یہ طور سے اپنے مفروضہ کی تعمیل کے شعبے کو چلا سکتے ہیں۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے حوالیہ سلم کا معاہدہ قابل عمل نہیں ہے تو یہ مالیتی طور سے کسی تیسرے فریق سے خرید لری کا وعدہ لے سکتے ہیں یہ وعدہ حوالہ خرید لری طرف سے ایک طرف ہو چاہئے یا نہ کہ یہ شخص وعدہ ہے۔ حوالہ نہیں ہے اس لئے خرید لری حوالیہ کا پابند نہیں ہے اس لئے اس میں زیادہ قیمت مقرر کی جاسکتی ہے اور چونکہ حوالہ خرید لری سے کو وصول ہوگی وہ وعدے کے مطابق تیسرے فریق کو پختہ سے ملے شہد قیمت پر بیچ دے گا۔

بعض اوقات ایک تیسرا طریقہ بھی توجہ لیا جاتا ہے وہ یہ کہ قبضے کی بدولت اسے یہ چیز ہائی کی کو زیادہ قیمت پر بیچا دی جاتی ہے۔ لیکن یہ توجہ خریدی انتظام کے مطابق نہیں ہے۔ شرعی طور پر نہیں ہے کہ حوالہ قیمت کرنے سے پہلے حوالہ کو بیچ دے اور اگر یہ سود زیادہ قیمت پر بیچا دے تو بار کے احکامات سے کا

جو کہ ہاتھ مٹوں ہے اگر یہ دوسری سطح خریدہ کے قبضہ کر لینے سے بعد بھی ہو تب بھی اصل سطح کے وقت اس دوسری سطح کا بغور دست نہیں کیا جاسکتا لہذا یہ توجہ قطعاً قابل عمل نہیں ہے۔

متوازی سلم کے چند قواعد:

چونکہ جدید انسانی بینک اور مالیاتی ادارے متوازی سلم کا طریقہ استعمال کر رہے ہیں اس لئے اس طریق کار کے صحیح ہونے کے لئے چند شرائط کا ذکر اس میں رہنا ضروری ہے۔

۱۔ متوازی سلم میں یک دو مختلف سودوں میں داخل ہوتا ہے ایک میں یک خریدہ اور دوسرے میں پانچ من میں سے ہر معاہدہ دوسرے سے الگ اور مستقل ہونا چاہئے۔ من کو اس انداز سے باہمی منسلک نہیں کرنا چاہئے کہ ان میں سے ایک کے حقوق اور اسے دلوں دوسرے عقد کے حقوق اور ذمہ داریوں پر موقوف ہوں۔ ہر عقد کی اپنی طاقت ہونی چاہئے اور وہ دوسرے پر موقوف اور منحصر نہیں ہونا چاہئے۔

مثال کے طور پر "کلف" "تب" سے گندم کی سواریوں بطور سلم خریدنا ہے جس پر قبضہ ۳۱ دسمبر کو کر لیا جائے گا "کلف" "تب" سے متوازی سلم کا معاہدہ کر سکتا ہے کہ وہ اسے ۳۱ دسمبر کو گندم کی سواریوں فراہم کرے گا لیکن "تب" کے ساتھ متوازی سلم کا معاہدہ کرنے وقت اسے گندم کی فراہمی "تب" سے گندم کی وصولی کے ساتھ مشروط نہیں ہونی چاہئے اگر "تب" نے ۳۱ دسمبر کو گندم فراہم نہ کی تب بھی "کلف" کی یہ اسے ملنی ہے کہ وہ سواری گندم "تب" کو مہیا کرے۔ وہ "تب" کے خلاف جو ذرائع چاہے استعمال کر سکتا ہے لیکن وہ "تب" کو

گندم فراہم کرنے کی ذمہ داری سے بری نہیں ہو سکتی۔

اسی طرح اگر "ب" نے "الف" کو گراب چھ میا کی جو طے شدہ
نوصاف کے مطابق نہیں ہے تب بھی "الف" کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ "ج" کو
اس کے ساتھ طے شدہ معیار کے مطابق چھ میا کرے۔

۵۔ **حقوقی مسلم (Parallel Sale)** صرف تیسرے فریق کے ساتھ
جائز ہے 'پہلے معاہدے میں جو شخص بائع ہے اسے دوسرے حقوقی معاہدے میں
خریدار نہیں بنایا جاسکتا اس لئے کہ یہ بائی بیک (Buy Back) معاہدہ ہو جائے گا
جو کہ شرعاً جائز نہیں ہے 'حتیٰ کہ اگر دوسرے معاہدے میں خریدار اپنا مستقل
قانونی وجود رکھتا ہے لیکن وہ مکمل طور پر اس شخص کی ملکیت میں ہے جو پہلے
معاہدے میں بائع تھا تب بھی یہ (دوسرا معاہدہ) جائز نہیں ہو گا اس لئے کہ معاہدہ
بائی بیک ہی کے حروف ہو گا مثلاً کے طور پر A نے B سے گندم کی جڑ
یوریاں بطور مسلم کے خریدیں۔ B ایک جو ایکٹ خاک کہتی ہے B کی ایک ذیلی کمپنی
C ہے جس کا اپنا ایک فلک قانونی وجود ہے لیکن مکمل طور پر B کی ملکیت ہے تو اس
صورت میں C A کے ساتھ حقوقی مسلم کا معاہدہ نہیں کر سکتا البتہ اگر C مکمل
طور پر B کی ملکیت میں نہیں ہے تو C A کے ساتھ یہ معاہدہ کر سکتا ہے اگرچہ
بعض فیئر ہو قدر دونوں (B اور C) میں مشترک ہوں۔

استحصاء

استحصاء لفظ کی دوسری قسم ہے جس میں سوا اچھ کے وجود میں آنے سے پہلے ہی یہ جانتا ہے کہ استحصاء کا معنی ہے کسی چیز کو (بھرتیگر) کو یہ گزار دینا کہ وہ خریدار کے لئے حتمی چیز ہو۔ اگرچہ کنندہ (Manufacturer) اپنے ہاتھ سے عام بل کا کر لے کر خریدار کے لئے چیز پیدا کرنے کی ذمہ داری قبول کر لیتا ہے تو استحصاء کا مفہوم دوسرے میں آہانے کا لیکن استحصاء کے صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ قیمت فریجین کی رضامندی سے طے کر لی جائے اور مطلوبہ چیز (جس کی پیداوار مقصود ہے) کے ضروری اوصاف بھی حتمی کر لئے جائیں۔

استحصاء کے معاہدے کی وجہ سے پیدا کنندہ پر یہ اخلاقی ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے کہ وہ اس چیز کو پیدا کرے لیکن پیدا کنندہ کے اہل کام شروع کرنے سے پہلے فریجین میں سے کوئی بھی دوسرے کو نوٹس دے کر معاہدہ منسوخ کر سکتا ہے اور البتہ پیدا کنندہ کے کام شروع کر دینے کے بعد معاہدہ یک طرفہ طور پر ختم نہیں کیا جاسکتا ہے۔

استحصاء اور سلم میں فرق:

استحصاء کی یہ نوعیت و فکر رکھتے ہیں کہ استحصاء اور سلم میں کیا فرق ہیں جو یہی عقیدہ اچھا لگتا ہے کہ:

- (۱) استحصاء میں ایک چیز ہوتا ہے جسے پیدا کرنے کی ضرورت ہو جبکہ سلم ہر چیز کی ہو سکتی ہے خواہ اسے پیدا کرنے کی ضرورت ہو یا نہ ہو۔

(۲) سلم میں یہ ضروری ہے کہ قیمت مکمل طور پر پیشگی ادائی جائے نہ کہ
اصحناغ میں یہ ضروری نہیں ہے۔

(۳) سلم کا عقد جب یہ ایک مرتبہ ہو جائے تو اسے یک طرفہ طور پر منسوخ
نہیں کیا جاسکتا۔ جبکہ عقد اصحناغ کو سہان کی چوری شروع ہونے سے
پہلے منسوخ کیا جاسکتا ہے۔

(۴) پردہ کی کا وقت سلم میں بیع کا ضروری حصہ ہے جبکہ اصحناغ میں پردہ کی کا
وقت مقرر کرنا ضروری نہیں ہے۔ (۵)

اصحناغ اور اجارہ میں فرق:

یہ بات اہلن میں دینی جاسکتے کہ اصحناغ میں چار کنکدہ خود اپنے خام مال
سے بیع چار کرنے کی ذمہ داری قبول کرتا ہے لہذا اسے معاہدہ اس بات کو بھی شامل ہوتا
ہے کہ اگر خام مواد چار کنکدہ کے پاس موجود نہیں ہے تو وہ اسے مہیا کرے اور اس بات
کو بھی کہ مطلوبہ چیز کی تیاری کے لئے کام کرے۔ اگر خام مواد گاہک کی طرف سے
مہیا کیا گیا ہے اور چار کنکدہ سے صرف اس کی محنت اور مہارت مطلوب ہے تو یہ معاہدہ
اصحناغ نہیں ہوگا اس صورت میں یہ اجارے کا عقد ہوگا۔ جس کے ذریعے کسی شخص
کی خدمت ایک متعین معاوضے کے بدلے میں حاصل کی جاتی ہیں۔

جب مطلوبہ چیز کو بائع چار کر لے تو اسے خریدار کے سامنے پیش کرنے
لتکھا، کے اس بارے میں اتفاق تھا کہ بائع نظر میں کہ اس مرحلے پر خریدار یہ بیع مسترد
کر سکتا ہے یا نہیں امام ابو حنیفہ کا یہ کہ یہ ہے کہ خریدار اور بیع دیکھنے پر رہنا

جائے گا اس طرح کے بعض جدید معاہدے ایک تفریری حق پر مشتمل ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں اگر چند کنندہ فراہمی میں ضمنی وقت سے تاخیر کر دے تو اس پر جرمانہ عائد ہو گا جس کا حساب عرصہ بنیاد پر کیا جائے گا کیا شرعاً بھی اس طرح کی کوئی تفریری حق شامل کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگرچہ فقہاء اصطلاح پر بحث کے دوران اس سوال پر خاموش نظر آتے ہیں لیکن انہوں نے اس طرح کی شرط کو اہل سے میں جائز قرار دیا ہے، فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے پکڑوں کی سہولتی کے لئے کسی عیال کی خدمات حاصل کرتا ہے تو فراہمی کے حساب سے اجرت مختلف ہو سکتی ہے، مستاجر (جو پکڑے سولانا چاہتا ہے) یہ کہ سکتا ہے کہ اگر عیال ایک دن میں یہ پکڑے چند کر دے تو وہ سوراہے اجرت دے گا اور اگر وہ ۱۰ دن میں چند کرتا ہے تو وہ اسی (۸۰) روپے دے گا۔ (۱)

اسی طرح سے اصطلاح میں قیمت کو فراہمی کے وقت کے ساتھ منسلک کیا جاسکتا ہے، اگر فریقین اس بات پر متفق ہو جائیں کہ فراہمی میں تاخیر کی صورت میں فی یوم ضمنی مقدار میں قیمت کم ہو جائے گی تو یہ شرعاً جائز ہو گا۔
اصطلاح بطور طریقہ تمویل :

اصطلاح کو مخصوص معاہدوں میں تمویل کی سہولت فراہم کرنے کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے، خاص طور پر پاس ملڈنگ ڈاکٹائرس کے شعبے میں۔
 اگر کلائنٹ کے پاس اپنی زمین ہے اور وہ گھر کی تعمیر کے لئے تمویل چاہتا ہے تو تمویل کار اس کھلی زمین پر اصطلاح کی بنیاد پر گھر تعمیر کر دینے کی ذمہ داری قبول کر سکتا ہے اور اگر کلائنٹ کے پاس اپنی زمین نہیں ہے اور وہ زمین بھی خریدے گا

ہاجتا ہے تو بھی قبول کار یہ ذمہ داری قبول کر سکتا ہے کہ وہ اسے زمین کے ایسے قصبے پر خیر شدہ گھر مہیا کرے گا جس کی تفصیلات پہلے سے طے کر لی گئی ہوں۔

چونکہ اصطلاح میں یہ ضروری نہیں کہ قیمت قطعی لوا کی جائے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ بیع پر قبضے کے وقت لوا کی جائے (بلکہ قیمت فریقین کے طے شدہ معاہدے کے مطابق کسی بھی وقت تک حاصل ہو سکتی ہے۔) لہذا اس لئے فریقین اس طرح چاہیں قیمت کی لوائیگی کا وقت اس کے مطابق طے کیا جاسکتا ہے، قیمتوں کی لوائیگی سطحوں میں بھی ہو سکتی ہے۔

یہ بھی ضروری نہیں کہ قبول کار گھر کی خود خیر کرے بلکہ وہ کسی تیسرے فریق کے ساتھ متوازی اصطلاح کے معاہدے میں بھی داخل ہو سکتا ہے یا وہ کسی چھپے دہری خدایت بھی حاصل کر سکتا ہے (جو کلائٹ کے علاوہ ہو، کلائٹوں صورتوں میں وہ لائٹ کا سبب بنا کر اصطلاح کی قیمت کا قصین اس انداز سے کر سکتا ہے کہ اس سے اسے لائٹ پر مستقل منافع حاصل ہو جائے اس صورت میں کلائٹ کی طرف سے سطحوں کی لوائیگی میں اس وقت سے بھی شروع ہو سکتی ہے جب فریقین نے معاہدے پر عمل کا سکا ہیں اور خیر کے دوران اور مکان کلائٹ کے حوالے سے جانے کے بعد بھی جاری رہ سکتی ہیں، سطحوں کی لوائیگی محفوظ جانے کے لئے زمین یا مکان یا کسی اور چاندیہ لو کا ملکیت ہمارے آئری قسط کی لوائیگی تک قبول کار کے پاس بطور قرضت کے رکھا جاسکتا ہے۔

قبول کار کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ معاہدے میں طے شدہ بیانات کے بالکل مطابق مکان خیر کرے، کسی بھی فرق کی صورت میں ہر غیبا لڑچہ جو اسے

معاہدے کی شرائط کے مطابق بنانے کے لئے ضروری ہو تو قومی کار کو برداشت کرنا پڑے گا۔

اصطلاح کے ذریعے کو منصوبوں کی قومی (Project Financing) کے لئے بھی اسی قیود پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اگر کوئی کار تحت اپنی فیکٹری میں ایئر کنڈیشن پلانٹ لگوانا چاہتا ہے اور پلانٹ خرید کرنے کی ضرورت ہے تو قومی کار اصطلاح کے معاہدے کے ذریعے پہلے جان کر، طریق کار کے مطابق پلانٹ سہا کرنے کی ذمہ داری قبول کر سکتا ہے اسی طرح اصطلاح کے معاہدے کو کسی پبلک یا شاہروہی تعمیر کے لئے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔

جدید BOT معاہدات (مزید 'ہیلاڈ اور منتقل کردار) کو بھی اصطلاح کی بنیادوں پر تشکیل دیا جاسکتا ہے اگر کوئی حکومت ایک پبلک سے تعمیر کرنا چاہتی ہے تو وہ سڑک بنانے والی کمپنی کے ساتھ اصطلاح کا عقد کر سکتی ہے اور قیمت کے طور پر اسے مخصوص مدت تک شاہروہ کو چلانے اور فول (roll) حاصل کرنے کا اختیار دیا جاسکتا ہے۔

اسلامی سرمایہ کاری فنڈ

اسلامی سرمایہ کاری فنڈ کے متعلق شرعی اصول:

اس باب میں "اسلامی سرمایہ کاری فنڈ" (Islamic Investment

Funds) کی اصطلاح سے مراد ایسا مشترکہ حوض ہے جس میں سرمایہ کار اپنی ضرورت سے زائد رقم بھیجی جاتی رہتی رہتی شامل کرتے ہیں تاکہ ان رقم سے حلال منافع حاصل کرنے کے لئے اسلامی شریعت کے بالکل مطابق سرمایہ کاری کی جائے۔ رقم لگانے والوں کو کوئی ایسی دستاویز بھی دی جاسکتی ہے جو ان کی شامل کردہ رقم کی تصدیق کرے اور انہیں فنڈ کو عملاً حاصل ہونے والے منافع میں ان کے حصے کے تناسب سے نفع کا حق دار ٹھہرائے۔ اس دستاویز کو سرٹیفکیٹ 'نوٹ' شیئرز یا کوئی اور نام دیا جاسکتا ہے لیکن ان کا شرعی جو لازم و شرطوں کے ساتھ مشروط ہوگا۔

پہلی شرط یہ ہے کہ ان (سرٹیفکیٹس) کی کسی ہوئی قیمت (Face Value)

ہو (یعنی) کے حوالے سے ایک خاص نفع صحیحین کرنے کی بجائے یہ لازمی ہے کہ فنڈ کو حاصل ہونے والے حقیقی منافع کا ایک تناسب حصہ ان کو حاصل ہو لہذا نہ تو اصل رقم کی صورت میں اصل رقم کے ساتھ منسلک کسی صحیحین نفع کی ضمانت دی جاسکتی ہے فنڈ میں رقم شامل کرنے والوں کو اس واضح تصور کے ساتھ شامل ہونا چاہئے کہ انہیں حاصل ہونے والا فائدہ فنڈ کو حقیقتاً حاصل ہونے والے نفع یا نفع کے حصوں کے ساتھ منسلک ہے اگر فنڈ کو زیادہ نفع حاصل ہوگا تو ان کا نفع بھی اس نسبت سے بڑھ جائے گا۔ لیکن اگر فنڈ کو نقصان ہو جائے تو انہیں اس نقصان میں بھی شریک ہونا ہوگا اور یہ کہ نقصان فنڈ کی انتظامیہ کی کسی غفلت یا بد نظمی کی وجہ

سے ہو اور اس صورت میں فنڈ نہیں بلکہ فنڈ کی اچھا سی آکسیجن چرکڑنے کی اور
اور ہو گی۔

دوسری شرط یہ ہے کہ بنیاد رقم انشسی کی تھی ہے وہ شرط کاغذی قبول کردہ ہر
میں لگائی جانے اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف سرمایہ کاری کا شعبہ ہی نہیں بلکہ
جنی مشروطن پر معادہ ہوا ہے ان کا بھی اسلامی اصولوں کے مطابق ہونا ضروری ہے۔
ان بنیادی تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اسلامی سرمایہ کاری فنڈ سرمایہ
کاری کے مختلف ذرائع کو اختیار کر سکتے ہیں جن پر ذیل میں مختصر ملاحظہ کی جاتی ہے۔

ایکوئیٹی فنڈ (Equity Fund):

ایکوئیٹی فنڈ میں رقم جو اسٹاک کمپنیوں کے شیئرز میں لگائی جاتی ہے
منافع بنیادی طور پر کمزور کمپنی (Capital Gain) کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے
یعنی شیئرز خرید کر اور ان کی قیمتیں بڑھ جانے پر انہیں بیچ کر۔ حلفہ کمپنیوں کی
طرف سے تقسیم کئے جانے والے منافع مقررہ (Dividends) کے ذریعے بھی
نفع حاصل کیا جاتا ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ اگر کمپنی کا بنیادی کردہ شرط کا ناجائز ہے تو اسلامی فنڈ
کے لئے اس کے حصص خریدنا اپنے پاس رکھنا یا انہیں بیچنا جائز نہیں ہو گا اس لئے
کہ اس کا متعلق تجزیہ شیئرز ہولڈر کا ناجائز کردہ میں برآمد است کوٹ ہو گا۔

اسی طرح معاصر علماء اس بات پر بھی تقریباً متفق ہیں کہ اگر کسی کمپنی
کے تمام معاملات شریعت کے مکمل طور پر مطابق ہیں جس میں یہ بات بھی شامل
ہے کہ وہ کمپنی نہ تو سودی قرضہ لیتی ہے اور نہ ہی اپنی درآمد و قوم سودی کمپنیوں میں
رکھتی ہے تو اس کے شیئرز خریدنا اپنے پاس رکھنا اور انہیں بیچنا بغیر کسی شرعی

دکھات کے جائز ہے۔ لیکن پھر اس طرح کی کمپنیاں موجود ہزار ہائے حصص میں بہت دور ہیں۔ تقریباً تمام کمپنیاں کسی نہ کسی طرح کسی ایسی سرگرمی میں ملوث ہوتی ہیں جو شرعی احکام کے خلاف ہوتی ہے اگرچہ ان کا بنیادی کاروبار حلال ہو تب بھی وہ سودی قرضے لیتی ہیں وہ سری طرف وہ اپنی زائد و قوم سودی کھاتوں میں رکھواتی ہیں یا ان سے سودی یا ہزار ہا شکات خریدتی ہیں۔

موجودہ صدی میں اس طرح کی کمپنیوں کا مسئلہ باہرین شریعت کے درمیان زیر بحث رہا ہے۔ علماء کی ایک جماعت کا عقیدہ نظر یہ ہے کہ کسی مسلمان کے لئے اس طرح کی کمپنیوں کے حصص کا لین دین کرنا جائز نہیں ہے اگرچہ اس کمپنی کا بنیادی کاروبار حلال ہو۔ ان کا بنیادی استدلال یہ ہے کہ ایک کمپنی کا شیئرز ہولڈر اس کمپنی کا شریک ہے اور اسلامی فقہ کی رو سے ہر شریک اس کاروبار کے بارے میں دوسرے شرکا کو اکلیل ہوتا ہے لہذا اصل کسی کمپنی کے شیئرز کا خریدنا ہی شیئرز ہولڈر کی طرف سے کمپنی کو یہ اختیار دینا ہے کہ جس طرح کمپنی کی انتظامیہ مناسب سمجھے اپنا کاروبار جاری رکھے اگر شیئرز ہولڈر کو یہ معلوم ہے کہ کمپنی کسی غیر اسلامی معاملے میں ملوث ہوتی ہے لیکن پھر بھی وہ اس کمپنی کے شیئرز اپنے پاس رکھتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے اس کمپنی کو اس غیر اسلامی معاملے کو جاری رکھنے کا اختیار دے دیا ہے اس صورت میں نہ صرف یہ کہ اسے غیر اسلامی معاملے پر دشنام دہی ظاہر کرنے کا گناہ ہو گا بلکہ وہ معاملہ بھی بجا طور پر اس کی طرف منسوب ہو گا۔ اس لئے کہ کمپنی مطلقاً اس کے دیئے ہوئے اختیار کے تحت ہی کام کر رہی ہے۔

مزید برآں یہ کہ جب کسی کمپنی کی تمام سودی فیادوں پر کی جاتی ہے تو ان کے کاروبار میں لگائے گئے فنڈز خاص نہیں رہتے اسی طرح کمپنی اپنے ونگ

میں جمع کرائے ہوئے پیسوں پر سود وصول کرتی ہے تو اداکاران کی آمدن میں تاجدار
 عنصر شامل ہو جاتا ہے جو کہ منافع منقسم (Dividends) کے ذریعے شیئر
 ہولڈرز میں تقسیم ہوگا۔

لیکن موجودہ دور کے علماء کی بڑی تعداد اس نقطہ نظر کی حمایت نہیں
 کرتی ان کی دلیل یہ ہے کہ ایک جو انٹرنیٹ سٹاک کمپنی بنیادی طور پر سادہ شراکت
 (Partnership) سے مختلف ہے، عام شراکت میں پالیسی فیصلے تمام شرکاء کی
 رضامندی سے کئے جاتے ہیں اور ہر شریک کو کاروبار کی پالیسی کے بارے میں ویٹو
 پاور حاصل ہوتی ہے اس لئے شراکت کے سادے کام بجا طور پر تمام شرکاء کی
 طرف منسوب ہوتے ہیں اس کے برعکس جو انٹرنیٹ سٹاک کمپنی میں فیصلے اکثریت
 کے ذریعے ہوتے ہیں، کمپنی چونکہ شیئر ہولڈرز کی بہت بڑی تعداد پر مشتمل ہوتی
 ہے اس لئے ہر شیئر ہولڈر کو ویٹو پاور نہیں دے سکتی، شیئر ہولڈرز کی انفرادی
 آراء اکثریتی فیصلے کے ذریعے مسترد ہو سکتی ہیں اس لئے کمپنی کا ہر کام ہر شیئر
 ہولڈر کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی شیئر ہولڈر سالانہ اجلاس عمومی
 (A.G.M.) میں کسی خاص معاملے پر اپنا اعتراض اٹھاتا ہے لیکن اس کے اعتراض
 کو اکثریت مسترد کر دیتی ہے تو یہ نتیجہ کارنامہ درست نہیں ہوگا کہ اس نے اپنی
 انفرادی حیثیت سے اس معاملے کی اجازت دے دی ہے۔ خاص طور پر جبکہ وہ اس
 معاملے سے حاصل ہونے والی آمدن سے بچنے کا بھی ملوکار رکھتا ہے۔

لہذا کوئی کمپنی حلال کاروبار کر رہی ہے لیکن اپنی ذات کو ضرورت و قوم
 سودی کاروبار میں رکھتی ہے جہاں سے قرضہ سی غرضی آمدن سود کی بھی حاصل
 ہو جاتی ہے تو اس سے کمپنی کا سادہ کاروبار تاجدار نہیں ہو جائے گا اب اگر کوئی
 شخص اس کمپنی کے حصص اس واضح نیت کے ساتھ حاصل کرتا ہے کہ وہ اس غرضی

معاوضے کی بھی طاقت کرنے کا اور نفع (Dividend) کے اتنے حصے کو وہ اپنے استعمال میں نہیں لے سکتے گا تو یہ بات کہیے کی جاسکتی ہے کہ اس نے سودی معاوضے کی اجازت دی ہے اور اس معاوضے کو اپنی طرف کیسے منسوب کیا جاسکتا ہے۔

اس طرح کی کئی کے معاملات کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ یہ کئی بعض لوگوں یا عوامی اداروں سے قرض لیتی ہے اور قرضے عموماً سودی ہوتے ہیں یہاں پر بھی وہی اصول لاگو ہوگا اگر کوئی شیئر ہولڈر ذاتی طور پر اس طرح قرض لینے سے حلق نہیں ہے لیکن اکثریت کی وجہ سے اس کی بات کو مسترد کر دیا گیا ہے تو یہ قرض لینا اس کی طرف منسوب نہیں ہوگا۔

حکومت اسلامی اصولوں کے مطابق اگرچہ سودی قرض لینا بڑا خطرناک مسئلہ کا کام ہے جس کا وہ اکثریت میں جواب دہ ہوگا لیکن اس مسئلہ کے کام کی وجہ سے قرض لینے والے کا سداکار وہاں حرام اور ناجائز نہیں ہو جائے گا بلکہ قرض لی ہوئی رقم پر تک قرض لینے والے کی ملک رکھی جاتی ہے اس لئے اس رقم سے جو چیز خریدی جائے گی وہ حرام نہیں ہوگی اس لئے سودی قرض لینے کی ذمہ داری اسی شخص پر ماند ہوگی جو قصداً سودی معاوضے میں ملوث ہوا ہے لیکن اس سے کئی کا سداکار وہاں ناجائز نہیں ہوگا۔

شیئرز میں سرمایہ کاری کے لئے شرائط :

۱۔ گورننگ بڈ کی روشنی میں کمپنیوں کے حصص کا کاروبار مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ شرعاً قابل قبول ہے :

۱۔ کمپنی کا مرکزی کاروبار شریعت کے خلاف نہیں ہے اس لئے ایسی کمپنیوں کے حصص حاصل کرنا جائز نہیں ہے جو سود کی بنیاد پر قومی خدمات فراہم

کرتی ہیں۔ جیسے بھگت، انشورنس کمپنیوں کے حصص، یا ایسی کمپنیوں کے حصص جو کسی اور ناجائز کاروبار میں ملوث ہیں، جیسے وہ کمپنیاں جو شراب، قمار، حرام گوشت پیدا کرتی یا بیچتی ہیں، یا وہ جو بوائے گلاب کی سرگرمیوں اور لاشی و غیرہ میں ملوث ہیں۔

۲۔ اگر کمپنی کا مرکزی کاروبار حلال ہے مگر آٹھ سو بائیس فیصد تکلی و غیرہ کا کاروبار بھی ہے، وہ کمپنی اپنا جائیداد ضرورت سرکاری اکاؤنٹ میں رکھوتی ہے یا سودی ترے لیتی ہے تو شیئرز ہولڈر، لازم ہے کہ وہ اس طرح کے معاملات کے خلاف اپنی داپسندہ گی کا اظہار کر دے، جس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ کمپنی کے سالانہ اجلاس عام میں اس طرح کی سرگرمیوں کے خلاف توثیق لگائے۔

۳۔ اگر کمپنی کی آمدن میں سودی کمپنوں سے حاصل ہونے والی رقم کدوں بھی شامل ہے تو شیئرز ہولڈر کو اس کے لئے منافع میں سے اس تناسب سے نفع کا حصہ خیرات کر دیا جائے اور شیئرز ہولڈر خود اس کا فائدہ نہ لگائے، مثلاً اگر کمپنی کے کل منافع میں سے پانچ فیصد اسے سودی کمپنوں سے حاصل ہوا ہے تو نفع کا پانچ فیصد خیرات کر دیا جائے۔

۴۔ کسی کمپنی کے شیئرز اسی صورت میں قابلِ حوالہ ہیں جبکہ وہ کمپنی بلکہ غیر نقد اثاثہ جات کی بھی مالک ہو، مگر کمپنی کے سدا سے ایسا جات سیال فنل میں ہیں یعنی ذہ (Money) کی فنل میں ہیں تو اس کے شیئرز کس بھی قیمت پر ہی بیچے اور خریدا جاسکتے ہیں اس لئے کہ اس صورت میں شیئرز صرف نقد (Money) کی نمائندگی کرتا ہے، لہذا وہ کا حوالہ صرف برابر برائے ہی کیا جاتا ہے۔

کسی کہنی کے شیرز کے چارے کے چارے کے لئے چارہ ۱۵۰ جات کا کتا
 مناسب ہونا ضروری ہے؟ اس سوال کے بارے میں معاصر علماء کے مختلف نقطہ
 ہائے نظر ہیں بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ چارہ ۱۵۰ جات کی نسبت کم از کم ۱۵۰
 ضروری ہونی چاہئے اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر چارہ ۱۵۰ جات ۱۵۰ سے کم ہونے
 تو اکثر اچھے سیال فضل میں ہوں گے اس لئے تمام ۱۵۰ جات پر سیال والا عجم ہی
 جاری ہوگا اس لئے کہ غذا کا قاعدہ ہے:

للا تکر حکم الحکمل

”اکثر کے ساتھ کل وہی معاملہ کیا جاتا ہے“

بعض دوسرے علماء کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اگر کسی کہنی کے چارہ ۱۵۰
 ۳۳۳ بھی ہیں تب بھی ان کا لین دین ہو سکتا ہے۔

تیسرا نقطہ نظر فقہ حنفی پر مبنی ہے ’فقہ حنفی کا اصول یہ ہے کہ اگر کوئی
 ۱۵۰ نقد اور غیر نقد پر مشتمل ہو تو اس کے نقد حصے کی نسبت سے قطع نظر اس کی
 خرید و فروخت کی جاسکتی ہے انہیں اس اصول کی دو شرطیں ہیں:

پہلی شرط یہ ہے کہ اس مجموعے میں چارہ ۱۵۰ کے حصہ ہائیکل ہی معمولی
 نہ ہو جس کا مطلب یہ ہے کہ چارہ ۱۵۰ معتد بہ اور قابل ذکر نسبت میں ہونا
 چاہئے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ مجموعے کی قیمت اس میں شامل سیال اچھے سے
 زیادہ ہونی چاہئے مثال کے طور پر اگر ۱۰۰ اذار کا شیر ۵۰۰ اذار اور کچھ چارہ ۱۵۰
 کی تعداد کی کر ۲۰۰ ہے تو شیر کی قیمت ۵۰۰ اذار سے زائد ہونی چاہئے اس صورت
 میں اگر شیر کی قیمت ۱۰۰ اذار مقرر کی گئی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا ۵۰۰ اذار تو
 ۵۰۰ اذار کے بدلے میں آئے ہو باقی ۳۰۰ اذار چارہ ۱۵۰ کے بدلے میں ہیں اس

کے برخلاف اس شیئر کی قیمت اگر ۵۰ ڈالر مقرر کی جاتی ہے تو یہ جائز نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اس صورت میں شیئر کے ۵۰ ڈالر ایک رقم کے بدلے میں ہوں گے جو ۵۰ ڈالر سے کم ہے۔ بدلے کی یہ قسم رہائی تعریف میں داخل ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔ اسی طرح مذکورہ مثال میں اگر شیئر کی قیمت ۵۰ ڈالر مقرر کی جاتی ہے تو یہ بھی جائز نہیں ہوگا اس لئے کہ اگر ہم یہ فرض کریں کہ ۵۰ ڈالر شیئر کے ۵۰ ڈالر کے بدلے میں ہیں تو شیئر کی پشت پر پائے جانے والے جلد ۱۰۰۰ بات کی طرف قیمت کا کوئی حصہ منسوب نہیں ہوگا اس لئے قیمت (۵۰ ڈالر) کا یکہ نہ یکہ لڑا شیئر کے جلد اثاثوں کے بدلے میں محصور ہوگا اس لئے یہ عقد صحیح نہیں ہوگا لیکن عملی طور پر یہ عمل نظریاتی احتمال ہی ہے اس لئے کہ ایسی صورت حال کا تصور مشکل ہے جس میں شیئر کی قیمت سیال اثاثوں سے بھی کم ہو جائے۔

من شریک کے ساتھ شیئر کی خرید و فروخت شرعاً جائز ہے اس ذیل پر اسلاف انکو بی فیڈ قائم کیا جاسکتا ہے۔ فیڈ میں پیسے والے شرعی طور پر باہم شریک محصور ہوں گے۔ مثال کی مٹی تمام قوم سے ایک مشورہ کو حوصلہ میں جانے کا اور اسے مختلف کمپنیوں کے شیئرز کی خرید و فروشی کے لئے استعمال کیا جانے کا نفع۔ مختلف کمپنیوں کی طرف سے تقسیم کئے گئے منافع محصور (Dividends) سے بھی حاصل کیا جاسکتا ہے اور حصص کی قیمتوں میں اضافے کے ذریعے سے بھی۔ پہلی صورت میں یعنی جب نفع کمپنیوں کے تقسیم شدہ منافع کے ذریعے حاصل کیا جائے منافع کا وہ خاص تناسب غیرت کرنا ضروری ہوگا جو کمپنی کو سود کے ذریعے حاصل ہونے والے نفع کے بدلے میں ہے۔ محاصر اسلاف فیڈ نے اس طریق کار کے لئے Purification (خالص کرنا پاک کرنا) کی اصطلاح وضع کی ہے۔ (مرد و ترے میں "تخلیص" کی اصطلاح استعمال کی جائے گی۔)

محاصرہ عطاء کا اس صورت میں تسلیم کے ضروری ہونے پر اسے ہونے کے بارے میں اختلاف ہے جبکہ نفع Capital Gain کے ذریعے سے حاصل کیا گیا ہو (یعنی سستی قیمت پر شیئرز خریدا کر اور انہیں سستی قیمت پر بیچ کر) بعض عطاء کی رائے ہے کہ اگر نفع حصص کی خرید و فروخت (Capital Gain) کے ذریعے سے حاصل کیا گیا ہو بھی تسلیم کا عمل ضروری ہے اس لئے کہ شیئرز کی ہزاری قیمت میں سود کا عنصر بھی متضمن ہو سکتا ہے جو کمپنی کے اثاثہ جات میں شامل ہے۔ دوسرے نقطہ نظر یہ ہے کہ اگر شیئرز بیچ دیا گیا ہے تو اب کسی تسلیم کی ضرورت نہیں ہے اگرچہ بیچنے کے نتیجے میں نفع بھی حاصل ہوا ہو۔ دلیل یہ ہے کہ شیئرز کی قیمت نے کسی متعین حصے کو اس سود کے ساتھ خاص قرار نہیں دیا جاسکتا جو کمپنی کو حاصل ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ اگر حلال شیئرز کی تمام شرحوں کا خیال رکھا گیا ہے تو کمپنی کے اکثر اثاثہ جات حلال ہیں اس کے اثاثوں کا ایک بہت معمولی حصہ ہی باہر کا ہو سکتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حاصل ہوا سود یہ معمولی سا تناسب صرف اتنا نہیں کہ غیر معلوم ہے بلکہ کمپنی کے باقی اکثر اثاثوں کے مقابلے میں نظر انداز کرنے کے قابل ہے اس لئے شیئرز کی قیمت اور حقیقت کمپنی کے ان اکثر اثاثوں کے مقابلے میں ہے نہ کہ ان معمولی تناسب کے مقابلے میں اس لئے شیئرز کی پوری یا پوری قیمت کو صرف حلال اثاثوں کی قیمت قرار دیا جاسکتا ہے۔

اگرچہ دوسرے نقطہ نظر بھی یہ بات نہیں ہے لیکن پھر اس نقطہ نظر زیادہ متباد اور شک و شبہ سے زیادہ دور ہے۔ یہ نقطہ نظر اوپن اینڈڈ (Open Ended Fund) (جو فنڈ کی طرف سے یا فنڈ سے فنڈز سے یا فنڈ واپار کر کے لے گا اور ہو) میں زیادہ مضبوط ہے اس لئے کہ اگر شیئرز کی قیمت میں اضافے والے نفع میں تسلیم نہیں کی جاتی اور کوئی شخص اپنا فنڈ کا پورے وقت میں (Re-

(deem) کرتا ہے جبکہ فنڈ نے اپنے پاس موجود شیئرز میں سے کسی پر سالانہ منفعہ (Dividend) حاصل نہیں کیا تو اس پر نوٹ کی دہائی کے وقت (یعنی نوٹ ہولڈر کو اس کے پیسے لو کر تے وقت) اس کی قیمت میں سے تقصیر کی بنیاد پر کوئی کمی نہیں کی جائے گی بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ فنڈ کے پاس موجود حصص کی قیمت میں اضافے کی وجہ سے نوٹ کی قیمت میں بھی اضافہ ہو گیا ہو۔ اس کے برعکس اگر کوئی شخص اپنا نوٹ اس وقت واپس کرتا ہے جبکہ فنڈ کچھ سالانہ منافع (Dividend) حاصل کر چکا ہے اور اس میں سے تقصیر کی رقم نکالی جائیگی ہے جس کی وجہ سے ہر نوٹ کے باقی ماند آنے والے اضافہ جات میں کمی ہو گئی ہے تو اس شخص کو جس وقت پہلے شخص کے نوٹ کی رقم قیمت وصول ہوتی ہے۔

اس کے برخلاف اگر تقصیر دیکھنے کی بھی ہو اور قیمت بڑھنے سے حاصل ہونے والے منفعہ پر بھی تو تقصیر (Purification) کی رقم کی حساسی کے حوالے سے تمام نوٹ ہولڈرز کے ساتھ یکساں سلوک ہو گا اس لئے کھوٹا نہیں ہو گا بلکہ تقصیر کرنا صرف یہ نہیں کہ غلط وقت سے خالی ہے بلکہ تمام نوٹ ہولڈرز کے لئے زیادہ مسدود ہے یہ تقصیر کبھی کو سالانہ حاصل ہونے والے سود کی قسط کی بنیاد پر کی جاسکتی ہے۔ (یعنی یہ دیکھا جائے کہ کبھی کو قسط کا سود حاصل ہوتا ہے یا نہ)۔

فنڈ کی انتظامیہ کا معاوضہ:

فنڈ کا نظم و نسق دو مختلف طریقوں سے چلایا جاسکتا ہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ انتظامیہ رقم لگانے والوں (یعنی نوٹ ہولڈرز) کے لئے بطور مضامین کام کرے اس صورت میں فنڈ کو حاصل ہونے والے سالانہ منافع میں سے انھیں بھرتہ حساب انتظامیہ کے معاوضے کے طور پر سطر کیا جاسکتا ہے جس کا مطلب یہ

ہوگا کہ انتظامیہ کو اس کا حصہ ہی سہ ہے جس لیے گا جنک فز کو کوئی نفع حاصل ہوگا اگر فز کو کوئی نفع حاصل نہیں ہوا تو انتظامیہ بھی کسی چیز کی حق دار نہیں ہوگی نفع کے بڑھنے سے انتظامیہ کا حصہ بھی بڑھ جائے گا۔

دوسرا طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ انتخابی شرکاء کے وکیل کے طور پر کام کرے۔ اس صورت میں انتخابی کو اس کی خدمات کے عوض پہلے سے طے شدہ فیس دی جاسکتی ہے۔ یہ فیس یکمشت بھی ہو سکتی ہے اور ماہانہ یا سالانہ ادائیگی کی صورت میں بھی۔ موجودہ دور کے علماء شریعت کے مطابق یہ فیس اخذ کے احکامات کی صافی باریت کی کسی خاص نسبت پر بھی مبنی ہو سکتی ہے مثلاً یہ طے کیا جاسکتا ہے کہ انتخابی اخذ کے احکامات کی صافی باریت کا ۵۰٪ یا ۳۰٪ یا ۲۰٪ یا ۱۰٪ سال کے آخر میں ملے گی۔ (۱۵)

عام فہم کا آغاز کرنے سے پہلے مذکورہ طریقوں میں سے کسی کا طے ہو جانا ضروری ہے۔ اس کا عملی طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ فہم کی پراسٹیکس میں یہ واضح کر دیا جائے کہ انتظامیہ کا مہدوفہ کس بنیاد پر لیا گیا جائے گا، عموماً یہی تصور کیا جاتا ہے کہ جو شخص بھی فہم میں اپنا حصہ ڈالتا ہے وہ پراسٹیکس میں مذکورہ شرائط سے متعلق ہوتا ہے اس لئے (پراسٹیکس میں مہدوفہ کا طریقہ درج ہونے کی صورت میں) اس طریقے کے بارے میں بھی یہی سمجھا جائے گا کہ اس سے تمام شرکاء نے اتفاق کر لیا ہے۔

(۱) اس کو حسد (دعائے) کے مطابق ہونے کی وجہ سے درست قرار دیا جاسکتا ہے اس لئے کہ اس کی (دعائے) کی صورت ایسا ہے کہ جب بھی پڑھا جائے۔

اجارہ عقد:

اسلامی عقد کی ایک اور صورت اجارہ عقد بھی ہو سکتی ہے۔ "اجارہ" کا معنی ہے کرائے پر دینا اس کے قیام پر اسی کتاب کے تیسرے باب میں بحث کی جا چکی ہے۔ اس عقد میں لوگوں کی جمع شدہ رقوم کو جائیداد "موثر گھڑیاں اور دوسرا ساز و سامان خریدنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے تاکہ انہیں استعمال کو کرائے پر دیا جائے۔ ان اثاثوں کا مالک عقد ہی رہتا ہے اور استعمال کنندگان سے کرایہ لیا جاتا ہے۔ اور یہ کرایہ عقد کے لئے آئین کا دارمیر ہوتا ہے جو کہ رقم لگانے والوں (Subscribers) میں ان کے حصوں کے مطابق تقسیم ہو جاتی ہے۔ ہر حصہ دار (Sub-scriber) کو ایک سرٹیفکیٹ دیا جاتا ہے جو کہ کرائے پر دینے والے اثاثوں میں اس کی مناسب ملکیت کا ثبوت ہے اور اسے آئین میں حصہ رسد کی کے حق دار ہونے کو چھٹی دیتا ہے۔ ان سرٹیفکیٹس کو "سک" کہا جاسکتا ہے جو کہ قدیم اسلامی عقد میں ایک متعارف اصطلاح ہے۔ چونکہ یہ صوبہ (سک کی جمع) ان کے مالکین کی حق اور باری اثاثوں میں مناسب ملکیت کی نمائندگی کرتے ہیں نہ کہ یہی اثاثوں یا دیون کی اس لئے مکمل طور پر قابل قبول ہیں اور قانونی ہذا میں ان کی خرید و فروخت کی جاسکتی ہے۔ جو شخص اس سک کو خریدتا ہے وہ حلقہ اثاثوں کی مناسب ملکیت میں بیٹھنے والے کے قائم مقام ہو جاتا ہے اور اصل حصہ ڈالنے والے کے حقوق و ذمہ داریاں اس کی طرف منتقل ہو جاتی ہیں۔ ان صوبہ کی قیمت ہذا کی قوتوں (طلب و رسد) کی بنیاد پر متعین ہوتی ہیں اور عام طور پر ان کی توقع بخشی پر مبنی ہوتی ہیں۔

تاہم یہ ذہن میں رہنا چاہئے کہ اجارہ (Lease) کے تمام معاہدوں کا

شرعی اصولوں کے مطابق ہونا ضروری ہے جو کہ عمارت رائج قبولی اجارے (Ft) Financial Lease سے مختلف ہیں۔ دونوں میں فرق کے نکات اس کتاب کے تیسرے باب میں تفصیل سے بیان کئے جا چکے ہیں، تاہم چند بنیادی اصول یہی مختصر بیان کے ہوتے ہیں۔

۱۔ لیز (اجارہ) پر دیا گیا اجازت استعمال رکھتا ہو اور کرایہ اس وقت سے وصول کیا جائے جب یہ حق استعمال مستاجر (Lessee) کو دے دیا گیا ہو۔
 ۲۔ اجارہ پر دیا گیا اجازت اس نوعیت کا ہو کہ اس کا حامل اور جائز استعمال ممکن ہو۔

۳۔ ملکیت کی وجہ سے جانک ہوئے وہی تمام اہم اہل و عیال کو مستاجر (Lessor) قبول کرے۔

۴۔ میں عقد کے آغاز ہی میں کرایہ مقرر اور فریقین کو معلوم ہونا چاہئے۔
 عقد کی اس قسم میں انتظامیہ حصہ داروں (Subscribers) کے وکیل کے طور پر کام کرے گی اور اسے اس کی خدمات کے عوض فیس (اجرت) دیا جائے گی، انتظامیہ کی فیس ایک مقررہ مقدار بھی ہو سکتی ہے اور وصول شدہ کرائے کا تناسب حصہ بھی، اکثر قسما کے مذہب کے مطابق اس طرح کا عقد "مضد" کی بنیاد پر تشکیل نہیں دیا جاسکتا اس لئے کہ وہ مذہب کے مطابق مضد، اشیاء کی خرید و فروخت تک محدود ہوتا ہے اور اسے خدمات (Services) یا اجارے کے کاروبار تک وسعت نہیں دی جاسکتی، لیکن عقد خلی کے مطابق مضد، اجارے اور خدمات پر بھی ہو سکتا ہے۔ بہت سے معاصر علماء نے اسی نقطہ نظر کو ترجیح دی ہے۔

۱۔ اشیاء کا فخذ:

اسلامی فخذ کی ایک اور صورت ”اشیاء کا فخذ“ ہو سکتی ہے، اس قسم کے فخذ میں حج شدہ رقوم کو مختلف اشیاء کی خرید و فروشی کے لئے استعمال کیا جائے گا تاکہ ایسی آکے بچا جائے کہ اس طرح بیچنے سے جو نفع حاصل ہو گا وہ فخذ کی آمدن ہوگی جو کہ پیسے شامل کرنے والوں (Subscribers) میں حصہ رسد کی تقسیم ہو جائے گی۔

اس فخذ کو شرعاً قابل قبول بنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ بیع کے بارے میں شرعی احکام کی پوری رعایت رکھی جائے مثلاً:

۱۔ بیع (چنی جانے والی چیز) بیع کے وقت بیچنے والے کی ملکیت میں ہو، اس لئے شائد محل جس میں کوئی شخص کوئی چیز اپنی ملکیت میں آنے سے پہلے ہی بیچ دیتا ہے، شرعاً جائز نہیں ہے۔

۲۔ مستقبل کی طرف منسوب بیع (Forward Sale) سوائے مسلم اور امصادع کے جائز نہیں ہے (مسلم اور امصادع کی تفصیل کے لئے پچھلا باب ملاحظہ ہو)۔

۳۔ جن اشیاء کا کاروبار ہو رہا ہے وہ حلال ہوں، اس لئے شراب، خنزیر اور دوسری حرام اشیاء کا کاروبار بھی ناجائز ہے۔

۴۔ بیچنے والا جس چیز کو بیچنا چاہتا ہے اس پر اس کا حسی یا معنوی قبضہ ہونا چاہئے (معنوی قبضے میں ہر ایسا فعل داخل ہے جس کے ذریعے اس چیز کا ضمان (Risk) دوسرے شخص کی طرف منتقل ہو جائے)۔

۵۔ اس چیز کی قیمت متعین اور فریقین کو معلوم ہونی چاہئے، ایسی قیمت جو غیر

ضمین ہو۔ ان کی غیر حقیقی حالت کے ساتھ منسلک ہو ان سے بچنا کامد ہو جاتی ہے۔

اس شرائط اور اس طرح کی دوسری شرائط جو اس کتاب کے دوسرے باب میں زیادہ تفصیل سے بیان ہوئی ہیں کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات آسانی سے سمجھی جاسکتی ہے کہ اشیاء کی مارکیٹ بالخصوص مستقل کی خرید و فروخت کی مارکیٹ (Financial Market) میں جو سود سے مروج ہیں وہ اس شرائط کی مطابق نہیں ہیں اس لئے اشیاء کا اسلامی فنڈ (Islamic Commodity Fund) اس طرح کے معاہدوں میں داخل نہیں ہو سکتا۔ جامم اگر اشیاء کے حقیقی سود سے ہوں جن میں مدکورہ بالا شرطوں سمیت تمام شرعی نکاحوں کی رعایت رکھی گئی ہو تو اشیاء کا فنڈ "Commodity Fund" قائم کیا جاسکتا ہے اس طرح کے فنڈ کے بزنس کی خرید و فروخت بھی ہو سکتی ہے بشرطیکہ ہر وقت فنڈ کی ملکیت میں کچھ اشیاء ہوں۔

مردھہ فنڈ:

مردھہ فنڈ کی ایک خاص قسم ہے جس میں اشیاء اصل مارکیٹ پر ذاتی منافع شامل کر کے بنی جاتی ہیں۔ فنڈ کی اس قسم کو اس دور کے اسلامی بینکوں اور مالیاتی اداروں نے بطور طریقہ قبول (Mode of Finance) اختیار کیا ہے۔ یہ بینک اپنے گاہک کے لئے کوئی چیز خریدتے ہیں اور اس گاہک کے ہاتھ مارکیٹ پر طے شدہ نسبت سے منفع کا اضافہ کر کے بوجھ بچا دیتے ہیں۔ اگر کوئی فنڈ اس طرح کی فنڈ کرنے کے لئے وجود میں آیا ہو تو اس کے بزنس جتنی ہمارے میں قابل خرید و فروخت نہیں ہوں گے۔ وجہ یہ ہے کہ مردھہ کی صورت میں عام طور پر

مالیاتی اموروں میں جو ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ 'ایسا خرچہ کرتے ہی خود نکالنا' کو بیج دی جاتی ہیں اور ٹوکلر ٹرانزیکشن کی بنیاد پر جو قیمت ہوتی ہے وہ نکالنا کے ذمہ واجب الادا دیں ہو جاتی ہے 'اس لئے مرادوں کا یہ مشترکہ فنڈ کسی حسی اور مادی اثاثے کا مالک نہیں ہے 'یہ مشترکہ فنڈ یا فنڈ رٹم پر مشتمل ہے یا قابل وصول دیون (Debts) پر 'اس لئے اس فنڈ کے بابت زر (Money) یا قابل وصول دیون کی نمائندگی کرتے ہیں اور جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا یہ دونوں چیزیں قابل جواز نہیں ہیں مگر ان کا رٹم کے بدلے میں جواز ہو تو وہ برابر قیمت پر ہونا ضروری ہے۔

بیج الدین:

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دین کی بیج شرعاً جائز ہے یا نہیں 'مگر کسی شخص کا دوسرے کے ذمہ دین ہے جو اس سے قابل وصول ہے اور وہ اس دین کو ڈسکانٹ (کم قیمت) پر چھپا چاہتا ہے 'جیسا کہ 'عموماً بٹری (Bill of Exchange) میں ہوتا ہے 'اسے شرعی اصطلاح میں بیج الدین کہتے ہیں 'قدیم فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ دین کی بیج ڈسکانٹ (کم قیمت پر) جائز نہیں ہے 'معاصر علماء کی بہت بڑی اکثریت کا بھی یہی نقطہ نظر ہے 'اہل مالکیہ کے بعض علماء اس طرح کی بیج کو جائز قرار دیتے ہیں 'یہ 'عموماً فنڈ خالص کے ایک قاعدے کا حوالہ دیتے ہیں جس میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ بیج الدین جائز ہے 'لیکن ان حضرات نے اس حقیقت کی طرف توجہ نہیں دی کہ خالص فقہاء نے بیج الدین کی اہلیت صرف اس صورت میں دی ہے جبکہ اسے برابر برابر بچا گیا ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ بیج الدین کی ممانعت دبا کی حرمت کا ایک منطقی نتیجہ ہے 'ایسا دین جو رٹم (Money) کی شکل میں قابل وصول ہو اس کا حکم بھی زر

(Money) والا ہوتا ہے اور جب دُر کے بدلے میں اسی نوعیت کے دُر کی بیچ ہو رہی ہو تو قیمت کا برابر برابر ہونا ضروری ہے، کسی بھی طرف سے کمی بیشی رہا کے مترادف ہوگی اور شریعت میں اس کی قطعاً اجازت نہیں دی جاسکتی۔

بعض علماء یہ استدلال کرتے ہیں کہ بیچ اللہ دین کی اجازت اس صورت تک منحصر ہے جبکہ دین کسی چیز کے بیچنے کی وجہ سے وجود میں آیا ہو اس صورت میں ان کے کہنے کے مطابق دین چنی ہوئی چیز کی نمائندگی کرتا ہے اور اس دین کی بیچ کو اس چیز کی بیچ ہی تصور کرنا چاہئے لیکن یہ دلیل بالکل بے وزن ہے اس لئے کہ ایک مرتبہ جب چیز کی بیچ ہوگئی تو اس کی ملکیت خریدار کی طرف منتقل ہوگئی اور اب وہ بیچنے والے کی ملکیت میں نہیں رہی، بیچنے والا جس چیز کا مالک ہے وہ صرف رقم (Money) ہے اس لئے اگر وہ دین کو بیچتا ہے تو وہ رقم (Money) ہی کی بیچ ہے اور اسے کسی بھی عقد سے چیز کی بیچ تصور نہیں کیا جاسکتا۔

یہی وجہ ہے کہ اس نقطہ نظر کو معاصر علماء کی بہت بڑی اکثریت نے قبول نہیں کیا، مجمع الفقہ الاسلامی جہو کہ ماہرین شریعت کی سب سے بڑی نمائندہ تنظیم ہے جس میں ملائیشیا سمیت تمام مسلمان ملکوں کے نمائندے شامل ہوتے ہیں اس نے بھی بیچ اللہ دین کی حرمت کو مختلف طور پر بطور کسی مخالفت کے قبول کیا ہے۔

مخلوط اسلامی فنڈ:

اسلامی فنڈ کی ایک صورت اور ہو سکتی ہے جس میں لوگوں کی لگائی رقم سرمایہ کاری کی مختلف اقسام جیسے انکوبینی، لیزنگ، (اجارہ) اشیاء کا کاروبار وغیرہ میں لگائی جائیں۔ اسے ”مخلوط اسلامی فنڈ“ (Mixed Islamic Fund) کہا جاسکتا

ہے۔ اس صورت میں اگر فنڈ کے حسی اور مادی اثاثے ۵۱% سے زائد اور سیال اثاثے اور دیون ۵۰% سے کم ہوں تو فنڈ کے یونٹ کاٹل خرید و فروخت ہوں گے۔ تاہم اگر سیال اثاثے اور دیون ۵۰% سے زائد ہیں تو اکثر معاصر علماء کی رائے کے مطابق ان کی تجارت نہیں ہو سکے گی۔ اس صورت میں ضروری ہے کہ یہ کلوز اینڈ (Close Ended Fund) ہو۔ (یعنی ایسا فنڈ جس کے یونٹ دوبارہ خریدنے کو فنڈ کی طرف سے محدود ہو)۔

محدود ذمہ داری کا تصور

محدود ذمہ داری (Limited Liability) کا تصور مسلمان ملکوں سمیت پوری جدید دنیا میں بڑے پیمانے کے تجدیدی اور صنعتی لوگوں کا ایک لائیک عنصر بن چکا ہے۔ اس باب کا مقصد اس تصور کی وضاحت کرنا اور اس کا شرعی نقطہ نظر سے جائزہ لینا ہے کہ کیا یہ تصور خالص اسلامی معیشت میں قابل قبول ہے یا نہیں۔

”محدود ذمہ داری“ جدید قانونی اور معاشی اصطلاح کے مطابق ایک ایسی صورت حال ہے جس میں کسی کاروبار کا شریک یا شیئر ہولڈر خود کو اس رقم سے زائد ذمہ داری اٹھانے سے محفوظ رکھتا ہے جو رقم اس نے محدود ذمہ داری والی کمپنی یا شراکت (Partnership) میں لگائی ہے۔ اگر کاروبار کو خسارہ ہو جاتا ہے تو ایک شیئر ہولڈر زیادہ سے زیادہ جو نقصان اٹھانے کا وہ یہ ہو گا کہ وہ اپنا اصل دس الیہل کھو بیٹھے گا لیکن یہ خسارہ اس کے ذاتی اثاثوں تک نہیں پہنچے گا۔ اور اگر کمپنی کے اثاثے اس کی (قرضوں وغیرہ کی) ذمہ داری سے ہیکوئی ہونے کے لئے کافی نہیں ہیں تو قرض خواہ شیئر ہولڈرز کے ذاتی اثاثوں سے اپنے قابل وصول جلیا جات وصول کرنے کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔

اگرچہ محدود ذمہ داری کے تصور کا اطلاق بعض ملکوں میں سب سے شراکت (Partnership) پر بھی کیا گیا تھا لیکن زیادہ تر اس کا اطلاق کمپنیوں اور کارپوریشنز (یعنی جنہیں قلعہ قانونی تسلیم کیا گیا ہو) پر ہوتا ہے۔ بلکہ شاید یہ کہنا درست ہو کہ محدود ذمہ داری کا تصور اصل میں انگریز ہی کارپوریشن ہذا اور جو انگریز شاہ کمپنیوں کے تصور سے ہوا ہے۔ اس تصور کے خلاف کرائے جاتے

کا بھاری تصور ہی یہ تھا کہ بڑے پیمانے کی مشترکہ کاروباری مسموں کی طرف زیادہ سے زیادہ تھو لو میں لوگوں کو راغب کیا جائے اور انہیں یہ یقین دلایا جائے کہ اگر وہ اپنی کمزوریوں سے ان کاروباری لوگوں میں سرمایہ کاری کریں گے تو ان کی ذاتی دولت خطرے میں نہیں ہوگی۔ عملی طور پر جدید کاروبار میں اس تصور نے طوق کو وسیع پیمانے پر سرمایہ کاروں کے بڑے سرمائے کو متحرک کرنے میں اہم طاقت ہو ثابت کیا ہے۔

یقیناً محدود ذمہ داری کا تصور شیئر ہولڈرز کے فائدے میں ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ قرض خواہوں (Creditors) کے لئے نقصان دہ بھی ہو سکتا ہے اگر ایک لمیٹڈ کمپنی کی ذمہ داریوں اس کے اثاثوں سے بڑھ جاتی ہیں۔ کمپنی ریجائیو ہو جاتی ہے اور اس کے نتیجے میں اس کی تحفہ (Liquidation) ہو جاتی ہے تو قرض خواہوں کو اپنے مطالبوں میں معتد بہ نقصان ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ وہ کمپنی کے اثاثوں کی سیل شدہ قیمت ہی وصول کر سکتے ہیں اور ان کے پاس باقی ماندہ مطالبات کمپنی کے شیئر ہولڈرز سے وصول کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ حتیٰ کہ کمپنی کے دائرہ کار میں جو اس بری صورت حال کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں انہیں بھی قرض خواہوں کے مطالبات پورا کرنے کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ محدود ذمہ داری کے تصور کا یہ پہلو ایسا ہے جو شرعی نقطہ نگاہ سے غور و فکر اور تحقیق کا تقاضا کرتا ہے۔

اگرچہ جدید جہداتی عمل میں محدود ذمہ داری کا تصور نیا ہے اور اسلامی فقہ کے اصل مراجع میں اس کا صریح تذکرہ نہیں ملتا لیکن کتاب و سنت اور اسلامی فقہ میں ملے کردہ قواعد و اصول کی روشنی میں اس کے حلق شرعی نقطہ نظر معلوم کیا جاسکتا ہے اس مقصد کے لئے ضرورت ہے کہ جو اجتہاد کی الجیت دیکھتے

جس وہ کسی قدر اجتہاد سے کام لیں، بسط یہ ہے کہ ماہرین شریعت یہ اجتہاد انتہائی سطح پر کریں لیکن اولین تقاضے کے طور پر کچھ انفرادی کوششیں بھی ہونی چاہئیں جو کہ انتہائی عمل کے لئے جلد کا کام دیں گی۔

راقم الحروف شریعت کا معمولی طالب علم ہونے کی حیثیت سے طویل عرصے سے اس مسئلے پر غور کر رہا ہے، اور اس مضمون میں جو کچھ پیش کیا جا رہا ہے اسے اس موضوع پر آخری فیصلہ نہیں سمجھنا چاہئے۔ یہ تو موضوع پر ابتدائی سوچ ہے اس مضمون کا مقصد مزید تحقیق کے لئے تیار فراہم کرنا ہے۔

محدود دائرہ داری کے سوال کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ جدید کارپوریٹ ہڈی کی قانونی شخصیت کے تصور کے ساتھ منسلک ہے، اس تصور کے مطابق ایک جوائنٹ شاک کمپنی بذات خود ایک مستقل وجود اور شخص کا درجہ رکھتی ہے جو اس کے شیئرز ہولڈرز کے انفرادی وجود اور شخص سے الگ ہے، یہ الگ وجود بطور فرضی شخص کے ایک قانونی شخصیت رکھتا ہے جو مدنی اور مدنی طریقہ بن سکتا ہے، معاہدے کر سکتا ہے، اپنے نام پر جائیداد رکھ سکتا ہے اور تمام معاہدات میں یہ عام شخص والا قانونی درجہ رکھتا ہے۔

یہ دہر کیا جاتا ہے کہ بنیادی سوال یہ ہے کہ کیا شرعاً "شخص قانونی" کا تصور قابل قبول ہے یا نہیں؟ اگر ایک دفعہ "شخص قانونی" کا تصور قبول کر لیا جائے اور یہ تسلیم کر لیا جائے کہ "شخص قانونی" کی فرضی نوعیت کے وجود اس کے نام پر ہونے والے معاہدات کے قانونی اثرات کے بارے میں اس کے ساتھ قدرتی شخص والا معاملہ کیا جائے اس بات کو اگر تسلیم کر لیا جائے تو ہمیں محدود دائرہ داری کا تصور بھی تسلیم کرنا ہو گا جو کہ پہلے تصور کا ایک "مطلبی نتیجہ" ہے۔ واضح ہے اگر حقیقی شخص یعنی ایک انسان دیا جائے جو کہ مر جائے تو اس کے قرض

خواہ اس کے پھوڑے ہوئے اثاثوں کے علاوہ کسی چیز پر دعوئی نہیں کر سکتے۔ اگر اس کی ذمہ داریاں اس کے اثاثوں سے بڑھ جاتی ہیں تو یقینی بات ہے کہ قرض خواہوں کو نقصان اٹھانا پڑے گا اور مفروضہ شخص کے مرنے کے بعد ان کے لئے چاہہ جوئی کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

اب اگر ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ایک کمپنی ایک شخص قانونی کی حیثیت سے وہی حقوق اور ذمہ داریاں رکھتی ہے جو ایک قدرتی شخص کے ہوتے ہیں تو دعوہ ایہ کمپنی پر بھی یہی اصول لاگو ہوگا کمپنی جب دعوہ ایہ ہو جاتی ہے تو اس کی مفصل (Liquidation) کی جاتی ہے اور کسی کمپنی کی مفصل (اس کے اٹھائے بیج کرختہ نقل میں تبدیل کرنا) ایک شخص کی موت کی طرح ہے اس لئے کہ مفصل کے بعد کمپنی مزید مرنے سے بچ سکتی رہ نہیں سکتی۔ جب ایک حقیقی شخص دعوہ ایہ ہو کر مر جاتا ہے تو اس کے قرض خواہ نقصان اٹھاتے ہیں تو شخص قانونی کے قرض خواہوں کا بھی نقصان ہو سکتا ہے جبکہ اس کی مفصل کے ذریعے اس کی قانونی عمر پوری ہو جاسکتی ہے۔

لہذا ایلوڈی وائل کی ہے کہ "شخص قانونی" کا تصور شرعاً کامل قول ہے یا نہیں۔ "شخص قانونی" جس کا تصور جدید معاشی اور قانونی نظام میں پڑا جاتا ہے اس پر اگرچہ اساسی فقہ کی کتابوں میں بحث نہیں کی گئی لیکن چند ایسی نظام موجود ہیں جن سے استنباط کر کے شخص قانونی کا تصور نکالا جاسکتا ہے۔

۱۔ وقف:

پہلی تعمیر وقف کی ہے وقف ایک دینی اور قانونی ادارہ ہے جس میں کوئی شخص اپنی جائیداد کا کچھ حصہ کسی دینی یا خیراتی مقصد کے ساتھ خاص کر دیتا ہے۔

جانیو کو جب وقت قلم دے دیا جائے تو وہ اب وقت کرنے والے کی حکیت نہیں رہتی، جن پر جانیو وقت کی گئی ہے وہ اس کے حق استعمال یا آدمی سے کا وہ اٹھا سکتے ہیں لیکن وہ اس جانیو کے مالک نہیں ہیں۔ اس کے مالک خدا تعالیٰ ہیں۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء نے وقت کے ساتھ مستقل قانونی وجود والا برتاؤ کیا ہے اور اس کی طرف بعض ایسی خصوصیات منسوب کی ہیں جو قدردانی شخص کی ہوتی ہیں، یہ بات مسلم فقہاء کی طرف سے وقت کے متعلق ذکر کئے گئے وہ مسئلوں سے واضح ہو جائے گی۔

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر وقت کی آدمی سے کوئی جانیو خریدی جائے تو وہ خود بخود وقت کا حصہ نہیں بن جائے گی بلکہ فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ خریدی ہوئی جانیو وقت کی مملوک تصور ہوگی۔ (۱) اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ ایک حقیقی شخص کی طرح وقت بھی کسی جانیو کا مالک بن سکتا ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ فقہاء نے صراحتاً بیان کیا ہے کہ جو رقم مسجد کو بطور عیلہ دی جائے تو وہ وقت کا جز نہیں ہے بلکہ یہ مسجد کی ملکیت میں داخل ہوگی۔ (۲)

یہاں پر بھی مسجد کو رقم کا مالک تسلیم کیا گیا ہے یہ اصول بعض مالکی فقہاء نے بھی صراحتاً بیان کیا ہے، انہوں نے بیان کیا ہے کہ مسجد کسی چیز کا مالک بننے کی اہلیت رکھتی ہے۔ مسجد کی یہ اہلیت معنوی (Constructive) ہے جبکہ ایک انسان کی اہلیت حسی (Physical) ہے۔ (۳)

(۱) الفتاویٰ النبیۃ، کتاب الموقوفات، ج ۲، ص ۳۱۷

(۲) فتاویٰ ہندیہ، ج ۳، ص ۲۴۰، نیز ملاحظہ ہو فتاویٰ السنن، ج ۱۳، ص ۱۸۸

(۳) دیکھئے انکشاف فی علی التعلیل، ج ۷، ص ۸۰

ایک اور مالکی عقیدہ احمد علیہ رحمۃ اللہ نے کسی مسجد کے نام کی گلی وصیت کو درست قرار دیا ہے اور دلیل میں یہی بات کہی ہے کہ مسجد جانیہ کی مالک بن سکتی ہے، صرف اتنا ہی نہیں بلکہ انہوں نے اس اصول کو پھیل کر مسافر خانے اور پلی پر بھی لاگو کیا ہے بشرطیکہ وقف ہوں۔

ان مثالوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فقہاء نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ وقف جانیہ کو مالک ہو سکتا ہے، ظاہر ہے کہ وقف کوئی انسان نہیں ہے بلکہ بھی مالک ہونے کے معاملے میں اس پر انسان والا حکم ہی لگایا ہے، جب ایک مرتبہ اس کی ٹھیکہ کاغذ ہو گئی تو اس کا منطقی نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ اسے سچے سچے کاغذ خرید سکے گا، وہ دائی (قرض خلاء) اور مدیون (مقروض) بھی ہو سکتا ہے، مدی ہر مدی ملے بھی بن سکتا ہے اس طرح سے شخص قانونی کی تمام خصوصیات اس کی طرف منسوب ہوں گی۔

۲۔ بیت المال:

قدیم لغوی ذخیرے میں "فخص قانونی" کی جو دوسری مثال ملتی ہے وہ بیت المال ہے، چونکہ یہ عوامی مال ہے اس لئے اسلامی ریاست کے تمام شرعی کسی نہ کسی طرح بیت المال سے استواء کا حق دیکھتے ہیں، لیکن کوئی شخص اس کے مالک ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا، تاہم بیت المال کے بھی کچھ حقوق اور ذمہ داریاں ہوتی ہیں، معروف حنفی عقیدہ امام سرخسی "المسوط" میں فرماتے ہیں:

"بیت المال پر ایسی ذمہ داریاں اور اس کے لئے ایسے حقوق بھی واجب ہو سکتے ہیں جو معمول ہوں"۔ (۱)

ایک اور جگہ پر فرماتے ہیں:

”اگر اسلامی مملکت کے سربراہ کو قرضوں کی کتابیں دینے کے لئے رقم ملی ضرورت ہے، لیکن بیت المال کے خراج والے شیعہ میں اسے رقم نہیں ملتی تو وہ کتابیں ذکوۃ والے شیعہ سے حاصل کر سکتا ہے لیکن ذکوۃ کے شیعہ سے جو رقم ملی ہے وہ خراج کے شیعہ کے اسے قرض تصور نہ کی جائے۔“

اس سے یہ بات نکلی ہے کہ نہ صرف یہ کہ بیت المال بلکہ اس کے اندرونی شیعہ بھی ایک دوسرے سے قرض لے اور دے سکتے ہیں لیکن قرضوں کی ذمہ داری سربراہ مملکت پر عائد نہیں ہوگی بلکہ بیت المال کے مصلحت شیعہ پر عائد ہوگی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بیت المال کا یہ شعبہ اپنا مستقل تشخص اور وجود رکھتا ہے اور اس حیثیت میں وہ رقم بطور قرض لے اور دے سکتا ہے۔ اس پر دانی اور مدعیان والے احکام بھی جاری ہو سکتے ہیں۔ جس طرح ”فحص قانونی“ مدعی اور مدعی علیہ بن سکتا ہے اسی طرح بیت المال کا یہ شعبہ بھی مدعی یا مدعی علیہ بن سکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ فقہاء اسلام نے بیت المال کے بارے میں ”فحص قانونی“ کا تصور قبول کر لیا ہے۔

۳۔ خلافت (شریعت):

جو ائمہ شاک کہتے ہیں ”فحص قانونی“ کے تصور کے قریب تر ایک اور جملہ فقہ حنفی میں ملتی ہے ”فحص خاص“ کے ایک طے شدہ اصول کے مطابق اگر ایک سے زائد افراد خاص مل کر اپنا مشترکہ کاروبار چلاتے ہیں جس میں دونوں کے

ملوکر اچٹے ملے جلے ہیں 'ذکوۃ' ان کے مشترکہ اثاثوں پر بحیثیت مجموعی واجب ہوگی اگرچہ ان میں سے کوئی شخص انفرادی طور پر بقدر حساب مالیت کا مالک نہ ہو۔ لیکن مجموعی اثاثوں کی کل مالیت حساب سے زائد ہو تو بھی ذکوۃ پورے مشترکہ مال پر واجب ہوگی جس میں اول الذکر شخص کا حصہ بھی شامل ہوگا اس لئے جس شخص کا حصہ حساب سے کم ہے وہ مجموعی اثاثوں میں اپنی ملکیت کے تناسب سے ذکوۃ کی لوائیگی میں شریک ہوگا بلکہ اگر ہر ایک کی ذاتی طور انفرادی حیثیت پر ذکوۃ کا حساب کیا جاتا تو اس پر ذکوۃ واجب نہ ہوتی۔

یہی اصول جسے "خلع الثوب" کہا جاتا ہے جانوروں کی ذکوۃ پر زیادہ قوت کے ساتھ لاگو ہوتا ہے جس کے نتیجے میں بعض لوگات کسی شخص کو اس سے زیادہ ذکوۃ لوارہا پڑتی ہے اگر اس سے انفرادی حیثیت میں ذکوۃ لی جاتی اور کبھی اس سے کم ذکوۃ واجب ہوتی ہے۔

اسی وجہ سے حضور اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا یمجم بین مفترق ولا یفرق بین مجتمع مخالف المصلحة"

"لگ لگ اثاثوں کو ہام ملاؤ نہیں اور جو مشترک ہیں ان میں

لگ لگ نہ کرو تاکہ ذکوۃ کی مقدار کم نہ کرے۔"

خلع الثوب کا یہ اصول فقہ مالکی اور فقہ حنفی میں بھی تصدیقات کے کچھ

فرق کے ساتھ تسلیم کیا گیا ہے اس اصول کی تہ میں شخص کاغذی کا بنیادی تصور

سوجود ہے اس اصول کے مطابق ذکوۃ فرد پر واجب نہیں ہوتی بلکہ مشترکہ اثاثہ

ہی ہے جس پر ذکوۃ لاگو ہوتی ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ "مشترک خاک" کے

ساتھ مشتق شخص والا معاملہ کیا گیا ہے اور ذکوۃ کی ذمہ داری اسی وجود کی طرف

منتقل کر دی گئی ہے یہ اگرچہ باطل ہے۔ "شخص کاغذی" کا تصور نہیں ہے لیکن اس

۴۔ ترکہ مستغرق فی الدین:

یہ قسمی مثال وہ جائیداد ہے جو ایسی میت کا ترکہ ہو جس کی ذمہ داریوں اس کی ترکے میں بھری ہوئی جائیداد سے چھوڑ دیوں 'اختصار کے لئے ہم اس کا حوالہ مستغرق فی ترکہ' کہ کر دے سکتے ہیں۔

فقہاء کے بیان کے مطابق یہ جائیداد میت کی ملکیت بھی نہیں ہے اس لئے کہ وہ اب زکوٰۃ نہیں ہے نہ ہی یہ دلوں کی ملک ہے اس لئے کہ ترکے پر قرض خواہوں کو دلوں پر ترجیح حق حاصل ہوتا ہے یہ قرض خواہوں کی بھی ملکیت نہیں ہے اس لئے کہ ابھی تک قرضوں کی ادائیگی نہیں ہوئی اور اس پر کے چھوڑنے کا حق تو رکھتے ہیں لیکن جب تک مطلقان کے وہ یہاں یہ تقسیم نہیں ہو چکا ان کی ملکیت نہیں ہے چونکہ یہ کسی کی ملکیت نہیں ہے اس لئے اس کا ہونا مستقل وجود ہے۔ اسے مستقل کاٹولی تقصیر بھی کہا جاسکتا ہے میت کے ورثہ یا اس کے باوجود متفقین (نوسبہ) بلکہ محکم بن اداؤں کی دیکھ بھال کریں گے لیکن وہ اس کے مالک نہیں ہیں تقسیم کر کے قرضوں کے تصفیہ پر بلکہ اخراجات بھی جاتے ہیں یہ اخراجات بھی اسی ترکے سے پورے کئے جائیں گے۔

اس زمرہ کا وہ سے اگر دیکھا جائے تو یہ 'مستغرق فی الدین ترکہ' اپنا مستقل وجود رکھتا ہے جو حج بھی سکتا ہے خرید بھی سکتا ہے وہاں اور دیون بھی ہو سکتا ہے اور 'فرض کاٹولی' وہی خصوصیات پیشتر اس میں پائی جاتی ہیں۔ صرف ایسا ہی نہیں بلکہ اس 'فرض کاٹولی' کی ذمہ داریوں اس کے موجودہ اداؤں تک ہی محدود ہیں اگر یہ اداؤں قرضوں کو پورا کرنے کے لئے کافی نہیں ہیں تو قرض خود

باقی قرضوں کے لئے اور ذمہ سمیت کسی سے رجوع نہیں کر سکتے اور ان کے لئے چارہ جرنی کی کوئی صورت نہیں ہے۔

- یہ چند مثالیں ہیں جن میں فقہاء نے قانونی شخصیت کا ذکر کیا ہے جو "فخص قانونی" کے مندرجہ ذیل ہیں ان مثالوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ "فخص قانونی" کا تصور اسلامی فقہ کے لئے بالکل اجنبی نہیں ہے اور اگر ان فقہاء کی بنیاد پر کہنی کی قانونی شخصیت کو تسلیم کر لیا جائے تو عاقلانہ اس پر کوئی بڑا اعتراض نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کسی کہنی کی محدود ذمہ داری کا سوال "فخص قانونی" کے تصور سے کرا تعلق رکھتا ہے اگر فخص قانونی کے ساتھ اس کی ذمہ داریوں اور حقوق میں قدرتی فخص وفاق برقرار کیا جائے تو ہر فخص اپنے مملوکہ اثاثوں کی حد تک ہی ذمہ دار ہوتا ہے اگر کوئی فخص دیکھ لے کہ مر جائے تو اس کی باقی ماندہ ذمہ داریوں کا بوجھ کسی اور پر نہیں ڈالا جاسکتا چاہے اس کا اس کے ساتھ کتنا ہی قریبی تعلق کیوں نہ ہو اسی کے ساتھ مشاورت کی بنیاد پر کہنی کی محدود ذمہ داری کو بھی درست قرار دیا جاسکتا ہے۔

غلام کے مالک کی محدود ذمہ داری:

میں یہاں پر ایک اور مثال کا حوالہ دینا چاہتا ہوں جو کہ جو اہل سنت و جماعت کی کہنی کی قریب ترین مثال ہے اس مثال کا تعلق حد سے ماضی کے اس دور سے ہے جبکہ غلامی رائج تھی اور غلاموں کو ان کے مالکوں کی ملکیت سمجھا جاتا اور ان کی آزادی و تہارت کی بات تھی۔ اگرچہ حد سے دور کے لحاظ سے غلامی کا دورہ ایک ماضی کا قصہ ہے لیکن غلاموں کی تہارت سے متعلق مختلف مسائل پر بحث کرتے ہوئے حد سے فقہاء نے جو قانونی اصول بیان کئے ہیں وہ اب بھی اسلامی فقہ کے

کی طالب علم کے لئے مفید ہو سکتے ہیں اور ہم اپنے جدید مسائل کے حل کے لئے ان قواعد کو استعمال کر سکتے ہیں اس حوالے سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ نظریہ زیر غور سوال سے انتہائی متعلق ہے۔

اس زمانے میں غلام دو طرح کے ہوتے تھے پہلی قسم کے غلام وہ ہوتے تھے جنہیں ان کے مالکوں کی طرف سے کوئی تہداتی معاملہ کرنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی اس طرح کے غلام کو "قن" کہا جاتا تھا ان کے علاوہ غلاموں کی ایک قسم اور تھی جنہیں ان کے مالکوں کی طرف سے تہدات کی اجازت ہوتی تھی اس طرح کے غلام کو "العبد للادب" کہا جاتا تھا اس طرح کے غلام کو ابتدائی سرمایہ اس کے مالک کی طرف سے فراہم کیا جاتا تھا لیکن یہ غلام ہر طرح کے تہداتی معاہدے کرنے میں آزاد ہوتا تھا اس کے کاروبار میں لگا ہوا سرمایہ مکمل طور پر اس کے مالک کا ہوتا تھا آمدن بھی اسی کی ہوتی تھی اور غلام جو کچھ بھی کماتا تھا وہ اس کے آقا کو اس کی انفرادی اور خصوصی ملکیت کے طور پر ملتا تھا اگر تہدات کے دور میں یہ غلام مقروض ہو جائے تو یہ قرضے اس رقم اور سداق سے لوٹائے جاتے تھے جو غلام کے پاس ہیں اگر غلام کے پاس موجود نقد اور اشیاء قرضے لوٹا کرنے کے لئے کافی نہیں ہیں تو قرض خواہ اس غلام کو بیچ کر اس کی قیمت سے اپنے مطالبات پورے کرنے کا حق رکھتے تھے لیکن اگر غلام کو بیچ کر بھی وہ قرضے پورے نہ ہوں اور وہ غلام مقروض ہونے کی حالت میں ہی مر جائے تو قرض خواہ اپنے بقیہ ماندہ مطالبات کے لئے اس کے مالک کی طرف رجوع نہیں کر سکتے۔

یہاں آقا حقیقتاً سدا سے کاروبار کا مالک ہے غلام تو محض کاروباری معاہدے کرنے کے لئے ایک درمیانی واسطہ اور ذریعہ ہے غلام کاروبار میں سب سے کسی چیز کا مالک نہیں ہے بلکہ بھی آقا کی ذمہ داری اس کے لگائے ہوئے سرمایہ

اور غلام کی قیمت تک محدود ہے۔ غلام کی موت کے بعد قرض خواہ آقا کے ذاتی اثاثوں پر کوئی دعوئی نہیں کر سکتے۔

یہ اسلامی فقہ میں پائی جانے والی قریب ترین مثال ہے جو کہ کمپنی کے شیئر ہولڈرز کی محدود ذمہ داری کے بہت مشابہ ہے۔

ان پانچ نظریات کی بنیاد پر بظاہر یہ معلوم ہو جا ہے کہ "فصل کاغذی" اور محدود ذمہ داری کا تصور اسلامی تعلیمات کے خلاف نہیں ہے۔ لیکن اس بات کو اہمیت دی جانی چاہئے کہ محدود ذمہ داری کا تصور لوگوں کو دھوکا دیتے ہوئے نفع بخش کاروبار کے نیچے میں پیدا ہونے والی فطری ذمہ داریوں سے جان چھڑانے کا ذریعہ نہ بنے لہذا اس تصور کو پبلک کمپنی تک محدود کیا جاسکتا ہے جو کہ اپنے شیئرز عوام الناس کے لئے جہادی کرتی ہے اور اس کے شیئر ہولڈرز کی تعداد اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ انہیں کاروبار کے روزمرہ کے امور اور اثاثوں سے ذائد قرضوں کا ذمہ دار نہیں تصور کیا جاسکتا۔

جہاں تک پرائیویٹ کمپنیوں اور شراکتوں (Partnerships) کا تعلق ہے تو محدود ذمہ داری کے تصور کا ان پر اطلاق نہیں ہونا چاہئے اس لئے کہ عملی طور پر ہر شیئر ہولڈر اور شریک کاروبار کے روزمرہ کے امور کے بارے میں باآسانی معلومات حاصل کر سکتا ہے اور اس کاروبار کی تمام ذمہ داریاں اس پر بھی عائد ہونی چاہئیں۔ البتہ غیر مال شریک (Sleeping Partner) یا پرائیویٹ کمپنی کے ایسے شیئر ہولڈرز کا استثناء کیا جاسکتا ہے جو کاروبار میں عملاً حصہ نہیں لیتے اور شراکہ کے درمیان معاہدے کے مطابق ان کی ذمہ داریوں کو محدود کیا جاسکتا ہے۔ اگر معاہدے کے تحت غیر مال شریک (Sleeping Partner) کی ذمہ داری محدود ہے تو اسلامی فقہ کے مطابق اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس کا ذمہ

کرنے والے شرکاء (Working Partners) کو اس بات کی اجازت نہیں دی کہ وہ ایسے قرضے حاصل کریں جو کاروبار کے اخراجات سے ادا نہ ہوں۔ اس صورت میں اگر کاروبار پر قرضے ایک مقررہ حد سے تجاوز کر جاتے ہیں تو ان کی ذمہ داری کام کرنے والے شرکاء پر عائد ہوگی جنہوں نے اس حد سے تجاوز کیا ہے۔

ذکورہ بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ شرعی نقطہ نظر سے محدود ذمہ داری کے تصور کو پبلک پرائیویٹ سٹاک کمپنیوں اور ایسی کارپوریٹ اداروں کے لئے درست قرار دیا جاسکتا ہے جو اپنے شیئرز عام لوگوں کے لئے جاری کرتے ہیں اس تصور کا اطلاق کسی فرم کے غیر حامل شرکاء (Sleeping Partners) اور پرائیویٹ کمپنی کے ان شرکاء پر ہو سکتا ہے جو کاروبار کے انتظام و انصرام میں عملی حصہ نہیں لیتے لیکن کسی شراکت کے کام کرنے والے شرکاء اور پرائیویٹ کمپنی کے کام میں حصہ لینے والے شرکاء کی ذمہ داری غیر محدود ہونی چاہئے۔

آخر میں ہم وہ بات دوبارہ دہراتے ہیں جس کی ہم نے شروع میں نکتہ بندی کی تھی کہ محدود ذمہ داری کا مسئلہ ہر گز ایک نیا مسئلہ ہے جس کے شرعی حل کے لئے مشترکہ کوششوں کی ضرورت ہے اس لئے مذکورہ بالا بحث کو اس موضوع پر آخری فیصلہ تصور نہیں کرنا چاہئے۔ یہ محض ابتدائی سوچ کا نتیجہ ہے جس میں مزید بحث و تحقیق کی گنجائش ہے۔

اسلامی بینکوں کی کارکردگی

ایک حقیقت پسندانہ جائزہ

اسلامی بینکاری آج کل ایک ناقابل انکار حقیقت بن چکی ہے 'اسلامی بینکوں اور مالیاتی اداروں کی تعداد مسلسل بڑھ رہی ہے 'بڑی مقدار میں سرمایے کے ساتھ ساتھ اسلامی بینک قائم ہو رہے ہیں 'زراعتی بینک بھی اسلامی بنے (Islamic Windows) یا ذیلی اسلامی ادارے قائم کر رہے ہیں 'حتیٰ کہ غیر مسلم بینک اور مالیاتی ادارے بھی اس میدان میں داخل ہو رہے اور زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے ایک دوسرے سے مقابلہ کر رہے ہیں 'لگتا یہ ہے کہ اگلی دہائی میں اسلامی بینکاری کا حجم کم از کم دوگنا ہو جائے گا اور توقع ہے کہ اسلامی بینکوں کے معاملات دنیا کے مالیاتی معاہدوں کے ایک بڑے حصے پر محیط ہوں گے 'لیکن کل اس کے کہ اسلامی مالیاتی ادارے اپنے کاروبار کو وسعت دیں انہیں اپنی گزشتہ دو عشروں کی کارکردگی کا جائزہ لے لینا چاہئے۔ اس لئے کہ ہر نئے نظام کو گزشتہ تجربات سے سبق حاصل کرنا اپنی سرگرمیوں پر نظر پڑنا اور اپنی خامیوں کا حقیقت پسندانہ انداز میں تجزیہ کرنا چاہئے۔ جب تک ہم اپنی کوتاہیوں اور خوبیوں کا جائزہ نہیں لیں اس وقت تک ہم مکمل کامیابی کی طرف بڑھنے کی توقع نہیں رکھ سکتے 'اس خاطر میں ہمیں چاہئے کہ ہم شریعت اسلامیہ کی روشنی میں اسلامی بینکوں اور اسلامی مالیاتی اداروں کے آپریشنز کا تجزیہ کریں اور یہ واضح کریں کہ انہوں نے کیا کھو یا اور کیا پایا ہے۔

ایک مرتبہ ملائیشیا میں ایک پریس کانفرنس کے دوران راقم الحروف سے

اسلامی معیشت کی طرف غلطی رفت میں اسلامی بینکوں کے حصے کے حلقہ سوال کیا گیا میرا جواب بظاہر تضاد کا حامل تھا میں نے کہا کہ ان کا اسلامی معیشت کی طرف غلطی رفت میں بہت بڑا حصہ ہے بھی اور نہیں بھی اس باب میں اسی جواب پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

جب یہ کہا گیا کہ ان کا بہت بڑا کردار اور حصہ ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ اسلامی بینکوں کی یہ فعلیات کامیابی ہے کہ انہوں نے ایسے مالیاتی ادارے بنا کر جن کا مقصد شریعت کی پیروی ہے ایک بہت بڑا راستہ نکالا ہے یہ مسئلوں کا ایک سہارا بن گیا تھا کہ طیر سودی معیشت قائم ہو لیکن اسلامی بینکنگ محض تصور ہی تھا جس پر حقیقی متعلقہ حالت میں بحث کی جاتی تھی اور اس کا کوئی عملی نمونہ موجود نہیں تھا یہ اسلامی بینک اور اسلامی مالیاتی ادارے ہی تھے جنہوں نے اس نظریے اور تصور کو عملی جامہ پہنایا اور اس نظریاتی تصور کی ذمہ داری عملی مثال قائم کی اور انہوں نے یہ کام ایک ایسے ماحول میں کیا جہاں یہ دعویٰ کیا جاتا تھا کہ کوئی بھی مالیاتی ادارہ سود کے بغیر چل ہی نہیں سکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی بینکوں کا یہ بڑا جرأت مندانہ قدم تھا کہ وہ یہ بلا عزم لے کر آگے بڑھے کہ ان کے تمام معاہدات شریعت اسلامیہ کے مطابق ہوں گے اور ان کی تمام سرگرمیاں سود میں طوط ہوئے سے پاک ہوں گی۔

جن اسلامی بینکوں کا ایک بہت بڑا حصہ یہ ہے کہ چونکہ یہ بینک شریعت محمدی کے ہر نکتہ کے ماتحت تھے اس لئے انہوں نے باہر جی شریعت کے سامنے ہر بے کار دہ سے حلقہ متعلق سوالات پیش کئے جس سے انہیں نہ صرف یہ کہ موجودہ تعداد اور کاروبار کو بچھنے کا موقع ملا بلکہ شریعت کی روشنی میں ان کا جائزہ لے کر بھلا کر دیا گیا۔ ان تمام سوال پیش کرنے کا بھی موقع ملا۔

یہ بات ضرور سمجھ لینی چاہئے کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اسلام ہر ایسے مسئلے کا تسلی بخش حل پیش کرتا ہے جو آنے والے کسی بھی وقت میں کسی بھی صورت حال میں پیش آنے کو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ قرآن کریم سنت رسول اللہ ﷺ اور مسلمان علماء کے استنبلا کردہ احکامات میں ہماری پہلی و معاشی زندگی کی ہر ہر تفصیل بیان کر دی گئی ہے بلکہ مقصد یہ ہوتا ہے کہ قرآن کریم اور سنت رسول اللہ ﷺ نے وسیع اور عمومی ضابطے مقرر فرما دیئے ہیں جن کی روشنی میں ہر دور کے علماء اپنے زمانے کی نئی صورت حال کے احکام نکال لیتے ہیں اس نئی صورت حال کے حلقے خاص حکم شرعی تک پہنچنے کے لئے باہرین شریعت کو براہیم کروا کر لیا کرتا ہوتا ہے۔ انہیں ہر سوال پر قرآن و سنت میں ملے کردہ اصولوں اور اسلامی فقہ کی کتابوں میں بیان کردہ قواعد کی روشنی میں غور کرنا ہوتا ہے۔ اس عمل کو "استنبلا" اور "استدلال" کہا جاتا ہے "اجتہاد و استنبلا کے اس عمل نے اسلامی فقہ کو علم و حکمت کی ایسی دولت عطا فرمائی ہے جس کے ہم بلا کوئی اور مذہب نظر نہیں آتا۔ ایک ایسے معاشرے میں جہاں شریعت اپنے پورے اثر و نفوذ کے ساتھ نافذ العمل ہو وہی اجتہاد و استنبلا کا مسلسل جاری عمل اسلامی فقہی دائرے میں نئے قواعد وضوابط اور قصودات شامل کرتا رہتا ہے جس کی وجہ سے یہ بات آسان ہو جاتی ہے کہ تقریباً ہر صورت حال کا واضح حکم اسلامی فقہ کی کتابوں میں تلاش کیا جائے۔ لیکن گزشتہ چند صدیوں کے دور میں مسلمانوں کے سیاسی انحطاط نے اس عمل کو کافی حد تک روک رکھا بہت سے اسلامی ممالک براہ راست غیر مسلم حکمرانوں کے تسلط میں تھے جنہوں نے طاقت کے زور پر ناہین نظام حکومت نافذ کیا اور مسلمانوں کی پہلی "معاشی زندگی کو شرعی ہدایات سے محروم رکھا" اور اسلامی احکامات "عبادت" یعنی تعلیم اور بعض ملکوں میں نکاح و

مطابق اور در وقت کے مسائل تک محدود ہو کر رہ گئے۔ جہاں تک سیاسی اور معاشی سرگرمیوں کا تعلق ہے تو ان میں شریعت کی حاکمیت کو کلی طور پر نظر انداز کر دیا گیا۔

جس طرح کسی بھی قانونی نظام کے ارتقاء کا انحصار اس کے عملی مطابق و لحاظ پر ہوتا ہے۔ اسی طرح کاروبار و تجارت کے بارے میں اسلامی قانون کے ارتقاء کو بھی اسی صورت حال کا سامنا کرنا پڑا۔ بازار میں بچنے والے بھی کاروباری معاہدات، ٹیکر، قصودات پر مبنی ہوتے رہے انہیں بہت کم باہرین شریعت کے سامنے من کا شریعت کی روشنی میں جائزہ لینے کے لئے پیش کیا گیا۔ یہ درست ہے کہ اس عرصے میں بھی بعض باعمل مسلمانوں نے بعض عملی سوالات علماء شریعت کے سامنے پیش کئے جن کا حجم علماء نے فوری کی صورت میں بیان کیا جس کا ایک نمونہ مجموعہ اب بھی دستیاب ہے، لیکن ان فقہی کا تعلق عموماً انفرادی مسائل سے تھا اور ان سے ان لوگوں کی انفرادی ضرورتیں ہی پوری ہوئیں۔

اسلامی جنگوں کی یہ سب سے بڑی خدمت ہے کہ ان کے کاروبار کے وسیع میدان میں آنے کی وجہ سے اسلامی قانونی نظام کے ارتقاء کا پیہ دو بہار چلا ہوا ہے۔ اکثر اسلامی بینک شریعہ منگوائی بورڈز کے ماتحت کام کر رہے ہیں۔ یہ بینک اپنا روزمرہ کی مشکلات و مسائل باہرین شریعت کے سامنے پیش کرتے ہیں جو کہ اسلامی اصول و قواعد کی روشنی میں ان کے بارے میں خاص احکام ہدی کرتے ہیں اس طریق کار سے صرف اتنی نہیں کہ باہرین شریعت نے کاروباری صورت حال سے زیادہ واقف ہوتے ہیں بلکہ یہ علماء اپنے انتہائی عمل کے ذریعے اسلامی فقہ کے ارتقاء کا بھی ذریعہ بنتے ہیں۔ لہذا اگر کسی عمل کو باہرین شریعت غیر اسلامی قرار دیتے ہیں تو علماء شریعت اور اسلامی جنگوں کی انتظامیہ کی مشترکہ

کوششوں کے ذریعے ان کے مناسب متبادل بھی تلاش کئے جاتے ہیں۔ شریعہ ہر فرد کی قراردادوں سے اب تک دسویں صدی میں چار سو چلی ہیں۔ اسلامی بینکوں کا مصیبت کو اسلامی بنانے میں یہ ایک ایسا حصہ ہے جس کی اہمیت کو ہم نہیں کیا جاسکتا۔

ان اسلامی بینکوں کا ایک اور بڑا کردار یہ ہے کہ انہوں نے خود کو انٹر نیشنل بد کیٹ میں شامل کر لیا ہے۔ انور اسلامی بینکاری روایتی بینکاری سے ممتاز ہونے کی حیثیت سے پوری دنیا میں قدر چا مختلف ہو رہی ہے۔ یہ قمر ساج ہے پھر یہ ان تیسرے کی کہ اسلامی بینکوں کا اس کام میں برا حصہ ہے۔

دوسری طرف ان بینکوں کی کارکردگی میں بہت سی کوجہیاں بھی ہیں جن کا تجزیہ کے ساتھ تجزیہ ہو چکا ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اسلامی بینکنگ کا تصور ایک معاشی فلسفے پر مبنی ہے جو شریعت کے اصول و احکام کی بنیاد پر موجود ہے۔ غیر سودی بینکاری کے تناظر میں ان فلسفے کا ہدف ہر قسم کے استحصال سے پاک تقسیم دولت میں بدل کا قیام ہے۔ جیسا کہ میں نے اپنے مکتبہ مطابقت میں بیان کیا ہے کہ سود میں مستقل ربح امیر کی حمایت میں اور عام قومی کے مفادات کے خلاف ہوتا ہے۔ امیر مندرکار بینکوں سے بڑی مقدار میں قرضے لے کر عام کھاتہ داروں کی رقم کو اپنے بڑے نفع اور منصوبوں میں استعمال کرتے ہیں۔ بہت بڑا نفع حاصل کرنے کے بعد یہ لوگ عام کھاتہ داروں کو معمولی سی شرح سود کے علاوہ اپنے نفع میں شریک نہیں ہونے دیتے۔ اور یہ معمولی سی مقدار بھی اپنی مصنوعات کی اہمیت میں شامل کر کے (اور ان کی اتنی قیمت بڑھا کر) دیکھنے لے لی جاتی ہے۔ اس لئے ان کی سطح (Macro Level) پر دیکھا جائے تو یہ عام کھاتہ داروں کو ہلکے بھی نہیں دیتے۔

بلکہ اگر بہت زیادہ سود ہو جائے جس کی وجہ سے یہ وجہ الیہ ہو جائیں اور اس کے نتیجے میں خود بینک بھی دیوالیہ ہو جائے تو سارا خسارہ کھاتہ داروں کو برداشت کرنا ہوتا ہے اس طریقے سے سود دولت کی تقسیم میں بے انصافی اور عدم توازن پیدا کرتا ہے۔

اسلامی قیام میں صورت حال اس سے مختلف ہے شریعت کی رو سے قیام (Financing) کا مثالی طریقہ مسد کہ ہے جہاں نفع اور نقصان دونوں میں دونوں فریق مناسب طور پر شریک ہوتے ہیں مسد کہ کھاتہ داروں کو کاروبار سے حقیقتاً حاصل ہونے والے منافع میں حصہ دار ہونے کے زیادہ بہتر مواقع فراہم کرتا ہے اور یہ نفع عام حالات میں شرح سود سے کافی زیادہ ہو سکتا ہے چونکہ نفع کا اس وقت تک حصہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ متعلقہ اشیاء مکمل طور پر نکل نہ دی جائیں اس لئے کھاتہ داروں (Depositors) کو ادا شدہ نفع مصنوعات کی لاگت میں شامل نہیں کیا جاسکتا اس لئے سودی نظام کے برعکس کھاتہ داروں کو ادا شدہ نفع قیمت میں اضافہ کر کے واپس وصول نہیں کیا جاسکتا۔

اسلامی بینکاری کے اس فلسفے کو اس وقت تک عملی حقیقت نہیں ملایا جاسکتا جب تک کہ اسلامی بینک مسد کہ کے استعمال کو وسعت نہ دیں یہ سمجھتا ہے کہ مسد کہ کے استعمال میں جو عملی مشکلات ہیں خصوصاً موجودہ ماحول میں جہاں اسلامی بینک حمایتی میں اور مومنا متعلقہ حکومتوں کے تعاون کے بغیر کام کر رہے ہیں لیکن پھر بھی یہ حقیقت اپنی جگہ پر ہے کہ اسلامی بینکوں کو قدرتی مراحل میں مسد کہ کی طرف بڑھنا اور انیس قیام مسد کہ کا حجم بڑھانا چاہئے یہ قسمتی سے اسلامی بینکوں نے اسلامی بینکاری کے اس بنیادی فلسفے کو نظر انداز کیا ہوا ہے اور مسد کہ کے استعمال کی طرف پیش رفت کی کافی ذکر کو ششیں موجود نہیں ہیں۔

مئی کہ قدرتی طریقے سے سود منتخب فیصلوں پر بھی نہیں ہیں اس صورت حال کا نتیجہ چند سماجی حقائق کی صورت میں ظاہر ہوا۔

پہلے نمبر تو یہ کہ اسلامی بینکاری کا بنیادی فلسفہ نظر انداز شدہ نظر آتا ہے دوسری بات یہ کہ مشارک کے استعمال کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے اسلامی بینک مردود اور اجارہ کے استعمال پر مجبور ہوتے ہیں اور یہ استعمال بھی روایتی معیارات مثلاً LIBOR وغیرہ کے فریم ورک میں ہوتا ہے جس کی وجہ سے آگرمی تہجد بادی طور پر سودی معاملے سے مختلف نہیں ہوتا میں ان لوگوں کی تائید نہیں کر رہا جو روایتی بینکوں کے معاملات اور مردود و اجارہ میں کوئی فرق محسوس نہیں کرتے یا جو مردود اور اجارہ کے بارے میں وہی کاروبار مختلف نام سے جاری رکھنے کا اعتراض کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اگر اجارہ اور مردود کو ضروری شرائط کے ساتھ استعمال کیا جائے تو ان میں فرق کی بہت سی وجوہ ہیں جو انہیں سودی معاملے سے ممتاز کرتی ہیں لیکن اس بات کا کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ یہ دو ذریعے اصلاً شریعت میں طریقہ ہائے قبول نہیں ہیں علاوہ شریعت نے انہیں قبول کے لئے استعمال کرنے کی اجازت صرف ان صورتوں میں دی ہے جہاں مشاککہ کاغذی عمل نہ ہو اور یہ اجازت بھی خاص شرائط کے ساتھ دی ہے اس اجازت کو دائمی ضابطے کے طور پر نہیں لینا چاہئے اور ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ بینک کے تمام معاملات مردود و اجارہ کے گرد گھومتے رہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ جب محرم کو یہ حقیقت معلوم ہوگی کہ اسلامی بینکوں میں ہونے والے معاملات سے حاصل ہونے والی آمدن روایتی بینکوں ہی کی طرح ہے تو وہ اسلامی بینکوں کے عمل کے بارے میں شکوک و شبہات کا شکار ہوں گے۔

چہ فحشی بات یہ کہ اگر اسلامی فنکاروں کے تمام معاملات مذکورہ بالا ذریعوں (مردہ، اہلاد) پر مبنی ہوں تو عوام کے سامنے ان فنکاروں کے حق میں دلائل دینا مشکل ہو جائے گا خاص طور پر غیر مسلموں کے سامنے جو یہ محسوس کریں گے کہ یہ دستبردِ امت کے توڑ مروڑ کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔

بہت سے اسلامی فنکاروں میں یہ بات محسوس کی گئی ہے کہ ان میں مردہ و اہلاد کو بھی ان کے شرعاً مطلوب طریق کار کے مطابق اختیار نہیں کیا جاتا۔ مردہ کا بپائی تصور یہ تھا کہ کوئی چیز خرید کر اسے گلاب کو مائل دوائی پر نفع کے خاص غائب کے ساتھ چھوڑ دیا جائے۔ شرعاً یہ ضروری ہے کہ اس چیز کے آگے بیچنے سے پہلے وہ چیز بینک کی ملکیت اور کم تو کم اس کے معنوی قبضے میں آجائے۔ جس طرح اس میں وہ چیز بینک کے قبضے اور ملکیت میں ہے اسی طرح وہ اس کے حلقہ (Circle) میں ہو۔ یہ محسوس کیا گیا ہے کہ بہت سے اسلامی بینک اور مالیاتی ادارے اس معاملے کے بارے میں بہت سی غلطیوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔

بعض مالیاتی اداروں نے یہ مفروضہ قائم کر رکھا ہے کہ مردہ تمام مالی مقاصد کے لئے سود کا قائم مقام ہے۔ لہذا وہ ہے کہ یہ بعض مواقع ایسی صورت میں بھی مردہ کا حق کر لیتے ہیں جبکہ کلائنٹ کو فوری اخراجات (Overhead Expenses) کے لئے نقد درکار ہوتے ہیں۔ جیسے گھوڑوں کی لواٹھی ایسی اشیاء و خدمات کے بلوں کی لواٹھی جنہیں پہلے استعمال کیا جا چکا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں کوئی مردہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ بینک کوئی چیز خرید ہی نہیں رہا۔ بعض صورتوں میں کلائنٹ اپنے طور پر کسی بینک کے ساتھ معاہدے سے پہلے چیز خرید لیتا ہے اور مردہ ہائی بینک (Buy Back) کے طور پر کر لیا جاتا ہے۔ یہ بھی اسلامی اصولوں کے خلاف ہے اس لئے کہ ہائی بینک کو حقوق طور پر

شرعا جائز قرار دیا گیا ہے۔

بعض صورتوں میں خود کلائنٹ ہی کو بینک کی طرف سے اس بات کا وکیل مقرر کیا جاتا ہے کہ وہ مختلف چیز خریدے اور اسے حاصل کرنے کے بعد اپنے آپ ہی کو بیچ دے یہ طریقہ مردہ کے بچہ کی بیماری شریعت کے مطابق نہیں ہے اگر کلائنٹ ہی کو چیز کی خریداری کے لئے وکیل مقرر ہو تو یہ ضروری ہے کہ اس کی وکیل ہونے کی حیثیت اور خریدار ہونے کی حیثیت الگ الگ ہوں جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ضروری ہے کہ کلائنٹ وہ چیز بینک کی طرف سے خریدنے کے بعد بینک کو مطلع کرے کہ اس نے اس کی طرف سے وہ چیز خرید لی ہے اس کے بعد بینک باقاعدہ ایجاب و قبول کے ساتھ وہ چیز اسے بیچے اور ایجاب و قبول لکھیں یا لکھیں وغیرہ کے ذریعے یہ بھی ہو سکتا ہے۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے مردہ کو کسی ایک قسم سے اور شریعت کا یہ طے شدہ اصول ہے کہ قیمت کا وقت حین ہو جائی جائے جب فریقین نے قیمت حین کر لی تو بعد میں یک طرفہ طور پر اس میں کی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض مالیاتی ادارے نوٹنگلی میں جائیداد کی وجہ سے مردہ کی قیمت میں اضافہ کر لیتے ہیں جو کہ شرعا جائز نہیں ہے بعض مالیاتی ادارے برابری کی صورت میں مردہ کے اندر رول اوور (Roll-Over) کر لیتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ عمل بھی شرعا جائز نہیں ہے اس لئے کہ جب ایک چیز ایک گاہک کو ایک مرتبہ بیچ دی گئی تو اسی گاہک کو وہ چیز دوبارہ نہیں بیچی جاسکتی۔

اہلہ کے معاملہ میں بھی شریعت کے بعض حکموں کو مبرا نظر انداز کر دیا جاتا ہے اہلہ کے منجج ہونے کے لئے ایک شرط یہ ہے کہ مالدار (Lessor) اہلہ شدہ مال کی ملکیت سے قطع رکھنے والا مالک قبول کرے اور یہ

کہ وہ مستاجر (Lessee) کو اس چیز کے استعمال کا حق فراہم کرے جس کے بدلے میں وہ کرایہ (Rent) لہوا کرے گا۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ اجارہ کے تحت سے معاہدات میں ان قواعد کی خلاف ورزی کی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اجارہ پر دیے گئے اثاثے کے آفت ہلانیہ کی وجہ سے چاہے ہوا جانے کی صورت میں مستاجر سے یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ کرایہ لہوا کرتا رہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ موجر ملکیت کا حوالہ (Risk) بھی قبول نہیں کرتا ہے اور مستاجر کو حق استعمال بھی مہیا نہیں کرتا اس نوعیت کا اجارہ شریعت کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہے۔

اسلامی بینکاری ان اصولوں پر مبنی ہے جو روایتی بینکاری نظام کے اصولوں سے مختلف ہیں اس لئے یہ بات متفقہ ہے کہ نفع کوئی شی میں ان دونوں کے نتائج بھی لازمی طور پر ایک جیسے نہ ہوں ہو سکتا ہے کہ بعض حالات میں اسلامی بینک زیادہ کمائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض صورتوں میں تھوڑا کمائے۔ اگر اجارہ ہدف یہ ہو کہ ہم نے نفع کے معاملے میں روایتی بینکوں کے ساتھ برابری کرنی ہے تو ہمارے لئے خاص اسلامی اصولوں پر مبنی اپنا نظام قائم کرنا مشکل ہو گا جب تک اسلامی بینکوں میں سرمایہ لگانے والے ان کی انتظامیہ اور فن کے لحاظ اس حقیقت کو نہیں اپناتے اور مختلف نتائج (جن کا پتہ زیادہ ہونا لازمی نہیں) کو قبول نہیں کرتے اس وقت تک یہ اسلامی بینک معنوی طریقوں کو استعمال کرتے رہیں گے اور خاص اسلامی سسٹم وجود میں نہیں آئے گا۔

اسلامی اصولوں کے مطابق کاروباری معاملات کو معاشرے کے اخلاقی مقاصد سے ایک تعلق نہیں کیا جاسکتا اس لئے اسلامی بینکوں سے یہ توقع کی جاتی تھی کہ وہ اپنی مالیاتی پالیسیاں اپنائیں گے اور سرمایہ کاری کے لئے ذرائع تلاش کریں گے جس سے ترقی کی حوصلہ افزائی اور پھولتی ساج کے تاجروں کو اپنی معاشی

سج بند کرنے میں مدد ملنے کی نسبت کم اسلامی بینکوں اور مالیاتی اداروں نے اس طرف توجہ کی ہے۔ روایتی مالیاتی اداروں کے برعکس جن کا مقصد ہی محض زیادہ سے زیادہ منافع کمانا ہے اسلامی بینکوں کو چاہئے کہ وہ معاشرے کی ضرورتوں کی تکمیل کو بھی اپنے مقاصد میں سے ایک مقصد بنائیں اور ان طریقوں کو ترجیح دیں جو عام شخص کو اپنا مفید زندگی بنانے میں مدد دے۔ انہیں چاہئے کہ وہ بلائیں فرارگ، گھڑیوں کی قسٹوں اور آبپاشی کی قسٹوں کی جی جیکسیں بھرنے والوں کے لئے ایجاد کریں۔ یہ میدان ابھی تک اسلامی بینکوں کی توجہ کا خطرہ ہے۔

اسلامی بینکاری کے کیس کو اس وقت تک آگے نہیں بڑھایا جاسکتا جب تک کہ بینکوں کے باہمی معاملات کا ایسا نظام نہ قائم کر لیا جائے جو اسلامی اصولوں کے مطابق ہو۔ اس طرح کے کسی نظام کے فقدان کی وجہ سے اسلامی بینک اپنی قابل مادی سیولٹ (Liquidity) کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے روایتی بینکوں کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اور یہ بینک ایسی سولٹ واضح یا چھپے ہوئے سود کے بغیر فراہم نہیں کرتے۔ اسلامی اصولوں پر مبنی بینکوں کے باہمی تعلقات کا قیام اب کوئی مشکل معلوم نہیں ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ اسلامی مالیاتی اداروں کی تعداد آج کل وہ سو کے قریب ہو چکی ہے۔ یہ بینک مرادہ اور اہلہ کو ملا کر ایک فنڈ قائم کر سکتے ہیں جس کے رجسٹرڈ ضرورت کے معاہدات کے لئے بھی استعمال ہو سکتے ہیں۔ اگر یہ بینک اس طرح کا فنڈ قائم کر لیں تو اس سے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

آخری بات یہ کہ اسلامی بینکوں کو اپنا ایک الگ الگ تنظیم دینا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ اسلام بینکاری کے معاہدات تک محدود نہیں ہے۔ یہ تو اصول و ضوابط کا ایسا مجموعہ ہے جو پوری انسانی زندگی پر حاوی ہے۔ اس لئے ”اسلامی“ بننے کے

نے اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ اسلامی اصولوں پر مبنی معاہدات ذبحانی کر لئے جائیں۔ بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ فورے کے فورے روئے اور اس کے محلے سے اسلامی شخص کے آثار لہیاں ہوں۔ جس کی وجہ سے وہ رائجی اور اس سے متعلقہ نظر آئے۔ اس کے لئے فورے اور اس کی انتظامیہ کے عوامی دھان میں تہہ ملی ضروری ہے۔

معاہدات کے متعلق اسلامی لڑائیں اور اخلاقی روایات ایسے فورے کے ماحول میں لہیاں ہوں جو خود کو اسلامی کہلاتے ہیں۔ یہ ایک عیسائیہ ہے جس میں شرقی وسط کے بعض اسلامی فوروں نے پیش رفت کی ہے لیکن یہ پوری دنیا کے اسلامی جنگوں اور مالیاتی فوروں کا اتھارٹی وصف ہوا چاہئے اس میدان میں بھی شریہ پورہ کی راہنمائی حاصل کرنی چاہئے۔

جیسا کہ شروع میں واضح کر دیا گیا تھا اس بحث کا مقصد اسلامی جنگوں کی توسیع سمجھنی کرنا یا ان کی خامیاں تلاش کرنا نہیں ہے بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ انہیں اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ اپنی کارکردگی کا شرعی نقطہ نظر سے جائزہ لیں اور اپنے طریقہ کار کی تکمیل اور پالیسیوں کے قیام میں حقیقت پرندہ سوچ لیا جائے۔

فرہنگ

Glossary

الف

آبدھاری کی قسمیں: ذہل پڑنے کا وہ دہرہ کہ بہتر جانے یا بے گھر لوگوں کو آبدھ کرنے کے لئے سرمایہ فراہم کرے۔

معاملات کا کردگی

آبدھ بھڑ:

وہ شخص جو کسی عمل پیدائش (پروڈکشن) کا فروغ کر کے

آبدھ:

دیگر جاہلین پیدائش (زمین، محنت اور سرمایہ) کو اس کام

کے لئے اکٹھا کرتا انہیں کام میں لگا دے اور اس کا وہ دہرہ جس

نفع نقصان کا خطرہ سول لیتا ہے۔ یہ ایک شخص بھی

ہو سکتا ہے اور ایک جماعت بھی۔ اصطلاح میں اسے

”محظوم“ بھی کہتے ہیں۔

آبدھ آنٹ سمیٹا عارض جو انسان کے اختیار سے باہر ہو۔

آنٹ سٹوڈی:

وہ شخص جو اپنے لئے معاملات کر رہا ہو کسی دوسرے کی

اصل:

طرف سے اکیلے نہ ہو۔

ب

بائی بیک

کوئی چیز ایک شخص سے خرید کر اسی کو واپس بیچ دینا
(Buy Back): مرد کو جس اس سے مراد یہ ہے کہ کلائنٹ (خریدار) اور

ویک کے درمیان جس چیز پر بیچ مرد کو ہو رہی ہے وہ
پہلے سے خریدار کے پاس موجود ہے، بیک اس سے یہ
چیز نقد کم قیمت پر خرید کر پھر اسی شخص پر اسی کو دوبارہ
اور بار بیچ دیتا ہے۔ اس طرح بیک اپنا تعلق کما لیتا ہے۔
بائی بیک کی یہ صورت ظاہر ہے ناجائز ہے۔ کیونکہ
سودی قرضہ کی ایک شکل ہے۔

مل ٹک ایچمنج:

جب کوئی شخص کسی چیز سے کوئی مال خریدتا ہے اور
خریدار اس مال کی قیمت نقد لواتا نہیں کرتا بلکہ لواتا
آئندہ کسی تاریخ میں ملے ہوتی ہے تو اس پر اپنے خریدار
کے نام مل ملاتا ہے۔ اس مل کو دستاویزی شکل دینے
کے لئے خریدار اسے منظور کر کے اس پر اپنے دستخط
کرتا ہے۔ یہ دستاویز "مل ٹک ایچمنج" کہلاتی ہے اور
میں اسے "بھڑی" بھی کہا جاتا ہے۔

افرلا زر :

معاشیات کی اصطلاح میں "افرلا زر" سے مراد ایسی صورت حال ہوتی ہے جس میں زر کا پھیلاؤ زیادہ ہو جانے کی وجہ سے اشیاء و خدمات کی مجموعی طلب اس کی رسد کے مقابلے میں بڑھ جائے اور قیمتوں کا رجحان بلندی کی طرف ہو جائے۔ لیکن عرف عام میں "افرلا زر" سے اشیاء و خدمات کی قیمتوں میں اضافہ مراد لیا جاتا ہے۔

اکاؤنٹ ہولڈر :

بینک کے کھاتہ دار وہ لوگ جو بینک میں اپنے اکاؤنٹ کھلاتے ہیں۔

انچاپ :

کسی حقہ حلقہ کوئی چیز خریدنے پر فروخت کرنے کی پیکش۔ وہ شخص نامہ جو درآمد کنندہ پر آمد کنندہ کو اس بات کا احمک دلانے کے لئے کہ وہ مال وصول ہونے پر قیمت کی تواضعی بروقت کر دے گا بینک سے حاصل کرتا ہے اس میں بینک پر آمد کنندہ کو اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ اگر درآمد کنندہ (مستری) کو یہ چیز فروخت کر دی جائے تو درآمد میں ہوں گا بینک سے ایسا ضمانت نامہ حاصل کرنے کو اور وہ اس میں "ایلی سی کھلوانا" کہتے ہیں۔

لوہی اینڈ فلڈ :

ایسا سرمایہ کاری کا فنڈ جس کے پرنٹ دوبارہ خریدنے کا فنڈ کی طرف سے وعدہ ہو۔

۲

پراسیوری نوٹ : قرض طویل دور مقررہ قرض کے درمیان لکھی جانے والی وہ دستاویز جس میں مقررہ قرض اس بات کا وعدہ کرتا ہے کہ وہ ایک شخص پر تاریخ پر قرض کی رقم لوٹا کر دے گا۔ یہ دستاویز اپنی ایک قانونی حیثیت رکھتی ہے۔ لہذا اس کی بنیاد پر مقررہ قرض کو مقررہ تاریخ میں لوٹائی پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔

۳

تسکات : قطع بخش دستاویزات جو اپنے حامل کی کسی کاروبار میں سرمایہ کاری یا کسی قرض کی نمائندگی کرتی ہوں۔ عموماً ان دستاویزات کی جلدی بازار میں خرید و فروخت ہوتی ہے۔

تمویلی : (Finance) تہذیبی طور پر پیسہ داری مقاصد کے لئے افراد یا کمپنیوں کو رقوم فراہم کرنا۔

تمویلی خدمات : پیسہ داری مقاصد کے لئے رقوم فراہم کرنے کے لئے انجام دیے جانے والے امور۔

تمویل کار : پیسہ داری مقاصد کے لئے رقوم فراہم کرنے والا فرد یا

ادارہ (Financier)

دیکھئے "ٹیکو پلٹیشن"

دیکھئے "آؤر"

تعمیر : (Purification) کسی فنڈ کی مجموعی آمدنی کو حلال ہو :

لیکن بعض کمپنیوں کے منافع معسرہ میں سود کا ہیکہ
 معسرہ شامل ہونے کی وجہ سے نفع کا ہیکہ معسرہ باہر
 حرام ہو فنڈ کے شرکاء کو نفع تقسیم کرنے سے پہلے اس
 حرام حصے کو الگ کر کے صدقے کے ثواب کی نیت کے
 بغیر خیراتی کام پر خرچ کر دینا۔

ج

ہنگ چٹری : کہاں بچے کا کارخانہ

جو ایسے شاک کھتی : ایسی کاروباری مسم جس میں لگائے جانے والے سرمائے کو
 چھوٹی چھوٹی اکائیوں (مثلاً دس دس روپے) میں تقسیم
 کر کے لوگوں کو کاروبار میں سرمایہ کاری کی دعوت دی
 جاتی ہے لوگ کبھی کو سرمایہ فراہم کر کے ہر سال کے
 بدلے ایک سرٹیفکیٹ (شیئر) حاصل کرتے ہیں اور
 کاروبار کا سالانہ منافع ان شیئر ہولڈرز میں ان کی سرمایہ
 کاری کے تناسب سے تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ تفصیل کے
 لیے ملاحظہ ہو۔ ”اسلام اور جدید معیشت و تجارت“۔

ج

حاضر سود : نقد سود ایسا سود جس میں فروخت شدہ چیز پر خریدہ لوگ

فورا اچھ کر دیا جائے۔

حق چہاں : عقد سودے میں فروخت شدہ چیز کی قیمت وصول کرنے کے لئے وہ چیز خریدار کے حوالے نہ کر دے۔

خ

خصات : انسان کی وہ ذہنی یا جسمانی کوششیں جن کے سلسلے میں اسے مالی معاوضہ حاصل ہو مثلاً ملازمت، نوکارت وغیرہ۔

ذ

ذبح شدہ : کبھی کا وہ سالانہ منافع جو حاملین حصص (شیئرز ہولڈرز) میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

ذ

ذاتی منافع کا تہدیتی اور سماجی سرگرمیوں میں اپنی ذات کے لیے محرک : منافع حاصل کرنے کا جذبہ۔

ر

رشد : معاشیات کی اصطلاح میں کسی بھی چیز کی = مجموعی مقدار جو بازار میں فروخت کرنے کے لئے لائی گئی ہو۔

رنگ : نقصان کا عنصر کسی چیز کے خارج ہو جانے کی صورت میں جو نقص اس کا نقصان برداشت کرنے کا اس کے حلقے سے کہا جاتا ہے کہ یہ چیز اس کے رنگ میں ہے۔

رہن : دین (قرض) کے بدلے میں کوئی چیز گروا رکھنا۔

رائس المہل : منظر کو دیکھتے ہیں اس سے مراد وہ اصل سرمایہ ہے جو کاروبار میں فریقین یا رب المہل کی طرف سے لگایا گیا ہو اور پچاس فی صد میں اس سے مراد خریدی ہوئی چیز کی قیمت (ٹرن اوور) جاتی ہے۔

ری ٹرن اوور کرنا : دین یا قرض کے مقررہ تاریخ پر لوٹا نہ ہو سکے کی صورت میں سود کی شرح میں اضافہ کر کے لوٹائی کی نئی تاریخ مقرر کر دینا۔

رول اوور (Roll Over) : بینک کو قرض واپس نہ کر سکے تو وہ بینک سے دو خواست کرنا ہے کہ قرض کی مدت میں توسیع کر دی جائے 'بینک نئی شرائط اور نئی شرح سود کے ساتھ یہ دو خواست منظور کر لیتا ہے۔ گویا یہ نئی شرائط ایک نیا قرض ہوتا ہے۔

ز

زیر : نقدی 'اسطلاح میں "زیر" سے مراد ایسی چیز ہوتی ہے جسے ذخیرہ کیا جاسکتا ہو "۔ گزیر مبادلہ کے طور پر عام لوگوں میں گردش کرے 'لوگ اسے قرضوں کی وصولی میں بارود کی ٹوک قبول کرتے ہوں اور اس سے دوسری اشیاء کی قدرہ قیمت کا بھی اندازہ لگایا جاسکے۔ جیسے کسی بھی ملک کی کرنسی۔

س

- سرمایہ کاری : کسی کاروبار، تجارت وغیرہ میں سرمایہ لگانا۔
- سرمایہ کاری : بینک کا ایسا کھاتا جس میں کھاتا داروں کی جمع شدہ رقم کو مختلف طرح کے بنک کاموں میں لگایا جاتا ہے۔
- شیبہ : نقدی اور نقد پذیر مالی وسائل یا اثاثہ۔
- شیبہ : نقدی اور نقد پذیر مالی وسائل یا اثاثہ۔
- شیبہ : نقدی اور نقد پذیر مالی وسائل یا اثاثہ۔

ش

- شیراز : وہ سرٹیفکیٹ جو کسی کمپنی کی طرف سے ان لوگوں کے لئے جاری کیے جاتے ہیں جو کمپنی میں اپنا سرمایہ لگا کر باقاعدہ اس میں حصہ دار بنتے ہیں۔ یہ سرٹیفکیٹ اس بات کی سند ہوتے ہیں کہ کمپنی میں سرمایہ لگانے والے شخص کا کمپنی میں اچھا حصہ ہے۔
- شیراز : کسی کاروبار میں لگانے والے کل سرمائے میں کسی شخص کا حصہ اس کا شیراز کہلاتا ہے۔

م

صافی مالیت: کمپنی کا مالی استحکام معلوم کرنے کے لیے کمپنی کی ذمہ داریوں اور اثاثوں پر مشتمل سالانہ بائیک چیکیں کر کے ہر ایک رپورٹ (بیلنس شیٹ) چیک کی جاتی ہے جس میں ایک طرف کمپنی کی ذمہ داریوں کو درج کیا جاتا ہے جبکہ دوسری طرف کمپنی کے اثاثے درج ہوتے ہیں۔ ان اثاثوں میں سے ذمہ داریوں کو منہا کرنے کے بعد جو کچھ باقی رہتا ہے اسے صافی مالیت (Net Worth) کہتے ہیں۔

ض

ضمان: دیکھئے "ترک"۔

ط

طلب: معاشیات کی اصطلاح میں اشیاء و خدمات کو قبیضہ حاصل کرنے کی ایسی خواہش کو "طلب" کہا جاتا ہے جسے پورا کرنے کی قوت یعنی مطلبہ رقم بھی موجود ہو۔ اگر کسی چیز کو ملت حاصل کرنے کی خواہش ہے یا اسے حاصل کرنے کے لیے مطلوبہ رقم میر نہیں تو ایسی خواہش اصطلاح میں "طلب" نہیں کہلاتی۔

ع

حاصل پیرائش : مختلف اشیاء کی پیرائش (چدائی) میں جو چیز حصہ لیتی ہے اسے "پیرائش پیرائش" کہا جاتا ہے۔ جیسے کسی بھی چیز کی چدائی میں "صمت" کا داخلہ لازماً ہوتا ہے لہذا صمت ایک "حاصل پیرائش" ہے۔

علی الامکان : مشترکہ کاروبار میں شرکاء کو اندازے کے ساتھ اس شرط پر قطع کی ہوائی کرنا کہ کاروبار کے اختتام پر یا مسجد عرصہ کے بعد حقیقی حساب کیا جائے گا جس میں اس ہوائی کا بھی حساب ہو گا اور اس حساب کی بنیاد پر تمام شرکاء کے منافع کا تقسیم ہو گا۔

مصلیٰ : ہنگ یا کسی مالیاتی دوسرے کا کھاتہ وہ شخص جو ہنگ یا کسی مالیاتی دوسرے سے کسی پیرائش مقصد کے لئے قرض حاصل کرے۔

غ

غیر مصرفی قرضہ : وہ مالیاتی دوسرے جو ہنگ تو نہیں لیکن بیگانہ کی طرح دوسرے : لوگوں سے قرضہ نہ لے کر نہ دینا۔

ف

- فائدہ : دیکھئے تمویل
 فائدہ : دیکھئے "تمویل کار"
 فیس ویلو : دیکھئے "قیمت اسمب"

ق

- قبول : کسی معاملے مثلاً خرید و فروخت کے لئے ہونے والی
 پیشکش کو قبول کرنا
 قیمت اسمب : کسی سرٹیفکیٹ یا ہبط وغیرہ پر لکھی ہوتی قیمت۔

ک

- کارپوریٹ باڈی : ایسی شخصیت جسے قانوناً ایک "شخص قانونی" سمجھا جاتا ہے۔
 کسٹم رجسٹری : کسی دوسرے ملک سے درآمد شدہ کالے جانے والے مال
 پر حکومت کی طرف سے لگایا گیا ٹیکس۔
 کلائنٹ : گاہک 'جو شخص کسی بینک یا مالیاتی ادارے سے قرض یا
 سرمایہ لینے آتا ہے وہ اس بینک یا مالیاتی ادارے کا کلائنٹ
 کہلاتا ہے۔
 کلوز اینڈ ٹریڈ : ایسا فنڈ جس کے رجسٹرڈ واپار، خریدنے کا وعدہ نہ ہو۔

ل

لیکویڈیٹیشن : غیر نقد اثاثوں کو نقد میں تبدیل کرنا۔

لیبر : (LIBOR) کچھ بینکوں کے پاس ڈالنا ضرورت نقد

رقم ہوتی ہے جبکہ کچھ کے پاس قرضے دینے کے لئے رقم کم ہوتی ہے ایسے بینک بول لڈ کر سے قرض لیتے رہتے ہیں اس طرح بینکوں کی ایک باہمی مڈ کیٹ وجود میں آجاتی ہے اس مڈ کیٹ میں کسی مخصوص مدت کے لئے شرح سود LIBOR کہلاتی ہے جو مختلف ہے۔

London Inter - Bank Market Offered

Rate کا۔ مزید تفصیل کتاب کے ص ۱۲۰ کے حاشیے

میں ملاحظہ ہو۔

م

مڈک اپ : کاروبار میں اصل لاگت پر حاصل کیا جانے والا منافع۔

مڈ کیٹ لکھنؤ : ہزاری مصیبت یہ سرمایہ دارانہ نظام کا دوسرا نام ہے

جس میں معاشی مسائل کے حل کے لئے ہزاری

حالتوں (طلب اور رسد) سے کام لیا جاتا ہے۔

مہربانی لورے : لورے جو عام لوگوں سے رقیس سج کر کے انہیں

مختلف افراد اور کہیوں کو تہداتی اور کاروباری مقاصد کے

لئے فراہم کرتے ہیں۔

منجھٹ : انتظام و انصرام منتظر

مستحق : کوئی چیز کرایہ پر لینے والا۔

موجر : کوئی چیز کرایہ پر دینے والا۔

ہٹری : دیکھئے ”علی گئی آنکھیں“

ی

ورنگل کھوٹل : کاروبار کے رول اخراجات مثلاً سامان تجارت، طور خام

بالہ غیرہ خریدنے کے لئے لیا جانے والا قرضہ یا سرمایہ۔

ویٹ پاور : کسی فیصلے کو مسترد کرنے کا اختیار۔

اشرف التوضیح

تقریر اردو

مشکوٰۃ المصابیح

(۳ جلدیں)

شیخ الحدیث حضرت مولانا ندویر احمد صاحب رحمہ اللہ
بانی جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

☆ تقریباً نصف صدی پر محیط مشکوٰۃ شریف کے تذریبی تجربے کا مجموعہ
منفع اور مضبوط تعبیرات۔

☆ درجہ موقوف علیہ اردو دورہ حدیث شریف

میں نیکساں طور پر طالب کی بہترین رہنمائی

☆ اور امتحان کی تیاری میں معاون کتاب۔

☆ تیسری جلد میں ہر حدیث کا عام فہم ترجمہ۔

☆ ایسی مباحث جو حدیث کے عام درسی حلقوں میں سمجھ رہ جاتی ہیں

☆ ایسی کتاب جو فہم حدیث کے ساتھ مناسبت پیدا کرنے کے ساتھ

حدیث کو روزمرہ کی زندگی سے جوڑنے کا سلیقہ سکھائے۔

تسہیل الفرائض

علم میراث کی آسان وری کتاب جس کی عمدہ ترتیب و منضبط تعبیرات اور بالخصوص انتہائی قدرتی تمرینات کی وجہ سے کئی کہنہ مشق اساتذہ اس کی افادیت کی گواہی دے چکے ہیں
درجہ سادہ میں پڑھانے سے وفاق کا سرائی کا امتحان انتہائی آسان۔

مولانا محمد امجد علی شاہ صاحب دہلی

النحو الیسیر شرح نحو میر

مولانا

شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد صاحب رحمہ اللہ

نحو میر کی معتدل اور متوازن شرح، حضرت مولانا

کے قدرتی تجربات پر مبنی تمرینات کے ساتھ جن کی افادیت کا ہزاروں طلبہ تجربہ کر چکے ہیں

اشرف التوضیح

تقریر اردو

مشکوٰۃ المصابیح

شیخ الحدیث حضرت مولانا ندوی احمد صاحب رحمہ اللہ
بانی جامعہ اسلامیہ اداویہ فیصل آباد

☆ تقریباً نصف صدی پر محیط مشکوٰۃ شریف کے تدریسی تجربے کا نچوڑ
منہج اور منضبط تعمیرات۔

☆ درجہ موقوف علیہ اور دورۂ حدیث شریف

میں یکساں طور پر طالب کی بہترین رفیق

☆ اور امتحان کی تیاری میں معاون کتاب۔

☆ تیسری جلد میں ہر حدیث کا عام فہم ترجمہ،

☆ ایسی مباحث جو حدیث کے عام درسی حلقوں میں بکھیر رہے جاتی ہیں

☆ ایسی کتاب جو فہم حدیث کے ساتھ مناسبیت پیدا کرنے کے ساتھ

حدیث کو روزمرہ کی زندگی سے جوڑنے کا سلیقہ سکھائے۔